سوال و جواب

محمد رفیع مفتی

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سوال و جواب

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

سوال و جواب

تصنیف

محمد رفیع مفتی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

المورد

۵۱ کے ماڈل ٹاؤن لاہور

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جملہ حقوق محفوظ ہیں

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

المورد

ناشر: المورد

طابع: فائن پرنٹرز، لاہور

طبع اول: اگست 2008

قیمت: 120 روپے

ISBN: 978-969-8799-56-4

المورد: K-51 ماڈل ٹاؤن لاہور ○ فون: 042-5865145, 5834306 ○ URL: www.al-mawrid.org

3rd Floor Snowhite Center Main Abdullah Haroon Road Sadar Karachi 021 5681597

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

فہرست

اصولی مباحث

۱۵-۲۴

قرآن دین کا تنہا ماخذ ۱۷ ـــ سنت کی تعریف میں اختلاف ۲۰ ـــ سنت کا ماخذ ۲۱ ـــ سنت کی بنیاد ۲۲ ـــ قرآن فہمی کے متعلق اختلاف رائے ۲۳

ایمانیات

۲۵-۴۲

برمودا مثلث ۲۷ ـــ وجود باری کا اثبات ۲۹ ـــ فرشتوں کی حقیقت ۳۰ ـــ عالم برزخ سے دنیا میں واپس آنا ۳۱ ـــ خدا ہر چیز کو محیط ہے ۳۷ ـــ خدا کا ہر جگہ موجود ہونا ۳۸ ـــ ذات خدا کے متعلق دلیل ڈھونڈنا ۳۸ ـــ خدا کا علم اور بنی نوع انسان کی آزادی ۴۱

قرآن و حدیث

۴۳-۱۰۷

ازواج اور اولاد کا دشمن ہونا ۴۵ ـــ رسول کا خدا کی عدالت ہونا ۴۶ ـــ سورۂ نساء (۴) کی آیت ۶۹ کا مفہوم ۵۱ ـــ دنیا کا پہلا انسان ۵۱ ـــ سورۂ فیل میں فیل سے مراد ۵۳ ـــ قرآن سے متعہ کا ثبوت ۵۴ ـــ معجزے کا مقصد ۵۵ ـــ ترجمۂ قرآن ۵۶ ـــ معراج نبوی ۵۷ ـــ قبلۂ اول ۵۸ ـــ عیسیٰ علیہ السلام ۶۰ ـــ قیامت کا

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

مفہوم ۶۲ ___ وقوع قیامت ۶۴ ___ ایمان بالرسالت کی ضرورت ۶۹ ___ 'فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَکُمْ' کا صحیح مفہوم ۷۱ ___ قرآن میں اہل کتاب کی تحسین کی وجہ ۷۳ ___ اسلام میں ارتداد کی سزا ۷۹ ___ قرآن کے دعوے کا مفہوم ۸۰ ___ شراب کی حرمت کی بنیاد ۸۱ ___ آیت کا صحیح ترجمہ ۸۲ ___ نجات میں ایمان بالرسول کی حیثیت ۸۳ ___ نجات کے لیے ضروری اعمال ۸۵ ___ نبی a کے لیے نماز تہجد کا حکم ۸۶ ___ اختلاف تعبیر میں انتخاب کا طریقہ ۸۷ ___ معوذتین قرآن کا حصہ ۸۸ ___ کتے کی موجودگی میں فرشتے کا گھر میں نہ آنا ۸۸ ___ ستر کا حکم ۹۰ ___ لفظ کے معنی طے کرنے کا صحیح طریقہ ۹۳ ___ تفاسیر کا باہمی اختلاف ۹۶ ___ عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدایش ۹۶ ___ عذاب قبر کا ثبوت ۱۰۳ ___ سورۂ نور (۲۴) کی آیت ۲۶ کا مفہوم ۱۰۴ ___ حدیث کے بارے میں قرآن کی وضاحت ۱۰۵ ___ بیت المقدس اور تحویل قبلہ ۱۰۵

عبادات

۱۰۹-۱۳۲

قابل زکوٰۃ تنخواہ ۱۱۱ ___ قدما میں تنخواہ پر زکوٰۃ کا تصور ۱۱۱ ___ تنخواہ پر زکوٰۃ یا ٹیکس ۱۱۲ ___ امیر اور غریب کے لیے یکساں شرح زکوٰۃ ۱۱۲ ___ پیداوار پر زکوٰۃ کی شرح کا اصول ۱۱۳ ___ پینشن پر زکوٰۃ ۱۱۴ ___ زرعی زمین پر زکوٰۃ ۱۱۴ ___ خلافت راشدہ میں پیداوار کی زکوٰۃ ۱۱۵ ___ نماز میں طہارت کا قائم نہ رہنا ۱۱۶ ___ زکوٰۃ کی ادائیگی کی ذمہ داری ۱۱۶ ___ عورت کے سفر حج کے لیے محرم کی شرط ۱۱۷ ___ غیر زائرین حرم کی قربانی ۱۱۸ ___ اذان کے بعد دعا ۱۱۸ ___ اپنی زبان میں نماز پڑھنا ۱۱۹ ___ ظہر کی نماز کا وقت ۱۱۹ ___ اپنی کمائی ہوئی رقم سے حج کرنا ۱۲۰ ___ رفع یدین ۱۲۰ ___ قیام میں ہاتھ باندھنے کی جگہ ۱۲۰ ___ فاتحہ خلف الامام ۱۲۱ ___

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

رفع یدین نہ کرنے کا ثبوت ۱۲۱ ـــــ نماز کی نیت ۱۲۳ ـــــ نماز میں درود ۱۲۳ ـــــ زکوٰۃ کا مسئلہ ۱۲۳ ـــــ دوران روزہ ادویات کا استعمال ۱۲۴ ـــــ اردو میں تسبیحات ۱۲۵ ـــــ وتر نماز پڑھنے کا طریقہ ۱۲۵ ـــــ حج وعمرہ کے لیے قربانی کی تعداد ۱۲۶ ـــــ تنخواہ پر زکوٰۃ ۱۲۶ ـــــ میقات حرم اوران کی تعداد ۱۲۷ ـــــ جائداد پر زکوٰۃ ۱۲۸ ـــــ زکوٰۃ کی رقم سے فلاحی کام ۱۲۹ ـــــ قضا نمازوں کا فدیہ ۱۳۰ ـــــ اسلام میں عقیقہ کا حکم ۱۳۱ ـــــ نماز میں رفع یدین ۱۳۱

معیشت

۱۳۳-۱۵۲

بنک اور نیشنل سیونگ اسکیموں کا سود ۱۳۵ ـــــ سود پر قرض لینا ۱۳۶ ـــــ بنکوں کے شیئر ۱۳۶ ـــــ بارانی اور نہری زمین کی شرح زکوٰۃ میں فرق کی وجہ ۱۳۷ ـــــ تنخواہ پر شرح زکوٰۃ ۱۳۸ ـــــ نصاب زکوٰۃ میں تبدیلی کا حق ۱۳۸ ـــــ سود کی رقم غربا میں تقسیم کرنا ۱۳۹ ـــــ بنک کی ملازمت ۱۴۰ ـــــ میراث کا ایک قضیہ ۱۴۰ ـــــ کاروبار میں سود کا عنصر ۱۴۱ ـــــ زندگی میں اپنی جائداد کی تقسیم ۱۴۲ ـــــ حاصل شدہ میراث کی تقسیم ۱۴۲ ـــــ بنک میں ٹریننگ منیجر کی ملازمت ۱۴۳ ـــــ بنک میں ایجنٹ کی ملازمت ۱۴۳ ـــــ بنک ایک سودی ادارہ ۱۴۳ ـــــ ریٹائرڈ افراد کے لیے نیشنل سیونگ اسکیمیں ۱۴۴ ـــــ بنک کا سود ۱۴۵ ـــــ سود اور افراط زر ۱۴۶ ـــــ سودی اسکیمیں ۱۴۷ ـــــ پراویڈنٹ فنڈ میں سود لینا ۱۴۸ ـــــ سود پر قرض ۱۴۸ ـــــ زرعی بنک سے سود پر قرض ۱۴۹ ـــــ نیوجوبلی کی اسکیم ۱۴۹ ـــــ متعین مدت میں متعین اضافہ لینا ۱۵۰ ـــــ اسلامی نظام بنکاری ۱۵۰ ـــــ نیشنل سیونگ اسکیم ۱۵۱ ـــــ اجارہ اسکیم اور سود ۱۵۱

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

معاشرت

۱۸۰-۱۵۳

بیوہ کی عدت ۱۵۵ ـــــ بیوی کے نان ونفقہ کی ذمہ داری ۱۵۶ ـــــ طلاق کی نیت کے بغیر طلاق کے الفاظ بولنا ۱۵۶ ـــــ وقوع طلاق کے بارے میں اختلاف ۱۵۷ ـــــ غصے میں دی گئی طلاق ثلاثہ ۱۵۸ ـــــ شادی میں عمروں کا فرق ۱۵۹ ـــــ جبری نکاح ۱۵۹ ـــــ علیحدگی کی صورت میں بچے کی کفالت ۱۶۰ ـــــ پسند کی شادی ۱۶۲ ـــــ طلاق کا مسئلہ ۱۶۳ ـــــ محرمات ۱۶۴ ـــــ مرد وعورت کی برابری ۱۶۵ ـــــ شادی کے بعد بیوی سے بے رغبتی ۱۷۱ ـــــ پردہ ۱۷۳ ـــــ رضاعی رشتوں میں نکاح ۱۷۴ ـــــ جنسی اختلاط سے بے زاری ۱۷۵ ـــــ شادی سے پہلے جنسی تعلقات ۱۷۵ ـــــ اپنی مزنیہ کی بیٹی سے شادی ۱۷۶ ـــــ غیر محرم سے اختلاط ۱۷۷ ـــــ خاندانی منصوبہ بندی ۱۸۰

متفرق سوالات

۲۶۴-۱۸۱

پابند صلوٰۃ راشی ۱۸۳ ـــــ سزا کا فرق ۱۸۴ ـــــ مذاہب سے گریز کی وجہ ۱۸۵ ـــــ خواتین کا قبرستان میں جانا ۱۸۵ ـــــ قبرستان کے گرد دیوار کی تعمیر ۱۸۵ ـــــ لونگ پہننے کی شرعی حیثیت ۱۸۶ ـــــ تصویر کا مسئلہ ۱۸۶ ـــــ تحفظ حقوق نسواں بل ۱۸۷ ـــــ ہندو لڑکے سے مسلمان لڑکی کی شادی ۱۸۸ ـــــ جہیز ۱۸۹ ـــــ اسلام میں موسیقی ۱۸۹ ـــــ اسلام میں پردے کا حکم ۱۹۰ ـــــ اسلام میں حیا کا تصور ۱۹۱ ـــــ علم نجوم ۱۹۴ ـــــ اسلام میں تقدیر کا تصور ۱۹۵ ـــــ غیر قانونی ملازمت اور رزق حلال ۱۹۶ ـــــ جہیز میراث کا حصہ ۱۹۷ ـــــ مزار پر دعا ۱۹۸ ـــــ نظر بد ۱۹۹ ـــــ مشرکانہ اعمال والے فرقوں میں شادی بیاہ کا مسئلہ ۲۰۰ ـــــ پختہ قبر بنانا ۲۰۲ ـــــ قبر

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کو نمایاں صورت میں بنانا ۲۰۲ ـــــ عورتوں کا قبرستان میں جانا ۲۰۳ ـــــ قبروں پر فاتحہ خوانی ۲۰۳ ـــــ آیات قرآن پڑھ کر دم کرنا ۲۰۳ ـــــ آیات قرآنی کا تعویذ ۲۰۴ ـــــ کاروبار کی ترقی کے لیے سورۂ مزمل کا ختم ۲۰۴ ـــــ نور یا بشر ۲۰۵ ـــــ نذر و نیاز ۲۰۷ ـــــ حب علی میں غلو ۲۰۸ ـــــ عید میلاد النبی ۲۰۹ ـــــ کافر اور غیر مسلم میں فرق ۲۱۰ ـــــ ہر کلمہ گو کے لیے جنت ۲۱۰ ـــــ ڈاڑھی کی اہمیت ۲۱۱ ـــــ نماز میں دل کا نہ لگنا ۲۱۱ ـــــ خیراتی ادارے سے تنخواہ لینا ۲۱۲ ـــــ نبی a کی تعریف میں مبالغہ ۲۱۳ ـــــ جید علما میں اختلاف کی وجہ ۲۱۵ ـــــ ڈاڑھی کی فرضیت ۲۲۴ ـــــ تصوف کی اہمیت کی وجہ ۲۲۵ ـــــ اسلام میں تقدیر کا تصور ۲۲۶ ـــــ فطرت کے مسخ ہونے سے مراد ۲۲۷ ـــــ صحابۂ کرام کی صحیح تصویر ۲۳۰ ـــــ سائل کی مرضی کے خلاف رائے رکھنے کا گناہ ۲۳۱ ـــــ شیعہ حضرات سے بنیادی اختلاف ۲۳۲ ـــــ جادو کے توڑ کی اجازت ۲۳۳ ـــــ ابوجہل کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری ۲۳۳ ـــــ نیل پالش کے ساتھ نماز ۲۳۴ ـــــ عورت کا سر ڈھانکنا ۲۳۴ ـــــ ازار کا ٹخنوں سے اونچا ہونا ۲۳۵ ـــــ رفع عیسیٰ علیہ السلام ۲۳۵ ـــــ اسلام میں زنا کی سزا ۲۳۶ ـــــ روزہ و نماز کے لیے اوقات کا تعین ۲۳۷ ـــــ خلائی شٹل میں نماز کی ادائیگی ۲۳۸ ـــــ حرام کاموں میں شناعت کا فرق ۲۳۹ ـــــ امت کا تہتر فرقوں میں تقسیم ہونا اور نظم اجتماعی کی پیروی ۲۳۹ ـــــ تعویذ سے بیماری کا علاج ۲۴۱ ـــــ قضا نمازوں اور روزوں کا فدیہ ۲۴۱ ـــــ واقعۂ غدیر خم اور ولایت علی ۲۴۲ ـــــ سید زادی کا غیر سید سے نکاح ۲۴۲ ـــــ اسلام میں لونڈی و غلام کی حیثیت ۲۴۴ ـــــ علم نجوم، دست شناسی اور علم الاعداد کی حقیقت ۲۴۵ ـــــ استخارہ اور خیر کی طلب ۲۴۶ ـــــ غیر مسلم ریاست میں ملازمت ۲۴۷ ـــــ زندگی کا مقصد اور بیعت ۲۴۸ ـــــ گناہ کبیرہ اور معافی ۲۴۹ ـــــ کالے جادو کی شرعی حیثیت ۲۴۹ ـــــ ''سروگیٹ مدر'' سے اولاد کا حصول ۲۵۰ ـــــ استمنا بالید کی شرعی حیثیت ۲۵۱ ـــــ حدود آرڈی نینس ۲۵۱ ـــــ یوسف علیہ

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

السلام اور حکومت مصر ۲۵۲ ـــــ غیر مسلم ممالک میں ملازمت ۲۵۳ ـــــ آسمانی کتابوں کا نزول ۲۵۳ ـــــ اسلام میں تصویر اور موسیقی ۲۵۴ ـــــ لغو اور حلق ۲۵۵ ـــــ جرم اور گناہ ۲۵۵ ـــــ بہتان اور طلاق ۲۵۶ ـــــ جادو اور اس کا روحانی علاج ۲۵۷ ـــــ اسبال ازار ۲۵۸ ـــــ امت کا گمراہی پہ اکٹھا نہ ہونا ۲۵۹ ـــــ مجبوراً رشوت لینا ۲۶۰ ـــــ کافر اور غیر مسلم کا اطلاق ۲۶۰ ـــــ سزا کا نفاذ ۲۶۱ ـــــ غیر حلال گوشت بیچنا ۲۶۱ ـــــ حلال و حرام گوشت کو ایک ساتھ پکانا ۲۶۲ ـــــ ذبح کے وقت تکبیر کی کیسٹ چلانا ۲۶۲ ـــــ اہل کتاب کا ذبیحہ ۲۶۳

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

دیباچہ

حصول علم میں سوال بنیادی اہمیت رکھتا ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو دوسرے کو ہماری ضرورت، الجھن یا مشکل سے آگاہ کرتی اور اس قابل بناتی ہے کہ اگر اس کے پاس ہمارے مسئلے کا کوئی حل موجود ہے تو وہ ہم تک پہنچے اور ہماری مدد کرے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ دین انسان کا سب سے اہم مسئلہ ہے، ہر دور میں اسے سیکھنے سکھانے، اس کے بارے میں اشکالات کو رفع کرنے اور اس پر موجود اعتراضات کو دور کرنے کے لیے جدوجہد کی گئی ہے اور آیندہ بھی کی جاتی رہے گی۔

دور حاضر کا انسان دراصل مذہب گریز تہذیب میں کھڑا ہے، آج اُس کے سامنے خدا، آخرت، رسالت، خیر وشر اور جنت اور دوزخ ہر چیز کے بارے میں طرح طرح کے سوالات، اشکالات اور الجھنیں پیدا کر دی گئی ہیں اور صرف یہی نہیں، بلکہ وہ علماے امت جو ان مسائل کو حل کر سکتے اور ان کا جواب دے سکتے تھے، وہ بہت سے گروہوں اور فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں، کجا یہ کہ وہ مذہب پر اس حملہ آور تہذیب کا مقابلہ کرتے، ایک دوسرے کی مخالفت میں برسرپیکار ہیں۔

اس صورت حال کا حل بعض لوگوں نے یہ تجویز کیا ہے کہ انسان کو چاہیے کہ وہ اپنے جذبۂ ایمانی سے کام لیتے ہوئے ان سوالات، اشکالات اور الجھنوں کو اپنی تشنہ حالت ہی میں یکسر اٹھا کر پھینک دے اور پھر ان کی طرف سے اپنے ذہن کو بالکل بند کر لے اور کبھی نہ سوچے کہ اسے مذہب کے بارے میں کوئی الجھن یا اشکال درپیش رہا ہے۔

ہمارے خیال میں یہ تجویز بہت خطرناک ہے، ایسا تو ہو سکتا ہے کہ معدودے چند لوگوں کے لیے

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

یہ موزوں ہو، لیکن ہر آدمی کے لیے اسے موزوں سمجھنا بالکل غلط ہے، کیونکہ انسان طبعاً خلاف عقل و دانش امور سے گریزاں ہوتا ہے۔ اگر اُس کے لاشعور میں یہ بات جاگزیں ہو جائے کہ اُس کا مذہب عقل و دانش سے مطابقت نہیں رکھتا تو پھر اس بات کا شدید خطرہ ہے کہ وہ کسی بھی موقع پر مذہب کا یکسر انکار ہی کر دے۔

دریں حالات اس امر کی ضرورت ہے کہ لوگوں کے ان سوالات و اشکالات اور ان کی الجھنوں کو پوری توجہ سے سنا جائے، ان کا صحیح تجزیہ کیا جائے اور پھر جذبات و تعصب سے اوپر اٹھ کر خالص کتاب و سنت کی روشنی میں دلائل کے ساتھ ان کا صحیح صحیح جواب دیا جائے۔

'سوال و جواب' کے نام سے یہ مجموعہ اسی کی ایک ادنیٰ کوشش ہے۔ اس میں ہم نے ہر ممکن حد تک یہ خیال رکھا ہے کہ مخاطب کے سوال یا اشکال کو اُس مذہب گریز تہذیب اور مذہب کی اُن متفرق تعبیرات میں رکھ کر دیکھا اور سمجھا جائے جن کے اندر وہ آج کھڑا ہے اور پھر 'ما قال اللّٰہ و ما قال الرسول' کی روشنی میں اس کا جواب دیا جائے۔

'سوال و جواب' کا یہ مجموعہ ان سوالات کے جوابات پر مشتمل ہے جو ہمیں ادارۂ علم و تحقیق المورد میں وقتاً فوقتاً موصول ہوئے ہیں۔ سوالات کی ترتیب و تدوین میں اس کا التزام کیا گیا ہے کہ سوال کرنے والے کا نام بھی ہر سوال کے ساتھ درج کر دیا جائے۔ البتہ، ذاتی نوعیت کے سوالوں کے تحت اصل نام کے بجائے فرضی نام درج کیے گئے ہیں۔ اس کتاب کو ہم نے درج ذیل ابواب میں تقسیم کیا ہے:

۱۔ اصولی مباحث

۲۔ ایمانیات

۳۔ قرآن و حدیث

۴۔ عبادات

۵۔ معیشت

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

۶۔معاشرت

۷۔متفرق سوالات

اپنی حد تک ہم نے یہ کوشش کی ہے کہ ہمارے جوابات کتاب وسنت کے عین مطابق ہوں، لیکن بہرحال، اس میں غلطی یا خامی کا پورا امکان موجود ہے۔ مجھے امید ہے کہ جس طرح یہ کتاب ان شاءاللہ عام آدمی کے لیے فائدے کا باعث ہوگی، اسی طرح اس پر علما کی تنقید وتبصرہ ہمارے لیے رہنمائی کا باعث ہوگا۔

المورد، لاہور ——— محمد رفیع مفتی

جولائی ۲۰۰۸

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

بسم الله الرحمن الرحيم

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اصولی مباحث

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

قرآن دین کا تنہا ماخذ

سوال: اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کو ایک کامل کتاب قرار دیا ہے اور اس میں ہر چیز کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے، جیسا کہ بعض علما مختلف آیات کے حوالے سے یہ بیان کرتے ہیں۔ اگر یہ بات صحیح ہے تو پھر قرآن مجید کے ساتھ کسی اور چیز کو دین کا ماخذ بنانے کی کیا ضرورت ہے؟ (محمد علی سجاد خان)

جواب: قرآن مجید کی جن آیات میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ اس کتاب میں کوئی کمی نہیں ہے اور اس میں ہر چیز کو تفصیل سے بیان کر دیا گیا ہے، ان کا مطالعہ کرنے سے یہ پتا چلتا ہے کہ ان میں دین وشریعت کے اجزا زیر بحث ہی نہیں ہیں، بلکہ ان میں یہ بات کسی اور پہلو سے کہی گئی ہے، یہ آیات درج ذیل ہیں۔

ارشادِ باری ہے:

۱۔ مَا فَرَّطْنَا فِي الْكِتٰبِ مِنْ شَيْءٍ. (الانعام ۶: ۳۸)

''ہم نے اپنی کتاب میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔''

اس آیت کا مطلب ہے کہ:

''...جس طرح یہ کائنات ان نشانیوں سے مملو ہے جو پیغمبر کی دعوت کی حقانیت کی شاہد ہیں اسی طرح ہم نے قرآن میں بھی اپنے دلائل و براہین بیان کرنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی ہے۔ ایک ایک دعوے کو ایسے ناقابل انکار دلائل سے ثابت کیا ہے اور اتنے مختلف اسلوبوں اور پہلوؤں سے حجت قائم کی ہے کہ صرف عقل و دل کے اندھے اور بہرے ہی ان کے سمجھنے سے

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

قاصر رہ سکتے ہیں۔'' (تدبر قرآن ۴۹/۳)

۲۔ لَقَدۡ کَانَ فِیۡ قَصَصِہِمۡ عِبۡرَۃٌ لِّاُولِی الۡاَلۡبَابِ، مَا کَانَ حَدِیۡثًا یُّفۡتَرٰی وَلٰکِنۡ تَصۡدِیۡقَ الَّذِیۡ بَیۡنَ یَدَیۡہِ وَتَفۡصِیۡلَ کُلِّ شَیۡءٍ وَّہُدًی وَّرَحۡمَۃً لِّقَوۡمٍ یُّؤۡمِنُوۡنَ. (یوسف۱۲:۱۱۱)

''ان کی سرگزشتوں میں اہل عقل کے لیے بڑا سامانِ عبرت ہے۔ یہ کوئی گھڑی ہوئی چیز نہیں، بلکہ تصدیق ہے اس چیز کی جو اس سے پہلے موجود ہے اور تفصیل ہے ہر چیز کی اور ہدایت و رحمت ہے ایمان لانے والوں کے لیے۔''

امین احسن اصلاحی اس آیت کی وضاحت میں لکھتے ہیں:

''یعنی پچھلے انبیا اور ان کی قوموں کی سرگزشتوں میں اہل عقل کے لیے بڑا سامان عبرت موجود ہے بشرطیکہ یہ عقل سے کام لیں اور ان سرگزشتوں کو صرف دوسروں کی حکایت سمجھ کر نہ سنیں، بلکہ ان سے خود اپنی زندگی کو درست کرنے کے لیے سبق حاصل کریں۔ یہ قرآن کوئی من گھڑت کہانی نہیں ہے بلکہ جو پیشین گوئیاں اور جو حقائق آسمانی کتابوں میں پہلے سے موجود ہیں یہ ان کی تصدیق، ہر متعلق چیز کی تفصیل، آغاز کے اعتبار سے رہنمائی اور انجام کے اعتبار سے رحمت ہے ان لوگوں کے لیے جو ایمان لائیں۔'' (تدبر قرآن ۲۶۰/۴)

۳۔ وَنَزَّلۡنَا عَلَیۡکَ الۡکِتٰبَ تِبۡیَانًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّہُدًی وَّرَحۡمَۃً وَّبُشۡرٰی لِلۡمُسۡلِمِیۡنَ. (النحل۱۶:۸۹)

''اور ہم نے تم پر کتاب اتاری ہے ہر چیز کو کھول دینے کے لیے اور وہ ہدایت اور رحمت اور بشارت ہے فرماں برداروں کے لیے۔''

امین احسن اصلاحی صاحب فرماتے ہیں:

''... یہ اس چیز کا حوالہ ہے جو اس دنیا میں حق کی گواہی اور لوگوں پر اتمام حجت کا ذریعہ ہے۔ فرمایا کہ تمھارے اسی فرض منصبی کے تقاضے سے ہم نے تم پر کتاب اتار دی ہے جو شہادت حق کے لیے تمام پہلوؤں سے جامع اور مکمل اور ہر متعلق چیز کو اچھی طرح واضح کر دینے والی ہے تاکہ کسی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کے لیے گمراہی پر جمے رہنے کے لیے کوئی عذر باقی نہ رہ جائے۔'' (تدبر قرآن ۴/۴۳۸)

٤۔ وَ كُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا. (بنی اسرائیل ۱۷:۱۲)

''اور ہم نے ہر چیز کی پوری پوری تفصیل کر دی ہے۔''

امین احسن اصلاحی صاحب فرماتے ہیں:

''...یعنی آفاق کی ان نشانیوں کے علاوہ ہم نے تم پر یہ احسان بھی کیا ہے کہ اپنی اس کتاب میں بھی ہر ضروری چیز کی تفصیل کر دی ہے تاکہ غور کرنے والے کے اطمینان کے لیے یہ کتاب ہی کافی ہو جائے۔'' (تدبر قرآن ۴/۴۸۷-۴۸۸)

درج بالا آیات کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ قرآن مجید میں ہر چیز کے موجود ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس میں جو دعوت دی گئی ہے اور حق کی شہادت کے حوالے سے جو استدلال کیا گیا ہے، اس میں کوئی کمی نہیں ہے اور وہ ہر پہلو سے جامع ہے۔ چنانچہ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ کتاب اجزاے دین کے بیان اور ان کی تفصیلات کے پہلو سے مکمل ہے۔ اجزاے دین کے حوالے سے کئی چیزوں کو اس میں بیان ہی نہیں کیا گیا، مثلاً نماز کی رکعتیں، اوقات اور دیگر تفصیلات، زکوٰۃ کی شرحیں، مونچھیں پست رکھنا، عید الفطر اور عید الاضحیٰ وغیرہ۔ شریعت سے متعلق یہ اہم چیزیں قرآن مجید میں موجود ہی نہیں۔

چنانچہ یہ خیال کرنا صحیح نہیں ہے کہ قرآن مجید اس پہلو سے جامع ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ نے دین کے سب اجزا بیان کر دیے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اپنا دین ایک رسول کے ذریعے سے دیا ہے اور یہ بات ایک تاریخی سچائی ہے کہ اس رسول نے خدا کا یہ دین ہمیں علم کی صورت میں بھی دیا ہے اور عمل کی صورت میں بھی۔ جو دین ہمیں علم کی صورت میں ملا ہے، وہ سارے کا سارا قرآنِ مجید میں ہے اور جو عمل کی صورت میں ملا ہے، وہ وہ سنت ہے، جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت میں جاری کیا ہے۔

چنانچہ اگر ہم قرآن کے علاوہ سنت کے اس ذریعے کا انکار کرتے ہیں تو پھر ان سب اعمال کو ہم بطور دین قبول ہی نہیں کر سکتے۔ بے شک ان میں سے بعض چیزوں کا ذکر قرآن مجید میں بھی

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

موجود ہے، لیکن اس میں وہ ذکر اس طرح سے ہے کہ گویا یہ پہلے سے موجود اور متعارف چیزیں ہیں، جن پر لوگ عمل کر رہے ہیں اور قرآن محض کسی خاص پہلو سے ان کا ذکر کر رہا ہے۔ جب یہ حقیقت ہے تو پھر پورا دین حاصل کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم قرآن اور سنت، دونوں کی طرف رجوع کریں۔

سنت کی تعریف میں اختلاف

سوال: سنت کی تعریف میں اس قدر اختلاف کیوں ہے؟ لوگوں کی اکثریت کیوں سنت کی کلاسیکل تعریف ہی کی قائل ہے، جبکہ غامدی صاحب کے نزدیک سنت کی تعریف اس سے مختلف ہے۔ (محمد علی سجاد خان)

جواب: پوری امت اس پر متفق ہے کہ ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خدا کی طرف سے دین کے طور پر علم بھی دیا ہے اور عمل بھی، یہی علم و عمل صحابہ سے تابعین نے لیا اور پھر ان سے آگے یہ پوری امت میں پھیلا ہے، یہاں کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

جب علما نے اس دین کو مدون کرنا شروع کیا تو اس وقت مختلف اصطلاحات کا مسئلہ پیدا ہوا، سنت کا لفظ بھی انھی اصطلاحات میں سے ایک ہے۔

بعض علما نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ اور آپ کے اعمال کو سنت کا نام دیا، بعض نے آپ کی احادیث کو سنت کا نام دیا۔ غامدی صاحب کے نزدیک بطور اصطلاح سنت کے لفظ کو عملی تواتر سے ملنے والے ان دینی اعمال کے لیے بولا جانا چاہیے جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس امت میں جاری کیا تھا، چنانچہ وہ اصطلاحاً انھی کو سنت قرار دیتے ہیں۔

سنت کا یہی لفظ ایک دوسری اصطلاح کے طور پر بھی بولا گیا ہے، یعنی بعض علما نے ان نوافل کو بھی سنت کہا ہے جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرائض کے بعد یا ان سے پہلے تطوعاً پڑھا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اصطلاحاً سنت کا لفظ کس چیز پر بولنا چاہیے، اس میں محققین کی آرا مختلف ہوسکتی ہیں اور وہ مختلف ہیں۔

رہی یہ بات کہ انسانوں کی اکثریت سنت کی کلاسیکل تعریف ہی کی قائل کیوں ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ سنت کا لفظ اپنے جن اصطلاحی معنوں میں ایک لمبے عرصے سے بولا جاتا رہا ہے، ظاہر ہے کہ لوگ اسی کے قائل ہوں گے۔ غامدی صاحب نے سنت کو جن اصطلاحی معنوں میں بولا ہے، اگر امت کے نزدیک یہ زیادہ موزوں ہوا تو ان شاءاللہ وہ اسے قبول کر لے گی۔

سنت کا ماخذ

سوال: سنت کا ماخذ کیا ہے؟ کیا احادیث وآثار اور روایات ہی سنت کے مآخذ نہیں ہیں؟ (جنید احمد)

جواب: سنت کا ماخذ صحابہ کا اجماع اور عملی تواتر ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ سب صحابہ نے مجموعی طور پر بغیر کسی اختلاف کے فلاں فلاں عمل نبی کی جاری کردہ سنت کے طور پر امت کو دیا ہے، پھر ہر زمانے کے لوگوں نے مجموعی اتفاق سے وہی سب اعمال نبی کی جاری کردہ سنت کے طور پر اگلے زمانے کے لوگوں کو دیے ہیں۔

اگر یہ سوال کیا جائے کہ اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ فلاں فلاں عمل ہر زمانے کے لوگوں نے مجموعی اتفاق سے اگلے زمانے کے لوگوں کو دیا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ ہم ان سب اعمال کے بارے امت کے مجموعی علمی ذخیرے (تاریخ، حدیث، تفسیر، فقہ، مناظرے، علمی مباحث، وعظ و نصیحت کی کتب غرض ہر ہر جگہ) میں یہی بات لکھی ہوئی پاتے ہیں کہ یہ اعمال نبی کی جاری کردہ سنن ہیں اور ان کے بارے میں کسی ایک زمانے میں کسی ایک دن کے لیے بھی دو مختلف آرا نہیں رہیں، ہمیشہ سے (ہر زمانے کے) سبھی لوگ اس پر متفق رہے ہیں کہ یہ سب اعمال تو سنت ہی

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ہیں۔ یہ معاملہ نبی کی وفات کے فوراً بعد شروع ہوا اور حیران کن بات ہے کہ آج بھی لوگ انھیں پورے تیقن کے ساتھ ایسا ہی سمجھتے ہیں، بالکل اسی طرح، جیسے وہ قرآن کو خدا کی کتاب سمجھتے ہیں۔

نبی کی وفات سے دو تین صدیاں بعد جب احادیث کی کتب بڑی تحقیق کے ساتھ مرتب ہوئیں اور جھوٹی احادیث کو صحیح سے الگ کرنے کی کوشش کی گئی تو یہ ہو نہیں سکتا تھا کہ ان کتب میں ان اعمال کا ذکر نہ آتا، لہٰذا ہم دیکھتے ہیں کہ ان کتب حدیث میں بھی ان اعمال کا ذکر آ گیا جن اعمال پر یہ امت ان کتب کے وجود میں آنے سے پہلے ہی کھڑی تھی، بلکہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ نبی کی وفات کے فوراً بعد سے لے کر اس وقت تک کھڑی تھی، جب یہ کتب وجود میں آ رہی تھیں۔ چنانچہ یہ اعمال اپنے وجود کے لیے ان کتب حدیث کے نہ اس وقت محتاج تھے اور نہ آج محتاج ہیں۔

سنت کی بنیاد

سوال: 'نومولود کے دائیں کان میں اذان بائیں میں اقامت' کیسے سنت ہو گئی، جبکہ اس سے متعلق احادیث تو بہت ضعیف ہیں؟ (جنید احمد)

جواب: نومولود کے کان میں اذان و اقامت سے متعلق کوئی احادیث اگر موجود ہی نہ ہوتیں تب بھی یہ عمل اگر صحابہ کے اجماع اور تواتر سے بطور سنت ثابت ہوتا تو یہ سنت ہی قرار پاتا۔ احادیث کا کسی بھی عمل کو سنت قرار دینے میں کوئی لازمی کردار نہیں ہے۔ اگر ہمارا مجموعی علمی ذخیرہ کسی عمل کو سنت قرار دے رہا ہے اور اس بات کی کوئی مخالفت اس ریکارڈ میں کہیں بھی موجود نہیں ہے، یعنی سبھی علما، سبھی فقہا، سبھی مفسر غرض جس نے بھی (اپنی کسی کتاب وغیرہ میں) اس عمل پر بات کی ہے، اس نے اس کے سنت ہونے ہی کی بات کی ہے تو اب وہ سنت ہے، جیسا کہ اوپر واضح کیا گیا ہے۔

اگر ہم آپ کی یہ بات مان لیں کہ جب احادیث کی کتب مرتب ہو گئیں تو اب وہ سنت کا ماخذ بن گئیں تو اس سے ایک مسئلہ یہ پیدا ہو جاتا ہے کہ وہ چیز جو پہلے یقینی ذریعۂ علم، یعنی تواتر پر کھڑی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

تھی، وہ کتب حدیث کے وجود میں آنے کے بعد ظنی ذریعۂ علم پر کھڑی ہو گئی اور اب اس میں غلطی ہونے کا احتمال پیدا ہو گیا، جبکہ پہلے ایسا نہیں تھا اور دوسرا مسئلہ یہ کہ کتب حدیث کے وجود میں آنے کے بعد امت میں موجود وہ عملی تواتر کہاں گیا، جو کہ علم کا یقینی ذریعہ تھا۔ قولی یا عملی تواتر وہ ذریعۂ علم ہے جو ہمارے سامنے یقینی حقائق کو لاتا ہے، جبکہ خبر واحد ہمیں ظن غالب دیتی ہے اور بس۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ جو کہ غامدی صاحب کی بیان کردہ اصطلاح کے مطابق سنت کے دائرے میں نہیں آتا، وہ زیادہ تر احادیث ہی کے ذریعے سے ہمیں معلوم ہوا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اس سے ہمیں یقین کے درجے کا علم حاصل نہیں ہوتا۔

قرآن فہمی کے متعلق اختلاف رائے

سوال: جاوید احمد صاحب غامدی علامہ پرویز صاحب کی قرآن فہمی سے کس حد تک متفق ہیں؟ علمائے کرام نے پرویز صاحب پر کفر کے بہت فتوے لگائے تھے، غامدی صاحب کی پرویز صاحب کے بارے میں کیا رائے ہے، کیا وہ صحیح تھے یا غلط؟ (صفدر اقبال)

جواب: معاملہ یہ ہے کہ غامدی صاحب اور پرویز صاحب کی قرآن فہمی میں کوئی اتفاق نہیں ہے۔ ان دونوں حضرات کے قرآن فہمی کے اصولوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ غامدی صاحب نے اپنے قرآن فہمی کے اصولوں کو اپنی کتاب ''میزان'' کے باب ''اصول ومبادی'' میں ''مبادی تدبر قرآن'' کے عنوان کے تحت تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ہے، انھیں آپ وہاں دیکھ سکتے ہیں اور پرویز صاحب نے اپنی تفسیر ''مفہوم القرآن'' کی ابتدا میں اپنے اصولوں کو بیان کیا ہے۔ ان دونوں حضرات کے اصولوں میں پائے جانے والے ایک بنیادی فرق کو میں یہاں بیان کر دیتا ہوں۔

غامدی صاحب کے نزدیک قرآن فہمی کے لیے ضروری ہے کہ قرآن کے الفاظ کے وہی معنی

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

لیے جائیں جو نزول قرآن کے زمانے میں عربوں میں مستعمل تھے، جبکہ پرویز صاحب کے نزدیک کسی لفظ کے معنی اس کے مادے (root) سے طے کیے جائیں گے۔

تفصیل کے لیے آپ ان دونوں حضرات کی قرآن فہمی سے متعلق کتب کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

ہمارے نزدیک کسی پر کفر کا فتویٰ لگانا درست نہیں ہے۔ ہم دوسرے کی آرا سے اختلاف کر سکتے ہیں۔ اس کے خیالات کو غلط قرار دے سکتے ہیں، لیکن کسی کو کافر کہنے کا حق ہمیں حاصل نہیں۔ ہمارے نزدیک دین کے معاملے میں پرویز صاحب کی کئی آرا یکسر غلط تھیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ایمانیات

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

برمودا مثلث

سوال: ڈاکٹر عبدالغنی صاحب نے برمودا مثلث کے بارے میں ملنے والی معلومات کی بنا پر اپنا یہ نقطۂ نظر بیان کیا ہے کہ برمودا مثلث دراصل سجین کی طرف جانے والا راستہ ہے اور اس علاقے میں جو اڑن طشتریاں دکھائی دیتی ہیں، وہ درحقیقت وہ فرشتے ہیں، جو ارواح کو سجین کی طرف لے جاتے ہیں۔ وہ اپنے اس خیال کو Dr. Raymond A Moodi کی کتاب ''موت کے بعد زندگی'' میں بیان کردہ واقعات سے موکد کرتے ہیں۔ اس کتاب میں ڈاکٹر موڈی نے کچھ ایسے لوگوں کے بارے میں معلومات دی ہیں، جنھیں Clinically Dead قرار دیا گیا، لیکن کسی وجہ سے وہ دوبارہ زندہ ہو گئے، چنانچہ ان کے ذریعے سے ہمیں موت کے بعد ہونے والے بعض واقعات کے بارے میں پتا چل گیا۔ کیا ڈاکٹر عبدالغنی صاحب کی یہ تحقیق درست ہے۔ (عبدالوحید خان)

جواب: ڈاکٹر عبدالغنی فاروق صاحب نے برمودا مثلث کے بارے میں موجود معلومات کی جو توجیہ بیان کی ہے، یہ ان کی ایک رائے ہے، جس پر کوئی شخص غور وفکر کر سکتا ہے۔

البتہ اس بات میں پریشانی کی کوئی چیز نہیں کہ خدا کی کائنات کے بہت سے راز تا حال سر بستہ ہیں، ہو سکتا ہے کہ مستقبل میں ان میں سے کچھ انسان پر منکشف ہو جائیں اور بہت سے کبھی منکشف نہ ہوں۔

ڈاکٹر صاحب نے جس وادی میں قدم رکھنے کی کوشش کی ہے، ہمارا خیال ہے کہ اس میں قدم رکھنا درست نہیں ہے۔ فرشتے کیا اس طرح کا اپنا کوئی ظہور رکھتے ہیں، ہمارے پاس اس کا کیا

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ثبوت ہے؟ ہوسکتا ہے کہ یہ جنات کی کوئی دنیا ہو یا ہوسکتا ہے کہ یہ خدا کی کوئی ایسی مخلوق ہو جس کے بارے میں ہمیں خدا کی طرف سے کوئی علم دیا ہی نہیں گیا۔ میں بہت معذرت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ مجھے ڈاکٹر صاحب کی یہ توجیہ ایسے محسوس ہو رہی ہے کہ جیسے گاؤں سے شہر میں آنے والا کوئی شخص ہر نظر آنے والے آدمی کے بارے میں بس یہی طے کرنا چاہے کہ یہ میرے گاؤں کا کون سا آدمی ہے۔

ڈاکٹر موڈی کی کتاب ''موت کے بعد زندگی'' کے حوالے سے کی گئی تحقیقات دراصل، ان کے اس خیال پر مبنی ہیں کہ ایک آدمی کچھ دیر کے لیے واقعۃً مر کر دوبارہ اس دنیا میں واپس آ سکتا ہے۔ وہ جن لوگوں کو 'Clinically Dead' قرار دے رہے ہیں، ان کے بارے میں ان کی رائے یہ ہے کہ یہ وہ لوگ ہیں جو فی الواقع مر چکے تھے اور فرشتے ان کی روحیں نکال چکے تھے، لیکن پھر کسی وجہ سے ان کی ارواح ان کے جسموں میں لوٹا دی گئیں۔ چنانچہ اس صورت حال میں ہمیں عالم برزخ کے احوال کے بارے میں کچھ انسانوں کے مشاہدات جاننے کا موقع مل گیا۔

ہمارے خیال میں یہ سراسر لغو بات ہے۔ قرآن مجید موت کے بعد عالم برزخ میں داخل ہونے والوں کے بارے میں ہمیں یہ خبر دیتا ہے:

> ''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت سر پر آن کھڑی ہوگی تو وہ کہے گا کہ اے رب، مجھے پھر واپس بھیج کہ جو کچھ چھوڑ آیا ہوں، اس میں کچھ نیکی کماؤں! ہرگز نہیں! یہ محض ایک بات ہے، جو وہ کہنے والا بنے گا اور ان کے آگے اُس دن تک کے لیے ایک پردہ ہوگا، جس دن وہ اٹھائے جائیں گے۔'' (المومنون ۲۳: ۹۹-۱۰۰)

نیز فرمایا:

> ''اور اللہ تعالیٰ ہرگز کسی جان کو ڈھیل دینے والا نہیں، جبکہ اس کی مقررہ مدت آ پہنچے گی۔'' (المنافقون ۶۳: ۱۱)

ڈاکٹر عبدالغنی فاروق صاحب کا خیال ہے کہ ڈاکٹر موڈی نے کچھ دیر کے لیے مر کر دوبارہ زندہ ہو جانے والے جن افراد کے بارے میں اپنی تحقیقات پیش کی ہیں، یہ دراصل، وہ دوزخی افراد ہیں

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جنھیں پہلے وفات دے دی گئی اور فرشتے ان کی روحوں کو سجین کی طرف لے گئے، لیکن پھر کسی وجہ سے ان کی ارواح ان کے جسموں میں لوٹا دی گئیں۔

ہمارے خیال میں قرآن مجید کی مذکورہ بالا آیات مبارکہ کی روشنی میں ڈاکٹر عبدالغنی صاحب کا یہ تصور درست نہیں ہے۔

وجود باری کا اثبات

سوال: کسی دہریے کو ہم یہ کیسے ثابت کر سکتے ہیں کہ خدا موجود ہے؟ (عاقب خلیل خان)

جواب: اصل سوال یہ نہیں کہ خدا کا وجود ثابت کیا جائے، بلکہ یہ ہے کہ خدا کے وجود کا انکار کیسے ممکن ہے۔ انکار کرنے والوں کے ذہن میں عموماً اس کا جواب یہ آتا ہے کہ چونکہ وہ حواس خمسہ کی گرفت میں نہیں آتا، اس لیے وہ موجود ہی نہیں ہو گا، لیکن ان کی یہ بات درست نہیں، کیونکہ ہم سیکڑوں چیزوں کو حواس خمسہ سے نہیں، بلکہ عقل سے مانتے ہیں۔ اسی طرح بے شمار چیزوں کو ہم وجدان کی بنا پر مانتے ہیں، نہ کہ حواس خمسہ سے۔

اصل بات یہ ہے کہ کیا ہم خدا کے تصور کے بغیر اپنا اور اس کائنات کا خیال بھی دل میں لا سکتے ہیں؛ کیا خدا کے تصور کے بغیر اس کائنات کی، انسان کی اور اس زندگی کی کوئی توجیہ ممکن ہے؟ اور کیا اس توجیہ کے بغیر اعلیٰ اخلاق پر قائم کوئی زندگی ممکن ہے؟ اگر کسی کے خیال میں ایسا ممکن ہے تو یہ ہے وہ چیز جس کے حق میں اسے دلائل دینے چاہییں اور اس کو ثابت کرنا چاہیے، کیونکہ اس کے نتیجے میں خدا کی نفی ہو جائے گی۔

خدا ابدہ البدیہات ہے، اس کے بارے میں ثبوت اور دلائل کی ضرورت نہیں، وہ ثابت ہے۔ جو اس کی نفی کرنا چاہتا ہے، اس کے ذمے ہے کہ وہ اس کی نفی کے دلائل دے۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

فرشتوں کی حقیقت

سوال: کیا فرشتے اللہ کی طاقتوں میں سے ایک طاقت ہیں یا وہ ایک نوری مخلوق ہیں جو اپنا جسمانی وجود بھی رکھتی ہے جو انسانی روپ یا کسی بھی روپ میں ظاہر ہو سکتی ہے یا یہ اللہ تعالیٰ کی صفاتی طاقتیں ہیں جنھیں مختلف فرشتوں کے ناموں سے موسوم کیا گیا ہے؟ (آصف بن خلیل و قمر اقبال)

جواب: فرشتے اپنا تشخص رکھتے ہیں۔ وہ کائناتی قوتیں نہیں ہیں، نہ وہ خدا کی طاقتوں کے نام ہیں۔ قرآن مجید میں ان کے بارے میں جس طرح کلام کیا گیا ہے، وہ کلام بتاتا ہے کہ وہ اپنا ایک تشخص رکھتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

لَنْ يَّسْتَنْكِفَ الْمَسِيْحُ اَنْ يَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓئِكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ وَمَنْ يَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيَسْتَكْبِرْ فَسَيَحْشُرُهُمْ اِلَيْهِ جَمِيْعًا.

(النساء ۴: ۱۷۲)

''اور مسیح کو اللہ کا بندہ بننے سے ہرگز عار نہ ہوگا اور نہ مقرب فرشتوں کو عار ہوگا اور جو اللہ کی بندگی سے عار کرے گا اور تکبر کرے گا تو اللہ ان سب کو اپنے پاس اکٹھا کرے گا۔''

یہ آیت بتاتی ہے کہ مقرب فرشتے بھی مسیح علیہ السلام کی طرح کسی کام سے عار محسوس کرنے کی اور تکبر کرنے کی صلاحیت، بہر حال رکھتے ہیں اور وہ بھی مسیح کی طرح اللہ کا بندہ بننے اور اس کی عبادت کرنے کے مکلّف ہیں۔ اس طرح کی اور بھی بے شمار آیات ہیں، جن سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ فرشتے اپنا باقاعدہ تشخص رکھتے ہیں۔

ہم فرشتوں کے بارے میں بہت زیادہ نہیں جانتے، بس اتنا معلوم ہے کہ وہ اللہ کی ایک مخلوق ہے۔ ان کے ذمے جو کام ہوتے ہیں، انھیں وہ بڑی فرماں برداری سے بجالاتے ہیں۔

ہمیں اس بات میں کیوں کوئی اشکال ہو کہ فرشتے انسانی روپ دھار سکتے ہیں یا نہیں، اگر قرآن ایسی کوئی بات کرتا ہے کہ وہ انسانی روپ میں آ سکتے ہیں یا آئے ہیں تو ہم تہ دل سے اسے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

مانیں گے۔ ارشاد باری ہے:

فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا، قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا، قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا.

(مریم ۱۹: ۱۷-۱۹)

''تو ہم نے اس (مریم) کے پاس اپنی روح کو بھیجا، جو اس کے سامنے ایک کامل بشر کی صورت میں نمودار ہوئی۔ وہ بولی کہ اگر تم کوئی خدا ترس آدمی ہو تو میں تم سے خدا رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔ اس نے کہا کہ میں تو تمھارے رب ہی کا فرستادہ ہوں تاکہ تمھیں ایک پاکیزہ فرزند عطا کروں۔''

یہ آیت بتاتی ہے کہ خدا کی وہ فرستادہ روح بشر کی صورت دھار کر مریم کے پاس آئی تھی۔ اسی روح کو قرآن میں دوسری جگہوں پر روح الامین، روح القدس اور الروح کہا گیا ہے اور قرآن ہی کے دوسرے مقامات سے پتا چلتا ہے کہ یہ روح جبریل علیہ السلام ہیں۔

وہ فرشتے جو ابراہیم علیہ السلام کے پاس مہمانوں کی صورت میں آئے تھے، وہ بھی انسانی روپ ہی میں تھے، جبھی تو وہ انھیں پہچان نہ سکے تھے اور ان کے لیے بھنا ہوا گوشت لا کر رکھ دیا۔ پھر جب انھوں نے وہ نہیں کھایا تو آپ نے ان سے یہ کہا کہ آپ لوگ کھاتے کیوں نہیں۔

اس طرح کے بعض اور مقام بھی ہیں، جن سے یہ واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ فرشتوں نے انسانی روپ اختیار کیا ہے۔ چنانچہ اس کے بعد اس سے انکار کی کوئی وجہ ہی موجود نہیں ہے۔

عالم برزخ سے دنیا میں واپس آنا

سوال: آپ نے میرے کتابچے ''کائنات کے پانچ راز'' پر تنقید کرتے ہوئے یہ بیان کیا ہے کہ قرآن مجید کی واضح آیات کے مطابق موت کے بعد عالم برزخ سے کسی

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

شخص کا دنیا میں واپس آنا ممکن نہیں ہے، لیکن درج ذیل آیات قرآن مجید کے بیان کردہ عمومی اصول میں موجود استثنا کو بیان کرتی ہیں اور یہ بتاتی ہیں کہ موت کے بعد عالم برزخ سے کسی شخص کا دنیا میں واپس آنا ممکن ہے، ارشاد باری ہے:

۱۔ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ. ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ.

(البقرہ ۲: ۵۵-۵۶)

۲۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْيَاهُمْ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ. (البقرہ ۲: ۲۴۳)

۳۔ اَوْ كَالَّذِيْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا قَالَ اَنّٰى يُحْيِ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ مَوْتِهَا فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ. (البقرہ ۲: ۲۵۹)

آپ براے مہربانی اس معاملے میں اپنا نقطۂ نظر واضح کریں۔

(ڈاکٹر میاں عبدالغنی فاروق)

جواب: آپ نے بر مود امثلث سے متعلق اپنی تحقیق کی صحت پر اصرار کیا ہے اور یہ فرمایا ہے کہ جیسے قرآن مجید کی بعض آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ برزخ میں جانے والا کوئی شخص اس دنیا میں واپس نہیں آتا، اسی طرح بعض دوسری آیات سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اس میں استثنا موجود ہے اور پھر اس استثنا کے ثبوت کے لیے آپ نے سورۂ بقرہ کی بعض آیات پیش کی ہیں۔

ہمیں آپ کے اس سارے استدلال سے اختلاف ہے۔

چنانچہ ہم انسان کے عالم برزخ سے واپس نہ آنے سے متعلق آیات اور وہ آیات جو آپ کے خیال میں اس میں استثنا کو بیان کرتی ہیں، ان سب کو ایک ترتیب سے بیان کرتے اور پھر یہ دیکھتے

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ہیں کہ ان سے کیا حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے۔ وما توفیقی الا باللّٰہ.

عالم برزخ سے انسان کے واپس نہ آنے سے متعلق آیات درج ذیل ہیں:

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الۡمَوۡتُ قَالَ رَبِّ ارۡجِعُوۡنِ. لَعَلِّىۡٓ اَعۡمَلُ صَالِحًا فِيۡمَا تَرَكۡتُ كَلَّا اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا وَمِنۡ وَّرَآئِهِمۡ بَرۡزَخٌ اِلٰى يَوۡمِ يُبۡعَثُوۡنَ. (المؤمنون ۲۳:۹۹-۱۰۰)

''یہاں تک کہ جب ان میں سے کسی کی موت سر پر آن کھڑی ہوگی تو وہ کہے گا کہ اے میرے رب، مجھے پھر واپس بھیج کہ جو کچھ چھوڑ آیا ہوں، اس میں کچھ نیکی کماؤں! ہرگز نہیں! یہ محض ایک بات ہے، جو وہ کہہ رہا ہے، اور ان کے آگے اُس دن تک کے لیے ایک پردہ ہوگا، جس دن وہ اٹھائے جائیں گے۔''

نیز ارشاد باری ہے:

وَلَنۡ يُّؤَخِّرَ اللّٰهُ نَفۡسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُهَا وَاللّٰهُ خَبِيۡرٌ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ. (المنافقون ۶۳:۱۱)

''اور اللہ تعالیٰ ہرگز کسی جان کو ڈھیل دینے والا نہیں ہے، جبکہ اس (کے لیے اعمال کرنے) کی مقررہ مدت (اپنے اختتام کو) آ پہنچے۔''

ان آیات میں موجود درج ذیل الفاظ:

''جب ان میں سے کسی کی موت سر پر آن کھڑی ہوگی تو وہ کہے گا کہ اے رب، مجھے پھر واپس بھیج کہ جو کچھ چھوڑ آیا ہوں، اس میں کچھ نیکی کماؤں! ہرگز نہیں!''

اور:

''اللہ تعالیٰ ہرگز کسی جان کو ڈھیل دینے والا نہیں ہے، جبکہ اس (کے لیے اعمال کرنے) کی مقررہ مدت (اپنے اختتام کو) آ پہنچے۔''

یہ بتاتے ہیں کہ موت کے بعد اس دنیا میں انسان کی باقاعدہ واپسی کا کوئی امکان نہیں اور اس حوالے سے اللہ نے جو قانون بنایا ہے، اس میں کوئی استثنا نہیں ہے۔

لیکن آپ نے اپنے خط میں فرمایا ہے کہ بے شک ان آیات سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ کوئی

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

انسان عالم برزخ میں جا کر واپس نہیں آ سکتا، لیکن خود قرآن مجید ہی کی بعض آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں استثنا موجود ہے اور کئی لوگوں کو موت دے کر، یعنی عالم برزخ میں لے جا کر دوبارہ اس دنیا میں واپس لایا گیا ہے اور ان میں سے ایک ہزار تو وہ ہیں جن سے ڈاکٹر ریمونڈ اے موڈی براہ راست مل چکے ہیں۔

بہرحال، اب ہم ان آیات کو دیکھتے ہیں، جو آپ کے خیال میں مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہو کر اس دنیا میں نہ آنے کے اصول میں استثنا پیدا کر رہی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَاِذۡ قُلۡتُمۡ يٰمُوۡسٰى لَنۡ نُّؤۡمِنَ لَكَ حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهۡرَةً فَاَخَذَتۡكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنۡتُمۡ تَنۡظُرُوۡنَ. ثُمَّ بَعَثۡنٰكُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَوۡتِكُمۡ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ.

(البقرہ ۲: ۵۵-۵۶)

''اور یاد کرو جب تم نے کہا کہ اے موسیٰ، ہم تمھاری بات کا ہرگز یقین نہ کریں گے، جب تک ہم خدا کو سامنے نہ دیکھ لیں۔ پھر تم کو کڑک نے آ لیا اور تم دیکھتے رہ گئے۔ پھر تمھاری اِس موت کے بعد ہم نے تمھیں اٹھا کھڑا کیا، اِس لیے کہ تم شکر گزار بن کر رہو۔''

ان آیات میں موجود زیر بحث مسئلے کی شرح جاوید احمد صاحب غامدی نے درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

''...بنی اسرائیل کے مطالبے پر اللہ تعالیٰ کی تجلی 'صاعقة' کی صورت میں ظاہر ہوئی اور اس نے سارے پہاڑ میں ایسا زلزلہ ڈال دیا کہ وہ بالکل بدحواس ہو کر گر پڑے۔

عربی زبان میں موت کا لفظ، اگر قرینہ موجود ہو تو نیند اور بے ہوشی کے لیے بھی استعمال ہوتا ہے۔ یہاں جس موقع پر یہ لفظ آیا ہے اور جس طرح آیا ہے، اس سے صاف واضح ہوتا ہے کہ یہ بے ہوشی ہی کے معنی میں ہے۔ بنی اسرائیل اگرچہ اپنی سرکشی کے باعث اس کے مستحق تو نہ تھے کہ اس موت سے پھر زندگی کی طرف لوٹتے، لیکن سورۂ اعراف (۷) کی آیت ۱۵۵ سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا موسیٰ علیہ السلام نے اس موقع پر اس دل سوزی سے ان کے لیے معافی کی درخواست کی کہ اللہ تعالیٰ نے اُسے قبول فرما لیا۔'' (ماہنامہ اشراق، ستمبر ۱۹۹۹، ۱۲-۱۳)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

بعض دوسرے مفسرین بنی اسرائیل کے ان افراد کی موت کو حقیقی معنوں میں لینے کی گنجایش مانتے ہیں، لیکن ان کی بھی یہ مراد ہرگز نہیں ہوتی کہ ان افراد پر جب یہ موت آئی تھی تو ان کے لیے عالم آخرت کے پردے اسی طرح اٹھا دیے گئے تھے، جیسا کہ کسی بھی مرنے والے کے لیے اٹھائے جاتے ہیں، یعنی وہ فرشتوں کو دیکھ لیتا اور عالم برزخ کے احوال مثلاً علیین اور سجین کا مشاہدہ کر لیتا ہے۔

دوسری آیت کو دیکھیں:

اَلَمْ تَرَ اِلَی الَّذِیْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِیَارِھِمْ وَھُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ فَقَالَ لَھُمُ اللّٰہُ مُوْتُوْا ثُمَّ اَحْیَاھُمْ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ. (البقرہ ۲: ۲۴۳)

''کیا تم نے اُن لوگوں کو نہیں دیکھا جو ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت کے ڈر سے اپنے گھر چھوڑ کر اُن سے نکل کھڑے ہوئے۔ اِس پر اللہ نے فرمایا کہ مردے ہو کر جیو۔ (وہ برسوں اِسی حالت میں رہے) پھر اللہ نے اُنھیں دوبارہ زندگی عطا فرمائی۔ اِس میں شبہ نہیں کہ اللہ لوگوں پر بڑا فضل کرنے والا ہے، مگر لوگوں میں زیادہ ہیں جو (اُس کے) شکر گزار نہیں ہوتے۔''

ان آیات میں موجود زیر بحث مسئلے کی شرح جاوید احمد صاحب غامدی نے درج ذیل الفاظ میں کی ہے:

''اصل میں لفظ 'موتوا' آیا ہے، یعنی مر جاؤ۔ یہ قومی حیثیت سے ذلت اور نامرادی کی تعبیر ہے۔ ذریت ابراہیم کے معاملے میں اللہ کا قانون یہی تھا کہ ان کے جرائم کی سزا انھیں دنیا ہی میں دی جائے گی۔ چنانچہ جب ایمان اور عمل صالح کے بجاے انھوں نے اخلاقی بے راہ روی اور خوف و بزدلی کی زندگی اختیار کی اور اس طرح اللہ کے ساتھ نقض عہد کے مرتکب ہوئے تو اس کی سزا کے طور پر اللہ نے بھی انھیں ذلت و نامرادی کے حوالے کر دیا۔

سموئیل میں ہے کہ بنی اسرائیل پر یہ حالت پورے بیس سال تک طاری رہی:

''اور جس دن سے صندوق قریت یعریم میں رہا، تب سے ایک مدت ہو گئی، یعنی بیس برس

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

گزرے اور اسرائیل کا سارا گھرانا خداوند کے پیچھے نوحہ کرتا رہا۔'' (۷:۲)

یہ زندگی اسی قانون کے مطابق دی گئی جس کا ذکر اوپر ہوا ہے۔ بنی اسرائیل نے توبہ استغفار کر کے ازسرنو ایمان و اسلام کی راہ اختیار کی تو اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے صلے میں انھیں قومی حیثیت سے ازسرنو زندہ کر دیا اور دشمنوں کے مقابلے میں عزت اور سربلندی عطا فرمائی۔''

(ماہنامہ اشراق، مئی ۲۰۰۳، ۶)

چنانچہ یہ زندگی اور موت قومی حیثیت سے ان کی زندگی اور موت تھی۔

بعض مفسرین نے اس موت کو حقیقی معنوں میں لیا ہے، لیکن انھوں نے اس پر کوئی بات نہیں کی کہ یہ لوگ عالم آخرت کے احوال (علیین اور سجین) سے خبردار ہو چکے تھے اور پھر انھوں نے باقی زندگی ایمان بالغیب پر نہیں، بلکہ ایمان بالمشاہدہ پر گزاری تھی۔ اگر کسی کے لیے ایسا ہو جائے تو اس کے لیے خدا کی آزمایش کی ساری اسکیم ہی باطل ہو جاتی ہے۔

تیسری آیت کو دیکھیں:

اَوۡ كَالَّذِیۡ مَرَّ عَلٰی قَرۡیَۃٍ وَّہِیَ خَاوِیَۃٌ عَلٰی عُرُوۡشِہَا قَالَ اَنّٰی یُحۡیٖ ہٰذِہِ اللّٰہُ بَعۡدَ مَوۡتِہَا فَاَمَاتَہُ اللّٰہُ مِائَۃَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَہٗ قَالَ کَمۡ لَبِثۡتَ قَالَ لَبِثۡتُ یَوۡمًا اَوۡ بَعۡضَ یَوۡمٍ قَالَ بَلۡ لَّبِثۡتَ مِائَۃَ. (البقرہ ۲:۲۵۹)

''یا اُس شخص کی مثال ہے جس کا گزر ایک بستی پر ہوا جو اپنی چھتوں پر گری پڑی تھی۔ اُس نے حیرت سے کہا: اِس طرح فنا ہو جانے کے بعد اللہ اِسے کس طرح دوبارہ زندہ کرے گا؟ اِس پر اللہ نے اُسے سو سال کی موت دی، پھر اُٹھایا۔ (وہ اٹھا تو) پوچھا: کتنی مدت پڑے رہے؟ اُس نے جواب دیا: ایک دن یا اُس سے کچھ کم۔ فرمایا: نہیں، بلکہ سو سال اِسی حالت میں گزر گئے۔''

یہ ایک پیغمبر کا تجربہ ہے، لیکن اس میں بھی کہیں یہ ذکر نہیں کہ اس پیغمبر نے اس سو سالہ وفات کے دوران عالم آخرت کے مشاہدات کیے تھے، حالانکہ پیغمبر کو تو اس کی دنیوی زندگی ہی میں عالم آخرت سے متعلق بعض چیزوں کے مشاہدات کرائے جاتے ہیں۔ بہرحال، یہ آیات ان کے کسی اخروی مشاہدے کو بیان نہیں کرتیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

چنانچہ ہمیں اس بات پر اصرار ہے کہ قرآن مجید سے اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ملتا کہ کوئی شخص مرنے کے بعد عالم آخرت کا مشاہدہ کر کے اس دنیا میں واپس آیا ہو اور اس نے عام آدمی کی طرح دنیا میں پھر سے زندگی بسر کی ہو۔

خدا ہر چیز کو محیط ہے

سوال: ایک عالم یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر جگہ اپنے وجود کے ساتھ موجود نہیں، بلکہ اس کا علم ہر جگہ کا احاطہ کیے ہوئے ہے، کیا یہ بات درست ہے؟ (وجاہت علی خان)

جواب: ارشاد باری ہے:

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا. (النساء ۴:۱۲۶)

''اور اللہ ہی کے لیے ہے جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔''

خدا کا یہ احاطہ کرنا کسی بڑے مادی وجود کے چھوٹے مادی وجود کا احاطہ کرنے کی مثل نہیں ہے، بلکہ اس کا یہ احاطہ کرنا اس کے علم و قدرت کے اعتبار سے ہے اور یہی بات اس کی شان کے مطابق ہے۔

اسی طرح خدا کا موجود ہونا بھی اشیا کے موجود ہونے کی طرح نہیں ہوتا، چنانچہ جب ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا ہر جگہ موجود ہے تو اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ جیسے کوئی مادی وجود کسی ایک جگہ پر موجود ہوتا ہے، اسی طرح خدا (کسی ایک جگہ پر تو نہیں، البتہ وہ) ہر جگہ موجود ہے۔

نہیں، یہ بات صحیح نہیں ہے، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ خدا اپنے علم اور اپنی قدرت ہی کے اعتبار سے ہر جگہ موجود ہوتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

خدا کا ہر جگہ موجود ہونا

سوال: ایک عالم کہتے ہیں کہ خدا جسمانی طور پر ہر جگہ موجود نہیں ہے، بلکہ یہ اس کا علم ہے جس نے ہر چیز کا احاطہ کر رکھا ہے۔ کیا یہ بات صحیح ہے؟ (وجاہت علی خان)

جواب: خدا کا ہر جگہ جسمانی طور پر موجود ہونا تبھی سمجھ میں آتا ہے، جبکہ وہ کائنات کی اشیا کی طرح مادی جسم رکھتا ہو۔ خدا اس سے بہت پاک ہے کہ وہ جسم رکھے اور یہ بات قرآن میں موجود ہے کہ اللہ ہر چیز کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ چنانچہ اس صورت میں یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کہ خدا کا یہ احاطہ کرنا اپنے علم ہی کے حوالے سے ہے۔

ذات خدا کے متعلق دلیل ڈھونڈنا

سوال: کیا اسلام میں اپنے ایمان کی بنیاد کے بارے میں دلیل ڈھونڈنے کی اجازت ہے، مثلاً یہ کہ ہر چیز کی کوئی ابتدا ہوا کرتی ہے تو اللہ کی ابتدا کیا ہے، یعنی وہ کب سے موجود ہے اور وہ کہاں سے آیا ہے؟ کہیں ایسا تو نہیں کہ اس طرح کے سوالوں کے جواب تلاش کرنا ہی کفر ہے۔ (سید عمر حسنی)

جواب: خدا پر ایمان عقل و فطرت کی گواہی سے یا ان دونوں کے اطمینان پا جانے کی بنا پر ہوتا ہے۔ لہٰذا خدا پر ایمان لانے کے حوالے سے دلیل و استدلال کی نفی کرنا درست نہیں ہے۔

البتہ، ذات خدا سے متعلق ایسے سوال جیسے آپ نے بیان کیے ہیں کہ ہر چیز کی کوئی ابتدا ہوا کرتی ہے تو اللہ کی ابتدا کیا ہے، وہ کب سے موجود ہے اور کہاں سے آیا ہے؟ ان سوالات کا جواب تلاش کرنے کی کوشش کرنا آخری درجے کی حماقت اور جہالت ہے، کیونکہ ذات خدا کے بارے میں وہ معلومات ہی ہمارے پاس موجود نہیں جن کی بنیاد پر ایسے سوالوں کے جواب تلاش کرنا ممکن ہو۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ہم یہ تو کہہ سکتے ہیں کہ اس کائنات میں موجود نظم وضبط، توازن اور اشیا میں ہم آہنگی ہمیں اس بات کی طرف دھکیلتی ہے کہ اس کے پیچھے کوئی عظیم قدرت اور ذہانت موجود ہے جو با مقصد کام کرتی ہے۔

اگر ہم اس قدرت اور ذہانت کی ذات کے بارے میں، جسے ہم اس کائنات کا مقتدر مان رہے ہیں، کچھ جاننا چاہتے ہیں تو ضروری ہے کہ جیسے یہ کائنات ایک حد تک ہماری دسترس میں ہے، اسی طرح وہ ذات بھی کسی نہ کسی حد تک ہماری دسترس میں ہوتا کہ جیسے اس کائنات کے مطالعے سے ہم نے یہ بات اخذ کی ہے کہ اس کے پیچھے ایک قدرت اور ذہانت کارفرما ہے، اسی طرح ہم اس ذات کے مطالعے سے یہ طے کریں کہ اس کے پیچھے کون کارفرما ہے اور کب سے کارفرما ہے؟

ان سوالوں کے حوالے سے ہمارے محقق کا مسئلہ بس اس ذات تک پہنچنا ہے، جونہی وہ اس تک پہنچ جائے گا، اگلی تحقیقات آپ سے آپ شروع ہو جائیں گی۔ اگر وہ ذات بھی کائنات ہی کی اشیا کی طرح کی کوئی شے ہوئی تو پھر اسے مادی اصولوں پر پرکھ کر اس کے بارے میں کچھ کہنا ممکن ہوگا۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا خدا کو مخلوقات کی صف میں کھڑا کیا جا سکتا ہے؟ کیا وہ بھی اسی طرح زمان و مکان کا پابند ہے جیسے اس کائنات کی دوسری چیزیں پابند ہیں؟ کیا وہ کائنات کے اندر ہی کا ایک وجود ہے کہ ہم اس تک پہنچنے کی کوشش کریں؟ اگر وہ بھی مخلوقات میں سے ایک مخلوق ہے تو پھر اس کے بارے میں ہمارے ایسے سوالات با معنی ہیں، لیکن اگر وہ مخلوق نہ ہوا تو پھر شاید وہ ہمارے علم و عقل سے بالا وجود ہو اور اسے سمجھ سکنا ہمارے بس میں نہ ہو، کیونکہ ہم صرف مخلوقات ہی سے واقف ہیں۔

ہم اسے اس لیے مانتے ہیں کہ یہ کائنات اور ہمارا اپنا وجود اسے ماننے کی طرف ہمیں دھکیلتا ہے اور حیرت کی بات یہ ہے کہ وہی اس کائنات کی وہ واحد توجیہ ہے جو ہمارے سب سوالوں کا

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

شافی جواب ہے۔

اب رہا اس کی ذات کا معاملہ کہ وہ کہاں سے آیا ہے اور کب سے موجود ہے تو یہ معلوم کرنے کے لیے اس کے وجود تک پہنچنا، اس کا مشاہدہ و مطالعہ کرنا اور غور و فکر کے لیے بنیادی مواد حاصل کرنا ضروری ہے۔

بہر حال، حقیقت یہ ہے کہ فی الحال ہم مادے تک رسائی تو رکھتے ہیں، مگر اس کے پیچھے عقلاً محسوس ہونے والے ذہن تک ہماری کوئی رسائی نہیں ہے۔

اس صورت حال میں ہمیں کیا کرنا چاہیے؟

اس سوال کے دو جواب ہیں:

ایک یہ ہے کہ جب تک ہم خدا کی ذات کا مطالعہ کرکے اس کے بارے میں یہ نہیں جان لیتے کہ وہ کب سے ہے اور کہاں سے آیا ہے، اس وقت تک کے لیے ہم کائنات کے پیچھے کسی قدرت اور ذہانت کے کارفرما ہونے اور اس کائنات میں کسی مقصدیت کے موجود ہونے ہی سے انکار کر دیں یا دوسرے لفظوں میں اس وقت تک کے لیے ہم خدا کے وجود پر اس کائنات کی اور اپنے وجود کی صریح گواہی کا انکار کر دیں اور اس پر اپنے ایمان لانے کو اس وقت تک کے لیے موخر کر دیں، جب تک ہمیں یہ نہ پتا چلے کہ آخر وہ آیا کہاں سے ہے اور وہ کب سے ہے۔

ہمارے اس رویے کی مثال یہ ہوگی کہ جس شخص کے والدین کے بارے میں ہمیں یہ معلوم نہیں ہوگا کہ وہ کون ہیں، ہم اس شخص کے وجود کے بارے میں اپنے وجود کی ہر گواہی کا انکار کریں گے۔

دوسرا یہ ہے کہ جو کچھ ثابت ہو چکا ہے، اس کو مانا جائے۔ چنانچہ اگر یہ بات ثابت ہے کہ اس کائنات کے پیچھے کوئی قدیر، کوئی حکیم ہے تو اسے مانا جائے، یعنی اس پر ایمان لایا جائے اور اس کی ذات سے متعلق سوالات کا جواب جاننے کے لیے اس تک پہنچنے کا انتظار کیا جائے اور ان سوالوں کو فی الحال معلق رہنے دیا جائے، کیونکہ اس وقت ان پر غور و فکر ہمارے بس ہی میں نہیں ہے۔

ویسے یہ بات بھی غور طلب ہے کہ کیا یہ ضروری ہے کہ خدا کی ابتدا ہو؟ خدا کی ابتدا نہ ہونے سے یہی بات ثابت ہوگی کہ وہ ہماری معلوم اشیا کی طرح کی شے نہیں ہے۔ اگر وہ موجود ہے تو اس

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کے بارے میں یہ بات بھی ممکن ہے کہ وہ کائنات کی اشیا کی طرح کا نہ ہو۔ ہم اس کے بارے میں یہ سوال کہ وہ کب سے ہے اور وہ کہاں سے آیا ہے، آخر کس بل بوتے پر کر رہے ہیں۔

غور و فکر کفر نہیں ہوتا۔ کفر دراصل، اس حق کو نہ ماننا ہے جو آپ پر بالکل واضح ہے، جس کے بارے میں آپ کا دل کہتا ہے کہ آپ کو اسے لازماً قبول کرنا چاہیے، لیکن آپ جان بوجھ کر اسے نہیں مانتے۔

خدا کا علم اور بنی نوع انسان کی آزادی

سوال: خدا جبکہ بہت مہربان ہے تو اس نے ان لوگوں کو پیدا ہی کیوں کیا جنھیں اس کے علم کے مطابق اپنی آزاد مرضی سے گناہ کر کے دوزخ میں جانا تھا؟ (محمد عبدالعزیز)

جواب: اگر خدا اس شخص کو پیدا نہ کرے جو اس کے علم کے مطابق دوزخ میں جانے والا ہو تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس پر اپنے علم کو جبراً نافذ کر رہا ہے۔ خدا نے یہ جبر نہیں کیا؟ بلکہ ہر آدمی کو صحیح فطرت پر، یعنی نیکی کو پسند کرنے والا بنا کر پیدا کیا، جنت کو اس کے لیے انتہائی پسندیدہ چیز بنایا، دنیا کے اس امتحان میں کامیاب ہونے کی پوری صلاحیت اس کے اندر رکھ دی اور اب اسے اختیار و ارادہ کی آزادی دے دی کہ خواہ وہ نیک کام کرے اور جنت میں جائے یا بد کام کرے اور دوزخ میں جائے۔ بتائیے، اس میں کیا غلطی ہے؟ ہاں، اگر انسان اپنی فطرت ہی میں برا انسان بنایا گیا ہوتا اور خدا نے اس کے اندر دنیا کے اس امتحان میں کامیاب ہونے کی صلاحیت ہی نہ رکھی ہوتی تو پھر یقیناً خدا کا ایسے شخص کو دنیا کے امتحان میں ڈالنا ظلم تھا۔

اس کی مثال یہ ہو سکتی ہے کہ جس لڑکے کے بارے میں والدین کا خیال ہو کہ اسے اگر پڑھنے کے لیے کالج میں بھیجا گیا تو محض اپنی کام چوری کی وجہ سے یہ امتحان میں ناکام ہوگا، کیا والدین کا اسے جبراً کالج نہ بھیجنا اور امتحان دینے کا موقع ہی نہ دینا درست ہوگا؟ میرا خیال ہے کہ اگر لڑکے کو

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اختیار و ارادہ کی آزادی دینی ہے اور محنت کر کے امتحان میں کامیاب ہونے کی صلاحیت اس کے پاس ہے، کامیابی اس کو انتہائی عزیز ہے تو پھر اس پر کوئی جبر نہیں ہونا چاہیے، خواہ آپ کے اندازے جو کچھ بھی ہوں۔

البتہ اگر لڑکا کند ذہن ہے، اس کے پاس علم حاصل کرنے کی صلاحیت ہی نہیں ہے اور وہ کوئی علم و فن سیکھ ہی نہیں سکتا تو پھر اس کے بارے میں اپنے اس خیال پر عمل کرنا بالکل درست ہوگا کہ اسے کالج میں بھیجا ہی نہ جائے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

قرآن و حدیث

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ازواج اور اولاد کا دشمن ہونا

سوال: قرآن مجید میں یہ کہا گیا ہے کہ تمھاری بیویوں اور تمھارے بچوں میں سے بعض تمھارے دشمن ہیں، اس بات کا کیا مطلب ہے؟ (تلاوت شاہ)

جواب: قرآن مجید میں یہ بات ان الفاظ میں کہی گئی ہے:

''ایمان والو، تمھاری بیویوں اور تمھاری اولاد میں سے بعض تمھارے لیے دشمن ہیں تو ان سے بچ کر رہو۔ اور اگر تم انھیں معاف کرو گے اور درگذر کرو گے اور بخشو گے تو اللہ غفور و رحیم ہے۔ تمھارے مال اور تمھاری اولاد تمھارے لیے امتحان ہیں اور اللہ کے پاس بہت بڑا اجر ہے۔''

(التغابن ۶۴: ۱۴-۱۵)

پہلی بات یہ ہے کہ ان آیات میں ازواج اور اولاد کے لیے دشمن کا لفظ حقیقی معنوں میں نہیں، بلکہ نتیجے کے حوالے سے بولا گیا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ ان میں دراصل، انسان کو اس بڑی آزمایش سے متنبہ فرمایا گیا ہے کہ بعض اوقات خود اس کے بیوی اور بچے اسے خدا کے حقوق کی ادائیگی سے روکنے والے بن جاتے ہیں، خواہ وہ یہ کام خیر خواہانہ ذہن سے کر رہے ہوں یا آدمی خود ان کی محبت میں خدا سے غافل ہو رہا ہو، بہر حال دونوں صورتوں میں چونکہ اِس کا نتیجہ اُس کے لیے ہلاکت خیز ہوتا ہے، اس لیے ان کو دشمن کے لفظ سے تعبیر کیا گیا ہے۔ چنانچہ انسان کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ ان کی محبت میں گرفتار ہو کر خدا کے حقوق ہی سے غافل ہو جانے سے ضرور بچ کر رہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

رسول کا خدا کی عدالت ہونا

سوال: کسی قوم میں رسول کے عدالت بن کر آنے کا صحیح مطلب کیا ہے؟ مولانا امین احسن اصلاحی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں بعض جگہ یہ کہتے ہیں کہ کسی رسول کا قتل ہونا ثابت نہیں اور بعض جگہ یہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل نے رسولوں کی تکذیب اور قتل کے جرائم کیے تھے۔ یہ متضاد بیان ذہن کو اس معاملے میں الجھا دیتا ہے۔ یہ الجھن ان کی تفسیر میں موجود درج ذیل مقامات پر پیش آتی ہے:

ا۔ ''...رسولوں کی اس امتیازی خصوصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو یہ مہلت نہیں دیتا کہ وہ ان کو قتل کر دیں۔ چنانچہ رسولوں میں سے کسی کا قتل ہونا ثابت نہیں۔'' (تدبر قرآن ۲/۱۰۶)

۲۔ ''...اللہ نے یکے بعد دیگرے اپنے بہت سے رسول اور نبی بھیجے، اس عہد کو انھوں نے توڑ دیا اور جو رسول اس کی تجدید اور یاددہانی کے لیے آئے، ان کی باتوں کو اپنی خواہشات کے خلاف پا کر یا تو ان کی تکذیب کر دی یا ان کو قتل کر دیا۔''

(تدبر قرآن ۲/۵۶۶)

۳۔ ''...بنی اسرائیل نے رسولوں کی تکذیب اور ان کے قتل کے جو جرائم کیے ان پر ان کی فوری پکڑ نہیں ہوئی تو وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اب کوئی پکڑ ہو گی ہی نہیں، حالانکہ اللہ کی سنت یہ نہیں ہے کہ وہ لازماً ہر جرم کی سزا فوراً ہی دے۔ بلکہ وہ مجرموں کو ڈھیل دیتا ہے تا کہ وہ توبہ و اصلاح کر لیں اگر چاہیں۔'' (تدبر قرآن ۲/۵۶۶) (افتخار احمد)

جواب: پہلی بات یہ ہے کہ خود قرآن مجید ہی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ اس میں نبی اور رسول کے الفاظ الگ الگ معنوں میں آئے ہیں۔ درج ذیل آیت اس پر نصِ قاطع ہے:

ارشاد باری ہے:

وَمَآ اَرۡسَلۡنَا مِنۡ قَبۡلِكَ مِنۡ رَّسُوۡلٍ وَّلَا نَبِيٍّ. (الحج ۲۲:۵۲)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

''اور نہیں بھیجا ہم نے تم سے پہلے کوئی رسول اور نہ کوئی نبی۔''

اس آیت میں ''نبی'' اور ''رسول'' کے الگ الگ الفاظ صاف بتا رہے ہیں کہ رسول الگ ہے اور نبی الگ ہے، تبھی تو دونوں کا الگ الگ ذکر کیا جا رہا ہے۔

''رسول'' اور ''نبی'' کے الفاظ جب اصطلاحی معنوں میں استعمال ہوتے ہیں تو اس وقت ان کا کیا مفہوم ہوتا ہے اور رسول کے خدا کی عدالت ہونے کا کیا مطلب ہے، اسے واضح کرتے ہوئے غامدی صاحب اپنی کتاب ''میزان'' کے مقدمے ''دین حق'' میں لکھتے ہیں:

''...قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن (پیغمبروں) میں سے بعض ''نبوت'' کے ساتھ ''رسالت'' کے منصب پر بھی فائز ہوئے تھے۔

''نبوت'' یہ ہے کہ بنی آدم میں سے کوئی شخص آسمان سے وحی پا کر لوگوں کو حق بتائے اور اُس کے ماننے والوں کو قیامت میں اچھے انجام کی خوش خبری دے اور نہ ماننے والوں کو برے انجام سے خبردار کرے۔ قرآن اِسے ''انذار'' اور ''بشارت'' سے تعبیر کرتا ہے:

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ، مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ .

(البقرہ ۲: ۲۱۳)

''لوگ ایک ہی امت تھے۔ (اُنھوں نے اختلاف کیا) تو اللہ نے نبی بھیجے، بشارت دیتے اور انذار کرتے ہوئے۔''

''رسالت'' یہ ہے کہ نبوت کے منصب پر فائز کوئی شخص اپنی قوم کے لیے اِس طرح خدا کی عدالت بن کر آئے کہ اُس کی قوم اگر اُسے جھٹلا دے تو اُس کے بارے میں خدا کا فیصلہ اِسی دنیا میں اُس پر نافذ کر کے وہ حق کا غلبہ عملاً اُس پر قائم کر دے:

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ، فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ، وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ . (یونس ۱۰: ۴۷)

''اور ہر قوم کے لیے ایک رسول ہے۔ پھر جب اُن کا وہ رسول آ جائے تو اُن کے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اُن پر کوئی ظلم نہیں کیا جاتا۔''

اِنَّ الَّذِيْنَ يُحَآدُّوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ، اُولٰٓئِكَ فِى الْاَذَلِّيْنَ. كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اَنَا وَ رُسُلِیْ، اِنَّ اللّٰہَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ. (المجادلہ۵۸:۲۰-۲۱)

''بے شک، وہ لوگ جو اللہ اور اُس کے رسول کی مخالفت کر رہے ہیں، وہی ذلیل ہوں گے۔ اللہ نے لکھ رکھا ہے کہ میں غالب رہوں گا اور میرے رسول بھی۔ بے شک، اللہ قوی ہے، بڑا زبردست ہے۔''

رسالت کا یہی قانون ہے جس کے مطابق خاص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن کا ارشاد ہے:

ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ، وَلَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ. (الصّف۶۱:۹)

''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا کہ اُسے وہ (سرزمین عرب کے) تمام ادیان پر غالب کر دے، اگرچہ یہ بات (عرب کے) اِن مشرکوں کو کتنی ہی ناگوار ہو۔''

اِس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اِن رسولوں کو اپنی دینونت کے ظہور کے لیے منتخب فرماتے اور پھر قیامت سے پہلے ایک قیامت صغریٰ اُن کے ذریعے سے اِسی دنیا میں برپا کر دیتے ہیں۔ اُنھیں بتا دیا جاتا ہے کہ وہ خدا کے ساتھ اپنے میثاق پر قائم رہیں گے تو اِس کی جزا اور اِس سے انحراف کریں گے تو اِس کی سزا انھیں دنیا ہی میں مل جائے گی۔ اِس کا نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ اُن کا وجود لوگوں کے لیے ایک آیت الٰہی بن جاتا ہے اور وہ خدا کو گویا اُن کے ساتھ زمین پر چلتے پھرتے اور عدالت کرتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ اِس کے ساتھ اُنھیں حکم دیا جاتا ہے کہ حق کی جو نشانیاں خود اُنھوں نے بچشم سر دیکھ لی ہیں، اُن کی بنیاد پر اُس کی تبلیغ کریں اور اللہ تعالیٰ کی ہدایت بے کم و کاست اور پوری قطعیت کے ساتھ لوگوں تک پہنچا دیں۔ قرآن کی تعبیر کے مطابق یہ ''شہادت'' ہے۔ یہ جب قائم ہو جاتی ہے تو دنیا اور آخرت، دونوں میں فیصلۂ الٰہی کی بنیاد بن جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ اِن رسولوں کو غلبہ عطا فرماتے اور اِن کی دعوت کے منکرین پر اپنا عذاب نازل کر دیتے ہیں۔'' (میزان ۶۹-۷۰)

دوسری بات یہ ہے کہ خود قرآن مجید ہی سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس میں ''نبی'' اور ''رسول'' کے

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

الفاظ اپنے اصطلاحی معنوں سے ہٹ کر محض خدا کا فرستادہ، ایلچی اور پیغمبر کے معنوں میں بھی استعمال ہوئے ہیں۔ درج ذیل آیات اس پر نص قاطع ہیں:

''میں تیرے رب ہی کا پیغام بر ہوں تا کہ تمھیں ایک پاکیزہ فرزند عطا کروں۔'' (مریم ۱۹:۱۹)

اور:

''یہ سب ایمان لائے اللہ پر، اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر اور اس کے رسولوں پر، ان کا اقرار ہے کہ ہم خدا کے رسولوں میں کسی کے درمیان فرق نہیں کرتے اور کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔'' (البقرہ ۲:۲۸۵)

ان دونوں آیات میں ''رسول'' کا لفظ فرستادہ، ایلچی اور پیغمبر کے معنوں میں استعمال ہوا ہے۔ چنانچہ جب ''رسول'' یا ''نبی'' کا لفظ اپنے غیر اصطلاحی مفہوم میں آتا ہے تو پھر قرآن میں نبی کے لیے ''رسول'' اور رسول کے لیے ''نبی'' کا لفظ استعمال ہو جاتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ رسولوں کے قتل نہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ایسا نہیں ہو سکتا کہ ان کی قوم ان کی تکذیب کر کے ان پر غلبہ پا لے اور انھیں قتل کر دے۔

اب ہم ''تدبر قرآن'' کے درج ذیل ان تینوں اقتباسات کو دیکھتے ہیں، جن میں آپ نے تضاد محسوس کیا ہے:

۱۔ ''...رسولوں کی اس امتیازی خصوصیت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان کے دشمنوں کو یہ مہلت نہیں دیتا کہ وہ ان کو قتل کر دیں۔ چنانچہ رسولوں میں سے کسی کا قتل ہونا ثابت نہیں۔''

(تدبر قرآن ۲/۱۰۶)

۲۔ ''...اللہ نے یکے بعد دیگرے اپنے بہت سے رسول اور نبی بھیجے، اس عہد کو انھوں نے توڑ دیا اور جو رسول اس کی تجدید اور یاد دہانی کے لیے آئے ان کی باتوں کو اپنی خواہشات کے خلاف پا کر یا تو ان کی تکذیب کر دی یا ان کو قتل کر دیا۔'' (تدبر قرآن ۲/۵۶۶)

۳۔ ''...بنی اسرائیل نے رسولوں کی تکذیب اور ان کے قتل کے جو جرائم کیے ان پر ان کی فوری پکڑ نہیں ہوئی تو وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ اب کوئی پکڑ ہو گی ہی نہیں، حالانکہ اللہ کی سنت یہ نہیں ہے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کہ وہ لازماً ہر جرم کی سزا فوراً ہی دے۔ بلکہ وہ مجرموں کو ڈھیل دیتا ہے تاکہ وہ توبہ و اصلاح کر لیں اگر چاہیں۔'' (تدبر قرآن ۲/۵۶۶)

ان تینوں اقتباسات میں سے پہلے میں رسالت کے بارے میں قانون کے حوالے سے بات ہوئی ہے کہ وہ قوم جس میں رسول آتا ہے، وہ اگر اس کی تکذیب کر کے اسے قتل کرنا چاہے تو خدا انھیں اس کی مہلت نہیں دیتا۔

دوسرا اقتباس جس آیت کے تحت لکھا گیا ہے، اُس میں صرف ''رسول'' کا لفظ موجود ہے اور وہ بھی غیر اصطلاحی، یعنی ایلچی اور پیغمبر کے معنوں میں ہے۔ چنانچہ مولانا اصلاحی نے بھی اس آیت کے تحت ''رسول'' اور ''نبی'' کے الفاظ مترادفات کے طور پر استعمال کیے ہیں، یعنی یہاں ''رسول'' کا لفظ اپنے اصطلاحی معنی میں نہیں ہے۔

تیسرے اقتباس کا معاملہ بھی یہی ہے کہ یہاں ''رسول'' کا لفظ اپنے اصطلاحی معنی میں نہیں ہے۔ چنانچہ اس میں موجود ''رسولوں کی تکذیب اور ان کے قتل'' کے الفاظ سے ان کی مراد بنی اسرائیل کے انبیا کی تکذیب اور ان کا قتل ہے، کیونکہ جس آیت کے تحت یہ شرح لکھی گئی ہے، اس میں ''رسول'' کا لفظ اپنے اصطلاحی معنی میں نہیں، بلکہ خدا کے فرستادہ اور ایلچی کے معنی میں ہے۔ ہماری اس بات کی دلیل اس آیت ہی میں موجود ہے۔ ارشاد باری ہے:

''جب بھی ان کے پاس کوئی رسول ایسی بات لے کر آیا جو ان کی خواہش کے خلاف ہوئی تو ایک گروہ کی انھوں نے تکذیب کی اور ایک گروہ کو قتل کرتے رہے۔'' (المائدہ ۵:۷۰)

اس آیت میں رسولوں کی تکذیب اور ان کے قتل کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ ان کی بات بنی اسرائیل کی خواہش کے خلاف ہوتی تھی۔ ظاہر ہے کہ یہ محض رسولوں ہی کا معاملہ نہیں ہوتا کہ ان کی بات انسان کی خواہش کے خلاف ہوتی ہے، بلکہ نبیوں کا معاملہ بھی یہی ہوتا ہے، چنانچہ ضروری ہے کہ آیت میں موجود ''رسول'' کے لفظ میں رسول اور نبی دونوں کو شامل سمجھا جائے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

سورۂ نساء (۴) کی آیت ۶۹ کا مفہوم

سوال: سورۂ نساء کی آیت ۶۹ کا کیا مطلب ہے؟ (عرفان)

جواب: سورۂ نساء کی آیت ۶۹ درج ذیل ہے:

وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمَ اللّٰهُ عَلَيۡهِمۡ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيۡقِيۡنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيۡنَ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيۡقًا. (النساء۴:۶۹)

''اور جو اللہ اور (اس کے) رسول کی اطاعت کریں گے وہی ہیں جو انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین کے اس گروہ کے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے اپنا فضل فرمایا ہے اور یہ لوگ کیا ہی اچھے رفیق ہیں۔''

اس سے پچھلی آیات میں منافقین کو یہ توجہ دلائی جا رہی ہے کہ اگر وہ بھی اپنے خاندان، قبیلے اور گھر در کی وابستگیوں سے آزاد ہو کر پوری یک سوئی سے مسلمانوں کے معاشرے میں شامل ہو جائیں تو یہ ان کے حق میں بہتر ہے اور اسلام پر ان کے قدم جمانے میں یہ چیز نہایت کارگر ثابت ہو گی۔ پھر اس آیت میں اُن کی حوصلہ افزائی کے لیے فرمایا کہ وہ یہ خیال نہ کریں کہ یہ کوئی تباہی اور خودکشی کا راستہ ہے، بلکہ اگر وہ اللہ کے لیے اپنے گھر در چھوڑیں گے تو اللہ ان کو خاص اپنے پاس سے اجرِ عظیم دے گا اور ان کو صراطِ مستقیم کی ہدایت نصیب کرے گا، جو لوگ سب سے کٹ کر اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے ہیں، ان کو (آخرت میں) اللہ تعالیٰ اپنے انعام یافتہ بندوں — انبیا، صدیقین، شہدا اور صالحین — کی معیت و رفاقت میسر کرے گا اور یہ رفاقت وہاں بہت بڑا انعام ہو گی۔

دنیا کا پہلا انسان

سوال: کیا آدم علیہ السلام دنیا کے پہلے انسان تھے یا انسان کی تخلیق ان سے پہلے ہو

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

چکی تھی۔انسان کی تخلیق کیسے ہوئی تھی؟ کیا آدم علیہ السلام ہی پہلے نبی ہیں یا نوح علیہ السلام پہلے نبی ہیں۔ نیز فرشتوں کے آدم کو سجدہ کرنے کا واقعہ کیا کوئی حقیقی واقعہ ہے یا یہ قرآن کا ایک اندازِ تمثیل ہے؟ (آصف بن خلیل وقمر اقبال)

جواب: یقیناً آدم علیہ السلام ہی دنیا کے پہلے انسان تھے۔

ارشاد باری ہے:

خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ. (آل عمران۳:۵۹)

''خدا نے اس (آدم) کو مٹی سے پیدا کیا، پھر اس سے کہا کہ تو ہو جا تو وہ ہو گیا۔''

یعنی آدم کے ماں باپ نہ تھے۔ رہا یہ سوال کہ اللہ نے آدم کو مٹی سے کیسے بنایا تو یہ اُن امور میں سے ہے، جن کا اللہ نے ہمیں مشاہدہ نہیں کرایا۔ لہٰذا، ہم یقین کے ساتھ کچھ بھی نہیں کہہ سکتے، بس جتنے الفاظ قرآن میں آئے ہیں، انھی کو بیان کیا جا سکتا ہے، جیسا کہ وہ مٹی جس سے آدم کو بنایا گیا تھا، وہ پہلے گارا تھی پھر سوکھ کر کھنکھنانے لگی، پھر ایک مرحلے پر اس میں روح پھونکنے کا عمل ہوا تھا۔ ہمیں یہ معلوم نہیں ہے کہ اس عمل کی حقیقت کیا تھی۔

یقیناً آدم علیہ السلام ہی پہلے نبی تھے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰۤی اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ. (آل عمران۳:۳۳)

''بے شک اللہ نے منتخب فرمایا (نبوت کے لیے) آدم، نوح اور آل ابراہیم کو۔''

اس آیت میں آدم علیہ السلام کی نبوت کا ذکر ہے۔

فرشتوں کے سجدہ کرنے کا واقعہ تمثیلی نہیں، بلکہ حقیقی ہے۔ اس کا حکم اللہ نے تخلیق آدم سے پہلے ہی فرشتوں کو دے دیا تھا۔ ارشاد باری ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِیْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ. (الحجر۱۵:۲۸-۲۹)

''اور یاد کرو جب تیرے رب نے فرشتوں سے کہا کہ میں سڑے ہوئے گارے کی کھنکھناتی ہوئی مٹی سے ایک بشر پیدا کرنے والا ہوں تو جب میں اس کو مکمل کر لوں اور اس میں اپنی روح

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

میں سے پھونک لوں تو تم اس کے لیے سجدے میں گر پڑنا۔‘‘

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ نے فرشتوں کو تخلیق آدم سے پہلے ہی سجدے کا حکم دے دیا تھا۔ چنانچہ یہ بات تمثیلی نہیں ہو سکتی۔

سورۂ فیل میں فیل سے مراد

سوال: سورۂ فیل کی شرح میں یہ بتایا جاتا ہے کہ اصحاب فیل سے مراد ابرہہ کا وہ لشکر ہے جو کعبہ پر حملہ کرنے کے لیے ہاتھیوں پر سوار ہو کر آیا تھا۔ کیا یہ بات واقعی صحیح ہے کہ وہ لشکر ہاتھیوں ہی پر سوار تھا، کیونکہ عرب میں ہاتھی نہیں پائے جاتے۔ کیا اس سورت کا ترجمہ درست کیا جاتا ہے؟ (آصف بن خلیل و قمر اقبال)

جواب: یہ بات تو درست ہے کہ عرب میں ہاتھی نہیں پائے جاتے تھے، لیکن پہلی بات یہ ہے کہ وہ لشکر حبشہ سے آیا تھا۔ حبشہ براعظم افریقہ کا ملک ہے اور افریقہ میں ہاتھی پائے جاتے ہیں اور دوسری بات یہ ہے کہ عرب ہاتھی کے تصور سے واقف تھے اور وہ اس کے لیے ’’فیل‘‘ ہی کا لفظ بولتے تھے۔ یہ لفظ غالباً فارسی کے لفظ ’’پیل‘‘ سے معرب ہے۔ بہر حال، ابرہہ ہی کے حملے کے بارے میں ان کے جو اشعار ہمیں ملتے ہیں، ان میں صریح طور پر ہاتھیوں کا ذکر ہے، مثلاً ان کا شاعر ابوقیس کہتا ہے:

ومن صنعه يوم فيل الحبوش اذ كلما بعثوه وزم

’’اور اہل حبشہ کے فیل والے دن، اُس کے عجیب کرشموں میں سے یہ بات ہے کہ وہ لوگ جتنا اس کو اٹھاتے تھے، اتنا ہی وہ بیٹھا جاتا تھا۔‘‘

محاجنهم تحت اقرابه وقد كلموا انفه فانخرم

’’اُن کے آنکس اُس کی کمر اور پیٹ کے نچلے حصے کو زخمی کر رہے تھے اور اُنھوں نے اُس کی سونڈ بھی زخمی کر ڈالی تھی۔‘‘

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ان اشعار سے یہ ظاہر ہے کہ فیل بہر حال، کوئی ایسا جانور ہی تھا، جس کی سونڈ ہوتی ہے اور جسے ہانکنے کے لیے آنکس کا استعمال کیا جاتا ہے۔

چنانچہ ''اصحاب الفیل'' سے ہاتھی والے لوگ مراد لینے کے پہلو سے اس سورہ کا ترجمہ بالکل درست کیا جا رہا ہے۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

قرآن سے متعہ کا ثبوت

سوال: پانچویں پارے کے شروع میں متعہ کا ذکر موجود ہے۔ کیا اس آیت میں متعہ کی اجازت دی گئی ہے یا عربی میں نکاح ہی کو متعہ کہتے ہیں؟ (آصف بن خلیل و قمر اقبال)

جواب: نکاح اور متعہ میں فرق ہے۔ نکاح میں مرد و عورت زندگی بھر کے لیے ازدواجی تعلق قائم کرتے ہیں، جبکہ متعہ میں وہ کم یا زیادہ بہر حال، ایک متعین مدت تک کے لیے یہ تعلق قائم کرتے ہیں۔ عربوں کے ہاں متعہ رائج تھا، لیکن اسلام نے اسے حرام قرار دے دیا ہے۔

قرآن مجید کی جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے، وہ درج ذیل ہے:

وَاُحِلَّ لَكُمۡ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمۡ اَنۡ تَبۡتَغُوۡا بِاَمۡوَالِكُمۡ مُّحۡصِنِيۡنَ غَيۡرَ مُسٰفِحِيۡنَ فَمَا اسۡتَمۡتَعۡتُمۡ بِهٖ مِنۡهُنَّ فَاٰتُوۡهُنَّ اُجُوۡرَهُنَّ فَرِيۡضَةً وَلَا جُنَاحَ عَلَيۡكُمۡ فِيۡمَا تَرٰضَيۡتُمۡ بِهٖ مِنۡۢ بَعۡدِ الۡفَرِيۡضَةِ. (النساء۴: ۲۴)

''اور ان (محرمات) کے ماسوا عورتیں تمھارے لیے حلال ہیں، اس طرح کہ تم اپنے مال کے ذریعے سے ان کے طالب بنو، اُن کو قید نکاح میں لے کر، نہ کہ بدکاری (مادۂ منویہ بہانے) کے طور پر، پس ان میں سے جن سے تم نے تمتع کیا ہو تو ان کو ان کے مہر دو، فریضہ کی حیثیت سے۔ مہر کے ٹھہرانے کے بعد جو تم نے آپس میں راضی نامہ کیا ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں۔''

یہی وہ آیت ہے جس کے خط کشیدہ الفاظ سے متعہ کو ثابت کیا جاتا ہے، لیکن ان سے متعہ کو ثابت کرنا بالکل غلط ہے، کیونکہ یہ آیت جس سیاق و سباق میں آ رہی ہے، اس میں پہلے اُن خواتین

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کا ذکر ہے جو نکاح کے لیے حرام ہیں، پھر فرمایا کہ ان کے ماسوا نکاح کے لیے حلال ہیں، لیکن شرط یہ ہے کہ تم ان سے وقتی بدکاری (مادۂ منویہ بہانے) کے طور پر تعلق قائم نہ کرو، بلکہ باقاعدہ نکاح کر کے عورت کو اپنی حمایت و حفاظت میں لو اور انھیں ان کے مہر دو، چنانچہ اِن حلال عورتوں میں سے جن سے تم باقاعدہ نکاح کر کے زن و شو کا تعلق تو قائم کر چکے ہو، لیکن تم نے ابھی ان کے مہر نہیں دیے، اُنھیں اُن کے مہر دو، پھر مہر کی اس ادائیگی کے بعد اگر میاں بیوی باہمی رضامندی سے اس میں کوئی کمی بیشی کر لیں تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔

اس آیت میں 'اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ' کے وہ الفاظ موجود ہیں، جن کا مطلب ہی یہ ہے کہ ''تم ان کے طالب بنو مال (مہر) کے ذریعے سے، ان سے نکاح کر کے انھیں اپنی حمایت و حفاظت میں لیتے ہوئے، نہ کہ وقتی بدکاری (مادۂ منویہ بہانے) کے طور پر تعلق قائم کرتے ہوئے''۔ چنانچہ یہ آیت دراصل متعہ، جو کہ وقتی نکاح ہوتا ہے اور جس میں اصلاً مادۂ منویہ بہانے کے سوا نہ اولاد اور نہ عورت کی مستقل حفاظت و حمایت، اس طرح کا کوئی مقصد پیش نظر نہیں ہوتا، اُس کا دروازہ ہمیشہ کے لیے بند کر رہی ہے۔ لہٰذا اس کو متعہ کے حق میں کسی طرح بھی پیش ہی نہیں کیا جا سکتا۔

معجزے کا مقصد

سوال: کیا تمام نبیوں اور رسولوں کو معجزے عطا کیے گئے تھے؟ کیا معجزہ اللہ کے قانون فطرت سے متصادم نہیں ہوتا؟ کیا قرآن مجید میں یہ بات موجود ہے کہ اللہ اپنی سنت کے خلاف کوئی کام نہیں کرتا؟ (آصف بن خلیل وقمر اقبال)

جواب: یہ بات تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے سب رسولوں اور نبیوں کو معجزے دیے ہیں، کیونکہ بہت سے انبیا ایسے ہیں جن کے بارے میں ہمیں بالکل کوئی معلومات نہیں دی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

گئیں۔ معجزہ یقیناً اس کائنات میں اللہ تعالیٰ کے اپنے جاری کردہ قانون ہی کو توڑتا ہے اور معجزہ دیا بھی اسی لیے جاتا ہے کہ وہ جاری قانون کو توڑ کر یہ بتا دے کہ جس شخص کے ہاتھ سے یہ واقعہ سرزد ہو رہا ہے، اس کے پیچھے اس کائنات کا مالک کھڑا ہے۔ خدا نے قرآن مجید میں کہیں بھی ایسی کوئی بات نہیں کی کہ وہ کائنات میں اپنے جاری قانون کو ہرگز نہیں توڑے گا۔ اس ضمن میں جن آیات سے استدلال کیا جاتا ہے، ان کا قوانین فطرت سے کوئی دور کا واسطہ بھی نہیں ہے، بلکہ وہ آیات رسولوں کے بارے میں اللہ کی مستقل سنت سے متعلق ہیں۔ جیسا کہ ارشاد باری ہے:

لَـئِنۡ لَّمۡ يَنۡتَهِ الۡمُنٰفِقُوۡنَ وَالَّذِيۡنَ فِىۡ قُلُوۡبِهِمۡ مَّرَضٌ وَّالۡمُرۡجِفُوۡنَ فِى الۡمَدِيۡنَةِ لَنُغۡرِيَنَّكَ بِهِمۡ ثُمَّ لَا يُجَاوِرُوۡنَكَ فِيۡهَاۤ اِلَّا قَلِيۡلًا. مَّلۡعُوۡنِيۡنَ اَيۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَقُتِّلُوۡا تَقۡتِيۡلًا. سُنَّةَ اللّٰهِ فِى الَّذِيۡنَ خَلَوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَلَنۡ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبۡدِيۡلًا. (الاحزاب ۳۳: ۶۰-۶۲)

”یہ منافقین اور وہ لوگ جن کے دلوں میں روگ ہے اور جو مدینہ میں سنسنی پھیلانے والے ہیں، اگر اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو ہم تم کو ان پر اکسا دیں گے، پھر وہ تمھارے ساتھ رہنے کا بہت ہی کم موقع پائیں گے۔ ان پر پھٹکار ہوگی، جہاں ملیں گے پکڑے جائیں گے اور بے دریغ قتل کیے جائیں گے۔ یہی اللہ کی سنت رہی ہے ان لوگوں کے بارے میں جو پہلے ہو گزرے ہیں اور تم اللہ کی سنت میں ہرگز کوئی تبدیلی نہیں پاؤ گے۔“

یہ رسولوں کے مخالفین کے بارے میں اللہ کی سنت ہے، نہ کہ قوانین فطرت کے بارے میں۔

ترجمۂ قرآن

سوال: میں نے بعض لوگوں سے یہ سنا ہے کہ قرآن کا پہلا ترجمہ فارسی میں ہوا تھا اور پھر اسی فارسی ترجمے سے باقی تمام ترجموں میں رہنمائی لی گئی، جس کی وجہ سے ایرانیوں کے خیالات اور ان کے عقائد قرآن کے اُن ترجموں میں شامل ہو گئے ہیں،

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

چنانچہ یہ ترجمے قابل اعتبار نہیں ہیں، خصوصاً جبکہ ہم لوگ عربی زبان سے بھی ناواقف ہیں۔ کیا یہ بات آپ کے خیال میں درست ہے؟ (آصف بن خلیل و قمر اقبال)

جواب: ترجموں کے حوالے سے آپ نے جو بات لکھی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جس عالم نے قرآن کا فارسی میں ترجمہ کیا تھا، وہ تو کچھ عربی جانتا تھا، چنانچہ اس نے عربی قرآن کا فارسی میں ترجمہ کر لیا، لیکن جن لوگوں نے قرآن کا ترجمہ مثلاً اردو میں کیا ہے، وہ عربی کوئی خاص نہیں جانتے تھے، البتہ وہ فارسی بہت اچھی جانتے تھے، چنانچہ وہ فارسی ترجمے ہی کی مدد سے اردو میں قرآن کا ترجمہ کرنے پر مجبور تھے۔ یہ بات درست نہیں ہے۔ شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ کے اردو ترجمے کو دیکھیے، وہ ایک بے مثال ترجمہ ہے۔ کوئی شخص بھی یہ بات نہیں مان سکتا کہ مسلمان امت میں قرآن کا ترجمہ عربی زبان سے ناواقف لوگوں نے کیا ہے اور جو عربی زبان جانتے تھے، انھوں نے ایسے ترجمے اپنی آنکھوں کے سامنے ہونے دیے اور خود اس ضمن میں کوئی کام نہ کیا۔

اس طرح کے اشکالات عموماً ان لوگوں کے ہاں پیدا ہوئے ہیں جو عربی زبان سے ناواقف تھے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

معراج نبوی

سوال: کیا معراج کی رات نبی صلی اللہ علیہ وسلم آسمانوں پر تشریف لے گئے تھے؟ اور کیا معراج کا واقعہ قرآن سے ثابت ہے؟ (آصف بن خلیل و قمر اقبال)

جواب: معراج کے واقعے کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے۔ ارشاد باری ہے:

سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِہٖ لَیۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ اِلَی الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِیۡ بٰرَکۡنَا حَوۡلَہٗ لِنُرِیَہٗ مِنۡ اٰیٰتِنَا، اِنَّہٗ ہُوَ السَّمِیۡعُ الۡبَصِیۡرُ.

(بنی اسرائیل ۱۷:۱)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

''پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندے کو لے گئی ایک شب مسجد حرام سے اس دور والی مسجد تک، جس کے اردگرد کو ہم نے برکت بخشی ہے تاکہ ہم اس کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں، بے شک سمیع و بصیر وہی ہے۔''

اس آیت میں واقعۂ معراج کا ذکر ہے۔ اس آیت میں بظاہر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے آسمانوں پر جانے کا ذکر موجود نہیں ہے، لیکن حدیث میں اس کی جو تفصیلات بیان ہوئی ہیں، ان میں یہ ذکر موجود ہے کہ آپ آسمانوں پر گئے تھے۔ ہمارے خیال میں حدیث کا بیان 'لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا' (تاکہ ہم اس کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائیں) کے الفاظ کی تشریح و تفسیر ہے۔ بعض علما اسے ایک جسمانی واقعہ قرار دیتے ہیں، ہمارے خیال میں یہ آپ کا رؤیا تھا، جیسا کہ قرآن کی اسی سورۂ بنی اسرائیل کی آیت ۶۰ میں اسے رؤیا قرار دیا گیا ہے۔ البتہ نبی کا رؤیا چونکہ ایک حقیقی واقعہ ہوتا ہے، وہ محض ایک خواب نہیں ہوتا۔ لہٰذا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ وہ سارے واقعات حقیقتاً پیش آئے ہیں جو قرآن مجید یا احادیث صحیحہ میں بیان ہوئے ہیں۔

قبلۂ اول

سوال: کیا بیت المقدس ہمارا پہلا قبلہ ہے یا خانہ کعبہ ہی شروع سے مسلمانوں کا قبلہ رہا ہے؟ (آصف بن خلیل و قمر اقبال)

جواب: قرآن مجید کی درج ذیل آیات میں تحویل قبلہ کا یہ حکم بیان ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَيْهَا قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ يَهْدِیْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ. وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰی عَقِبَیْهِ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِیْرَةً اِلَّا عَلَی الَّذِیْنَ هَدَی اللّٰهُ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُ وْفٌ رَّحِیْمٌ. قَدْ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِی السَّمَآءِ فَلَنُوَلِّیَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَیْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ وَاِنَّ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَیَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا یَعْمَلُوْنَ. (البقرہ ۲:۱۴۲-۱۴۴)

’’(ابراہیم کی بنائی ہوئی مسجد کو، اے پیغمبر، ہم نے تمھارے لیے قبلہ ٹھیرانے کا فیصلہ کیا ہے تو) اب اِن لوگوں میں سے جو احمق ہیں، وہ کہیں گے: اِنھیں کس چیز نے اُس قبلے سے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے؟ اِن سے کہہ دو: مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کے ہیں، وہ جس کو چاہتا ہے، (اِن تعصّبات سے نکال کر) سیدھی راہ دکھا دیتا ہے۔ (ہم نے یہی کیا ہے) اور (جس طرح مسجد حرام کو تمھارا قبلہ ٹھیرایا ہے) اِسی طرح تمھیں بھی ایک درمیان کی جماعت بنا دیا ہے تاکہ تم دنیا کے سب لوگوں پر (دین کی) شہادت دینے والے بنو اور اللہ کا رسول تم پر یہ شہادت دے۔ اور اِس سے پہلے جس قبلے پر تم تھے، اُسے تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لیے ٹھیرایا تھا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ یہ ایک بھاری بات تھی، مگر اُن کے لیے نہیں، جنھیں اللہ ہدایت سے بہرہ یاب کرے۔ اور اللہ ایسا نہیں ہے کہ (اِس طرح کی آزمایش سے وہ) تمھارے ایمان کو ضائع کرنا چاہے۔ اللہ تو لوگوں کے لیے بڑا مہربان ہے، سراسر رحمت۔ تمھارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھتے رہے ہیں۔ (اے پیغمبر)، سو ہم نے فیصلہ کر لیا کہ تمھیں اُس قبلے کی طرف پھیر دیں جو تم کو پسند ہے۔ لہٰذا اب اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر دو اور جہاں کہیں بھی ہو، (نماز میں) اپنا رخ اُسی کی طرف کرو۔ یہ لوگ جنھیں کتاب دی گئی تھی، جانتے ہیں کہ اُن کے پروردگار کی طرف سے یہی حق ہے اور (اس کے باوجود) جو کچھ یہ کر رہے ہیں، اللہ اُس سے بے خبر نہیں ہے۔‘‘

ان آیات کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، البتہ آپ اس بات کا اہتمام ضرور کرتے تھے کہ آپ اس رخ پر کھڑے ہوں جس

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

پر خانہ کعبہ اور بیت المقدس دونوں ہی قبلے آپ کے سامنے آ جائیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک اہل کتاب سے مختلف کوئی طریقہ اختیار نہ کیا کرتے تھے، جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اس کا حکم یا اس کی اجازت نہ مل جاتی تھی۔

پھر جب آپ مدینہ میں آئے تو وہاں دونوں قبلوں کو بیک وقت سامنے رکھنا ممکن نہ تھا۔ لہٰذا، آپ نے اپنے اصول کے مطابق بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی، لیکن آپ کا جی یہ چاہتا تھا کہ آپ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ پھر جیسا کہ درج بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے، کچھ ہی عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دے دیا کہ آپ کعبہ ہی کو اپنا قبلہ بنائیں۔

چنانچہ ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مدینے میں مسلمانوں نے پہلے بیت المقدس کو اپنا قبلہ بنایا تھا۔

عیسیٰ علیہ السلام

سوال: کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام واقعی بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے یا حضرت مریم کی شادی ہوئی تھی اور اس کے بعد عیسیٰ علیہ السلام پیدا ہوئے تھے؟ کیا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا گیا تھا اور وہ قیامت سے پہلے دنیا میں دوبارہ واپس آئیں گے یا ان کی طبعی وفات ہوئی تھی؟ (آصف بن خلیل و قمر اقبال)

جواب: عیسیٰ علیہ السلام یقیناً بن باپ کے پیدا ہوئے تھے۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا:

اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَاللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ، خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ، اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِیْنَ. (آل عمران ۳: ۵۹-۶۰)

''بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، اس کو مٹی سے بنایا، پھر اس کو امر کیا

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کہ تو ہو جا تو وہ ہو گیا۔ یہی بات تمھارے رب کی طرف سے حق ہے تو تم شک کرنے والوں میں سے نہ بنو۔''

یہ آیت واضح طور پر یہ بتا رہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدایش کا معاملہ آدم علیہ السلام کی پیدایش کی مثل ہے اور آپ اسی طرح بغیر باپ کے مریم کے پیٹ میں حرف کن سے پیدا کیے گئے تھے، جیسے آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے مٹی سے حرف کن کے ساتھ پیدا کیے گئے تھے۔ پھر اس کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نصیحت بھی کر دی ہے کہ یہی بات حق ہے، لہٰذا، اے مخاطب، تم شک کرنے والوں میں نہ بنو۔

عیسیٰ علیہ السلام کے رفع کا قرآن مجید میں دو مقامات پر ذکر موجود ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَمَا قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا، بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ. (النساء ۴: ۱۵۷-۱۵۸)

''انھوں نے اس کو ہرگز قتل نہیں کیا، بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھا لیا۔''

اور فرمایا:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَيَّ. (آل عمران ۳: ۵۵)

''جب اللہ نے کہا: اے عیسیٰ، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا۔''

ان دونوں آیات سے یہ پتا چلتا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کو یہود نے ہرگز قتل نہیں کیا تھا، جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے، البتہ اللہ نے انھیں وفات دی تھی اور پھر اللہ نے ان کے بے جان جسم کو یہود کے ہاتھوں سے بچانے کے لیے اپنے پاس اٹھا لیا تھا۔ چنانچہ یہی بات صحیح ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔

اس سب کے باوجود اگر انھیں دنیا میں دوبارہ آنا ہے تو اس میں عقلاً کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ البتہ جن احادیث میں ان کے دنیا میں دوبارہ آنے کا ذکر ہے، خود قرآن مجید ہی کی بعض آیات ان سے متصادم ہیں، لہٰذا ان آیات کی روشنی ہی میں ان احادیث کو سمجھنا چاہیے۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

قیامت کا مفہوم

سوال: کیا قیامت کا مطلب دنیا اور کائنات کا خاتمہ ہے یا اس سے مراد وہ وقت اور زمانہ ہے، جب اللہ تعالیٰ کا نظام، یعنی دین نافذ ہو جائے گا؟ اس سلسلے میں قرآن مجید سے کیا بات ثابت ہوتی ہے؟ (آصف بن خلیل وقمر اقبال)

جواب: قرآن مجید کے مطابق قیامت کا واضح طور پر صرف اور صرف یہی مطلب ہے کہ دنیا میں پیدا ہونے والے ہر آدمی کو مرنا ہے، پھر ایک دن یہ زمین شدید زلزلوں کی وجہ سے بالکل ہموار ہو جائے گی اور انسانوں کی یہ دنیا ختم ہو جائے گی، یہ کائنات بھی توڑ پھوڑ دی جائے گی۔ پھر نئی دنیا وجود میں آئے گی، لوگ مر کر ہڈیاں ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے اور میدان حشر میں حساب کتاب کے لیے اکٹھے کیے جائیں گے، سب لوگوں کا حساب کتاب ہوگا اور پھر وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جنت یا دوزخ میں داخل ہو جائیں گے۔ یہ سب کچھ قرآن کی صریح آیات سے ثابت ہے۔ ذیل میں ان درج بالا باتوں میں سے ہر ایک سے متعلق آیات پیش کی جاتی ہیں۔

دنیا میں پیدا ہونے والے ہر آدمی کو مرنا ہے:

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ. (آل عمران ۳:۱۸۵)

''ہر انسان کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔''

پھر ایک دن یہ زمین شدید زلزلوں کی وجہ سے بالکل ہموار ہو جائے گی اور انسانوں کی یہ دنیا ختم ہو جائے گی:

اِذَا زُلْزِلَتِ الْاَرْضُ زِلْزَالَهَا وَ اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَثْقَالَهَا. (الزلزال ۹۹:۱-۲)

''جب زمین پوری شدت کے ساتھ ہلا دی جائے گی اور وہ اپنے اندر کے سارے بوجھ نکال کر باہر ڈال دے گی۔''

وَاِذَا الْاَرْضُ مُدَّتْ، وَاَلْقَتْ مَا فِيْهَا وَ تَخَلَّتْ. (الانشقاق ۸۴:۳-۴)

''اور جب زمین تان دی جائے گی اور وہ اپنے اندر کی چیزیں باہر ڈال کر فارغ ہو جائے

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

گی۔''

كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ. (الرحمٰن ۵۵:۲۶)

''اس زمین پر جو کچھ ہے، وہ سب فانی ہے۔''

یہ کائنات بھی توڑ پھوڑ دی جائے گی:

اِذَا السَّمَآءُ انْفَطَرَتْ، وَاِذَا الْكَوَاكِبُ انْتَثَرَتْ. (الانفطار ۸۲:۱-۲)

''جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب ستارے بکھر جائیں گے۔''

پھر نئی دنیا وجود میں آئے گی:

يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ. (ابراہیم ۱۴:۴۸)

''جس دن یہ زمین دوسری زمین سے بدل دی جائے گی اور آسمان دوسرے آسمان سے۔''

لوگ مر کر ہڈیاں ہو جانے کے بعد دوبارہ زندہ ہوں گے اور میدان حشر میں حساب کتاب کے لیے اکٹھے کیے جائیں گے:

يَقُوْلُوْنَ ءَ اِنَّا لَمَرْدُوْدُوْنَ فِي الْحَافِرَةِ، ءَ اِذَا كُنَّا عِظَامًا نَّخِرَةً، قَالُوْا تِلْكَ اِذًا كَرَّةٌ خَاسِرَةٌ، فَاِنَّمَا هِيَ زَجْرَةٌ وَّاحِدَةٌ، فَاِذَا هُمْ بِالسَّاهِرَةِ.

(النّٰزعٰت ۷۹:۱۰-۱۴)

''پوچھتے ہیں: کیا ہم پھر پہلی حالت میں لوٹائے جائیں گے، کیا جبکہ ہم کھنکھناتی ہڈیاں ہو چکیں گے، کہتے ہیں: یہ لوٹایا جانا تو بڑے ہی خسارے کا ہوگا۔ وہ تو بس ایک ہی ڈانٹ ہوگی کہ دفعۃً وہ سب میدان میں آموجود ہوں گے۔''

سب لوگوں کا حساب کتاب ہوگا:

هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ جَمَعْنٰكُمْ وَالْاَوَّلِيْنَ. (المرسلٰت ۷۷:۳۸)

''یہ ہے فیصلے کا دن، ہم نے جمع کر لیا ہے تم کو بھی اور اگلوں کو بھی۔''

پھر وہ ہمیشہ ہمیش کے لیے جنت یا دوزخ میں داخل ہو جائیں گے:

وَتُنْذِرَ يَوْمَ الْجَمْعِ لَا رَيْبَ فِيْهِ فَرِيْقٌ فِي الْجَنَّةِ وَ فَرِيْقٌ فِي السَّعِيْرِ.

(الشوریٰ ۴۲:۷)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

''اور اس دن سے ڈراؤ، جو سب کو اکٹھا کرنے کا دن ہوگا، جس کے آنے میں کسی شک کی گنجایش نہیں ہے، (اس دن) ایک گروہ جنت میں داخل ہوگا اور ایک گروہ دوزخ میں۔''

بَلٰی مَنْ کَسَبَ سَیِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِیْٓئَتُهٗ، فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ. (البقرہ ۲:۸۱)

''البتہ، جس نے کمائی کوئی بدی اور اس کے گناہ نے اس کو اپنے گھیرے میں لے لیا تو وہی لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ، هُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ. (البقرہ ۲:۸۲)

''اور جو ایمان لائے اور انھوں نے بھلے کام کیے تو وہی جنت والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔''

یہ آیات اپنے مفہوم کے اعتبار سے بالکل واضح ہیں، اس طرح کی اور بے شمار آیات قرآن میں موجود ہیں، ان کو کسی ایسے مجازی مفہوم میں لینا ممکن ہی نہیں، جس سے اس کائنات میں کوئی توڑ پھوڑ واقع نہ ہو، لوگ مر کر دوبارہ زندہ نہ ہوں، ان کے اعمال کا حساب کتاب نہ ہو اور وہ اپنے اچھے اعمال کے بدلے میں جنت نہ پائیں اور برے اعمال کے بدلے میں دوزخ کی سزا سے ہم کنار نہ ہوں۔ جن لوگوں نے انھیں مجازی مفہوم میں لینے کی کوشش کی ہے، انھوں نے علم کی دنیا میں اپنی جہالت کا پورا ثبوت دے دیا ہے۔

وقوع قیامت

سوال: بعض علما کا یہ خیال ہے کہ مرنے کے فوراً بعد ہر انسان کے اعمال کا حساب کتاب ہو جاتا ہے اور وہ جنت یا دوزخ جس کا بھی مستحق ہو، اس میں چلا جاتا ہے۔ یہی وہ قیامت ہے جو انسان پر آتی ہے۔ اس فوراً حساب کتاب کی وجہ وہ یہ بتاتے ہیں کہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اللہ تعالیٰ ''سریع الحساب'' ہے، لہٰذا وہ قیامت کے حساب کتاب میں دیر نہیں کرتا۔ لیکن علما ہی کے ایک دوسرے گروہ کا خیال یہ ہے کہ حساب کتاب قیامت ہی کے دن ہو گا، وہاں از اول تا آخر تمام انبیا کو اور ان کی امتوں کو اکٹھا کیا جائے گا، پھر ان کے اعمال کا حساب کتاب ہو گا اور پھر اس کے بعد لوگ اپنے اچھے یا برے اعمال کے مطابق جنت یا دوزخ میں جائیں گے۔

آپ یہ بتائیے کہ قرآن مجید کی آیات کی روشنی میں ان دونوں میں سے کون سی رائے صحیح ہے؟ (غلام یٰسین)

جواب: پہلی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کے الفاظ 'سَرِیْعُ الْحِسَابِ' کا مفہوم اگر ہم اپنے معیارات اور اپنے ذہنی پیمانوں سے طے کریں گے تو یہ صحیح نہیں ہو گا۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اِنَّهُمْ يَرَوْنَهٗ بَعِيْدًا، وَّ نَرٰهُ قَرِيْبًا، يَوْمَ تَكُوْنُ السَّمَآءُ كَالْمُهْلِ وَتَكُوْنُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ. (المعارج ۷۰: ۶-۹)

''وہ اس کو بہت دور خیال کر رہے ہیں اور ہم اس کو نہایت قریب دیکھ رہے ہیں، جس دن آسمان تیل کی تلچھٹ کی مانند ہو جائے گا اور پہاڑ دھنی ہوئی اون کی مانند۔''

آج سے تقریباً سوا چودہ سو سال پہلے مشرکین مکہ نے قیامت کے بارے میں جب یہ خیال ظاہر کیا کہ وہ تو بہت دور ہے تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ تم اسے بہت دور سمجھ رہے ہو اور ہم اسے نہایت قریب دیکھ رہے ہیں۔

آج چودہ صدیاں گزرنے کے باوجود، وہ قیامت ابھی تک نہیں آئی، جس میں آسمان تیل کی تلچھٹ کی مانند اور پہاڑ دھنی ہوئی اون کی مانند ہو جائیں گے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نزول قرآن کے زمانے ہی میں اس کو قریب دیکھ رہا تھا۔ کیا قیامت کے قریب ہونے کے بارے میں خدا کی بات غلط ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ خدا ہی کی بات صحیح ہے۔ البتہ اِس وقت ہمارا فہم اس کو پوری طرح سمجھنے سے قاصر ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

دنیا میں ایک لمبی زندگی گزارنے کے بعد جب لوگ قیامت کے دن اٹھیں گے اور ان سے پوچھا جائے گا کہ تم دنیا میں کتنا عرصہ رہے تو وہ کہیں گے کہ 'یَوْمًا اَوْ بَعْضَ یَوْمٍ' (ایک دن یا اس کا کچھ حصہ)، ظاہر ہے کہ جس دن انسان کو اپنی ساٹھ ستر سالہ زندگی ایک دن یا اس کا کچھ حصہ محسوس ہوگی تو امید ہے کہ اس دن اسے یہ بھی محسوس ہو جائے گا کہ قیامت بہت ہی قریب تھی اور یہ بہت جلد آ گئی ہے۔

چنانچہ ہمیں خدا کی بات کو اپنے معیارات اور اپنے پیمانوں کے مطابق نہیں لینا چاہیے۔

اعمال انسانی کے حساب کتاب کے بارے میں جو دو مختلف نقطہ ہائے نظر آپ نے پیش کیے ہیں، ان میں سے دوسرا نقطۂ نظر ہی صحیح ہے۔ آیات قرآن اسی کی تصدیق کرتی ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ، فَاِذَا النُّجُوْمُ طُمِسَتْ، وَاِذَا السَّمَآءُ فُرِجَتْ، وَاِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ، وَاِذَا الرُّسُلُ اُقِّتَتْ، لِاَیِّ یَوْمٍ اُجِّلَتْ، لِیَوْمِ الْفَصْلِ.

(المرسلٰت ۷۷: ۷-۱۳)

''بے شک جو وعدہ تم سے کیا جا رہا ہے، وہ شدنی ہے۔ پس جبکہ ستارے بے نشان کر دیے جائیں گے اور آسمان پھٹ جائے گا اور پہاڑ ریزہ ریزہ کر دیے جائیں گے اور رسولوں کی حاضری کا وقت آ پہنچے گا، کس دن کے لیے وہ ٹالے گئے ہیں، فیصلے کے دن کے لیے۔''

ان آیات کا صاف مطلب یہ ہے کہ قیامت اس وقت آنی ہے جب ستاروں نے اپنی روشنی کھو دینی ہے، آسمان نے پھٹ جانا ہے، پہاڑوں نے ریزہ ریزہ ہونا ہے، جب یہ سب کچھ ہو جائے گا تب خدا کے سامنے رسولوں کے حاضر ہونے کا وقت آ جائے گا، ان کی یہ حاضری، فیصلے کے اس خاص دن ہی کے لیے مؤخر کی گئی ہے:

قَالَ یٰٓاِبْلِیْسُ مَا مَنَعَکَ اَنْ تَسْجُدَ لِمَا خَلَقْتُ بِیَدَیَّ، اَسْتَکْبَرْتَ اَمْ کُنْتَ مِنَ الْعَالِیْنَ، قَالَ اَنَا خَیْرٌ مِّنْهُ خَلَقْتَنِیْ مِنْ نَّارٍ وَّ خَلَقْتَهٗ مِنْ طِیْنٍ، قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّکَ رَجِیْمٌ وَّاِنَّ عَلَیْکَ لَعْنَتِیْٓ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِیْٓ اِلٰی یَوْمِ یُبْعَثُوْنَ قَالَ فَاِنَّکَ مِنَ الْمُنْظَرِیْنَ، اِلٰی یَوْمِ الْوَقْتِ

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

الْمَعْلُوْمِ. (ص ۳۸: ۷۵-۸۱)

''اے ابلیس، تجھے اس (وجود) کو سجدہ کرنے سے کس چیز نے منع کیا جسے میں نے اپنے ہاتھوں سے پیدا کیا ہے؟ یہ تو نے تکبر کیا ہے یا تو کوئی برتر ہستی ہے، اس نے کہا: میں اس سے برتر ہوں، تو نے مجھے آگ سے پیدا کیا ہے اور اس کو مٹی سے پیدا کیا، حکم ہوا تو یہاں سے نکل جا، کیونکہ تو راندۂ درگاہ ہوا اور تجھ پر میری لعنت ہے، جزا کے دن تک، اس نے کہا: اے میرے رب، مجھے مہلت دے، اس دن تک کے لیے جس دن لوگ اٹھائے جائیں گے۔ ارشاد ہوا: تجھ کو مہلت دی گئی، وقت معین تک کے لیے۔''

ان آیات سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے اٹھائے جانے کا ایک خاص دن ہے۔ چنانچہ شیطان نے اسی خاص دن تک کے لیے خدا سے مہلت مانگی تھی۔

ارشاد باری ہے:

وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌ بِيَمِيْنِهٖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ. وَنُفِخَ فِي الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰهُ، ثُمَّ نُفِخَ فِيْهِ اُخْرٰى فَاِذَا هُمْ قِيَامٌ يَّنْظُرُوْنَ. وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ. وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ. وَسِيْقَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا... وَسِيْقَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا. (الزمر ۳۹: ۶۷-۷۳)

''اور لوگوں نے خدا کی صحیح قدر نہیں جانی، قیامت کے دن زمین ساری کی ساری اس کی مٹھی میں ہوگی اور آسمان کی بساط بھی اس کے ہاتھ میں لپٹی ہوئی ہوگی۔ وہ پاک اور برتر ہے ان چیزوں سے جن کو یہ شریک بناتے ہیں اور صور پھونکا جائے گا تو آسمانوں اور زمین میں جو بھی ہیں سب بے ہوش ہو کر گر پڑیں گے، مگر جن کو اللہ چاہے، پھر دوبارہ اس میں پھونکا جائے گا تو

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

دفعۃً وہ کھڑے ہو کر تاکنے لگیں گے اور زمین اپنے رب کے نور سے چمک اٹھے گی اور رجسٹر رکھا جائے گا اور انبیا اور گواہ حاضر کیے جائیں گے اور لوگوں کے مابین انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور ان پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا اور ہر جان کو اس کے عمل کا پورا بدلہ دیا جائے گا اور وہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے رہے ہیں۔ اور جن لوگوں نے کفر کیا ہوگا، وہ گروہ در گروہ جہنم کی طرف ہانک کر لے جائے جائیں گے... اور جو لوگ اپنے رب سے ڈرتے رہے، وہ گروہ در گروہ جنت کی طرف لے جائے جائیں گے۔''

یہ آیات بھی بہت صراحت کے ساتھ بتا رہی ہیں کہ لوگوں کے اعمال کا حساب کتاب ان کے مرنے کے ساتھ ہی نہیں ہو جائے گا، بلکہ اس سے پہلے کئی واقعات ہوں گے۔ صور میں دو دفعہ پھونکا جائے گا، سب لوگ اپنی قبروں سے اٹھ کھڑے ہوں گے، خدا زمین کو اپنی مٹھی میں پکڑ لے گا، آسمان کی بساط کو اپنے ہاتھ میں لپیٹ لے گا اور اپنی بزرگی بیان کرے گا۔ پھر خدا ہی جانتا ہے کہ کتنے مراحل اور گزریں گے اور پھر زمین خدا کے نور سے چمک اٹھے گی۔ تب رجسٹر رکھا جائے گا، انبیا اور گواہ حاضر کیے جائیں گے اور لوگوں کے مابین انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور پھر اس کے بعد گناہ گار جہنم کی طرف اور نیکوکار جنت کی طرف لے جائے جائیں گے:

اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ. لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا فِيْمَا تَرَكْتُ كَلَّا، اِنَّهَا كَلِمَةٌ هُوَ قَآئِلُهَا، وَمِنْ وَّرَآئِهِمْ بَرْزَخٌ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ. فَاِذَا نُفِخَ فِى الصُّوْرِ فَلَآ اَنْسَابَ بَيْنَهُمْ يَوْمَئِذٍ وَّلَا يَتَسَآءَلُوْنَ. فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ. وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فِىْ جَهَنَّمَ خٰلِدُوْنَ. (المؤمنون ۲۳: ۹۹-۱۰۳)

''جب ان میں سے کسی کی موت سر پر آن کھڑی ہوگی تو وہ کہے گا: اے میرے رب، مجھے پھر واپس بھیج کہ جو کچھ میں دنیا میں چھوڑ آیا ہوں، اس میں کچھ نیکی کما لوں، ہرگز نہیں یہ محض ایک بات ہے جو وہ کہہ رہا ہے اور اب ان سب مرنے والوں کے آگے اس دن تک کے لیے ایک پردہ ہوگا، جس دن یہ اٹھائے جائیں گے۔ چنانچہ جب صور پھونکا جائے گا تو اس دن آپس کا

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

نسب کام نہ آئے گا اور نہ وہ ایک دوسرے سے مدد کے طالب ہوں گے۔ پس جن کے پلڑے بھاری ہوں گے، وہی لوگ فلاح پانے والے ہوں گے اور جن کے پلڑے ہلکے ہوں گے تو وہی ہیں جنھوں نے اپنے آپ کو گھاٹے میں ڈالا، وہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔‘‘

ان آیات میں بہت صراحت سے یہ بیان کیا گیا ہے کہ موت کے بعد قیامت کا دن آنے تک لوگ برزخ میں رہیں گے، پھر صور پھونکا جائے گا، پھر اعمال کا وزن ہوگا اور اس کے بعد لوگ اپنے اپنے اعمال کے مطابق جنت یا جہنم میں جائیں گے۔

اس مضمون کی بے شمار آیات قرآن میں موجود ہیں، جن کی کوئی اور توجیہ نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ ان کے خلاف ہر تصور باطل ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ایمان بالرسالت کی ضرورت

سوال: سورۂ بقرہ کی آیت ۶۲ اور سورۂ مائدہ کی آیت ۶۹ جن میں یہ بتایا گیا ہے کہ مسلمان، عیسائی، یہودی اور صابی جو بھی اللہ پر ایمان رکھے گا، یوم حساب سے ڈرے گا اور نیک کام کرے گا، اس کے لیے اس کے رب کے پاس اجر ہوگا اور وہ ایسی زندگی میں ہوگا جس میں نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ کوئی غم، ان آیات سے کیا مراد ہے؟ کیا یہود و نصاریٰ اور صابئین یا کسی بھی غیر مسلم کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری نہیں ہے؟ (غلام یٰسین)

جواب: یہ دونوں آیات دراصل، ایک ہی بات بیان کر رہی ہیں اور وہ یہ کہ انسان کے لیے بخشش کا اصل معیار اللہ اور آخرت پر ایمان اور عمل صالح ہے۔ اگر کوئی شخص ان پر پورا اترتا ہے اور اس نے کوئی ایسا جرم بھی نہیں کیا جو اس کے ایمان کے لازمی تقاضے کے خلاف ہو تو پھر اس کی بخشش ہو جائے گی۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

استاذ محترم غامدی صاحب اپنی تفسیر ''البیان'' میں سورۂ بقرہ کی آیت ۶۱ اور ۶۲ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ. اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ. (البقرہ ۲: ۶۱-۶۲)

''(وہ یہی کرتے رہے) اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کا غضب کما لائے۔ یہ اِس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے تھے اور اُس کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ یہ اِس وجہ سے ہوا کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ اللہ کی ٹھیرائی ہوئی کسی حد پر نہ رہتے تھے۔

(اِن پر اس عذاب کو دیکھو، یہ بتاتا ہے کہ نجات کسی گروہ کے لیے خاص نہیں ہے۔ اس لیے) وہ لوگ جو اب مسلمان ہوئے ہیں اور جو (اِن سے پہلے) یہودی ہوئے اور جو نصاریٰ اور صابی کہلائے، اُن میں سے جن لوگوں نے بھی (اپنے اپنے وقت میں) اللہ کو فی الواقع مانا اور اسی طرح قیامت کے دن کو مانا اور نیک عمل کیے ہیں، صرف اُنھی کا صلہ اُن کے پروردگار کے پاس ہے اور (اُس کے حضور میں) اُن کے لیے کوئی اندیشہ ہوگا اور نہ وہ کوئی غم (وہاں) کھائیں گے۔'' (ماہنامہ اشراق، نومبر ۱۹۹۹، ۹-۱۱)

ان آیات کی شرح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں کہ:

''...یہ ذلت اور مسکنت اس لیے ان پر تھوپی گئی کہ انھوں نے پے در پے جرائم کا ارتکاب کیا اور اپنی سرکشی اور تعدی کے باعث ہر حد توڑ دی، یہاں تک کہ اللہ کے نبیوں تک کو قتل کر ڈالا۔ یہوداہ میں ان کے بادشاہ یوآس کے حکم سے زکریا علیہ السلام کو عین ہیکل میں مقدس اور قربان گاہ کے درمیان سنگ سار کیا گیا۔ انھی کے فرماں روا ہیرودیس کے حکم سے یحییٰ علیہ السلام کا سر ایک تھال میں رکھ کر اس کی معشوقہ کی نذر کر دیا گیا۔ سیدنا مسیح علیہ السلام کو بھی انھوں نے اپنے زعم

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کے مطابق سولی پر چڑھا دیا۔ یہ الگ بات ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انھیں ان کے شر سے محفوظ رکھا۔ پھر یہی نہیں، اس بدترین جرم کا ارتکاب انھوں نے 'بغیر الحق'، یعنی بغیر کسی وجہ جواز کے کیا۔ قتل نفس، پھر انبیا علیہم السلام کا قتل اور وہ بھی بغیر کسی وجہ جواز کے، گویا اس جرم کی تمام سنگینیاں انھوں نے ایک ہی جگہ جمع کر دیں۔ قرآن نے واضح کر دیا کہ ان کے انبیا کی اولاد ہونے کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان جرائم کے بعد انھیں چھوڑ نہیں دیا، بلکہ ان کی پاداش میں انھیں پکڑا اور اسی دنیا میں ان کے جرائم کی سزا انھیں دی۔ ...قرآن نے یہ بات نہایت غیر مبہم طریقے پر واضح کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی شخص کو فلاح محض اس بنیاد پر حاصل نہ ہوگی کہ وہ یہود و نصاریٰ میں سے ہے یا مسلمانوں کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے یا صابی ہے، بلکہ اس بنیاد پر حاصل ہوگی کہ وہ اللہ کو، اور قیامت کے دن کو فی الواقع مانتا رہا ہے اور اُس نے نیک عمل کیے ہیں۔ ہر مذہب کے لوگوں کو اسی کسوٹی پر پرکھا جائے گا، اس سے کوئی بھی مستثنیٰ نہ ہوگا۔ یہود کا یہ زعم محض زعم باطل ہے کہ وہ یہودی ہونے ہی کو نجات کی سند سمجھ رہے ہیں۔ یہ بات ہوتی تو اللہ دنیا میں بھی ان کے جرائم پر ان کا مواخذہ نہ کرتا، لہٰذا وہ ہوں یا مسلمان یا کسی اور مذہب و ملت کے پیرو، ان میں سے کوئی بھی محض پیغمبروں کو ماننے والے کسی خاص گروہ میں شامل ہو جانے سے جنت کا مستحق نہیں ہو جاتا، بلکہ اللہ اور آخرت پر حقیقی ایمان اور عمل صالح ہی اُس کے لیے نجات کا باعث بنتا ہے۔'' (ماہنامہ اشراق، نومبر ۱۹۹۹، ۹-۱۰)

لیکن اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی (نجات کی) یہ بشارت، ظاہر ہے کہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ آدمی نے کسی ایسے جرم کا ارتکاب نہ کیا ہو جو ایمان اور عمل صالح کے باوجود اسے جہنم کا مستحق بنا دیتا ہے، مثلاً: کسی بے گناہ کو قتل کر دینا یا جانتے بوجھتے اللہ کے کسی سچے پیغمبر کو جھٹلا دینا۔

'فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ' کا صحیح مفہوم

سوال: سورۂ بقرہ میں بنی اسرائیل کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ 'فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ' (اپنے

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

نفسوں کو قتل کرو) اس حکم کا کیا مطلب ہے؟

۱۔ کیا اس سے خود کشی مراد ہے؟

۲۔ ایک دوسرے کو قتل کرنا مراد ہے؟

۳۔ نفس امارہ کو قتل کرنا، یعنی مجاہدۂ نفس کرنا مراد ہے؟

حیرانی کی بات یہ ہے کہ اس حکم کے بعد اسی سورہ کی اگلی آیات میں بنی اسرائیل پر یہ تنقید کی جا رہی ہے کہ 'ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ' (پھر یہ تمھی لوگ ہو جو اپنوں کو قتل کرتے ہو اور اپنے ہی ایک گروہ کو ان کی بستیوں سے نکالتے ہو)، اس تضاد کی کیا وضاحت ہے؟ (قاری محمد اسحاق)

جواب: 'فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ' کی آیت ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل کے گوسالہ پرستی کے جرم سے متعلق ہے۔ چنانچہ پہلی بات یہ ہے کہ بچھڑے کی پرستش بنی اسرائیل کے سارے لوگوں نے نہیں کی تھی، بلکہ ان میں سے ایک گروہ نے یہ مشرکانہ اقدام کیا تھا، جیسا کہ درج ذیل دو آیات سے پتا چلتا ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ. (الاعراف ۷: ۱۵۲)

''بے شک جن لوگوں نے بچھڑے کو معبود بنایا ہے، انھیں عنقریب ان کے رب کی طرف سے غضب لاحق ہوگا۔''

اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَآءُ مِنَّا. (الاعراف ۷: ۱۵۵)

''(موسیٰ نے کہا) کیا تو ہمیں ایسے جرم کی پاداش میں ہلاک کر دے گا، جس کا ارتکاب ہمارے اندر کے بے وقوفوں نے کیا ہے۔''

دوسری بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل سے متعلق زیر بحث آیت کا پورا مضمون درج ذیل ہے:

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ. (البقرہ ۲: ۵۴)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

''اور یاد کرو جب موسیٰ نے اپنی قوم سے کہا: اے میری قوم کے لوگو، تم نے بچھڑے کو معبود بنا کر اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے تو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرو اور خود اپنے (مجرموں) کو اپنے ہاتھوں سے قتل کرو، یہ تمھارے لیے تمھارے پیدا کرنے والے کے نزدیک بہتر ہے۔''

اگر قرآن مجید کی اس بات کو ہم ملحوظ رکھیں کہ بنی اسرائیل کے ایک گروہ نے بچھڑے کی پرستش کا جرم کیا تھا تو پھر اس درج بالا آیت کا مطلب ہی یہ بنتا ہے کہ اے بنی اسرائیل، تم خود اپنے مجرموں کو قتل کرو۔

اور پھر مزید یہ بات بھی ہے کہ اگر ہم 'فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ' میں 'اَنْفُسَكُمْ' سے ''اپنے مجرموں کو'' کے بجائے ''تم سب اپنے آپ کو'' مراد لیں تو پھر اس سزا میں نیک و بد اور صالح و مجرم، دونوں شامل ہو جاتے ہیں جو کسی طرح بھی صحیح نہیں ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

قرآن میں اہل کتاب کی تحسین کی وجہ

سوال: سورۂ آل عمران میں اہل کتاب کے بعض افراد کے بارے میں تحسین اور تعریف کے کچھ کلمات ہیں اور ان کے ایمان دار ہونے کا ذکر موجود ہے، مثلاً 'یَتْلُوْنَ اٰیٰتِ اللّٰہِ'، 'یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ' اور 'اُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِیْنَ'۔ کیا قرآن مجید کی اس بات کا مطلب یہ ہے کہ یہ لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان نہ لانے کے باوجود صالح اور مومن ہی قرار دیے جا رہے ہیں؟

کیا ان کا یہ مومن اور صالح ہونا صرف عند اللہ ہے، یعنی آخرت کے حوالے سے ہے یا پھر دنیوی قانون کے لحاظ سے بھی وہ مومن اور صالح ہی متصور ہوں گے؟

اگر وہ دنیوی پہلو سے بھی مومن ہی ہوں گے تو پھر کیا اس کا مطلب یہ ہوا کہ جو شخص اللہ پر ایمان رکھتا ہے، اس کے اخلاقی حدود و قیود کو مانتا ہے اور اللہ کے پیغمبروں میں سے

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کسی ایک کو بھی مانتا ہے تو وہ شخص مومن ہوگا؟ جیسا کہ سورۂ بقرہ اور سورۂ آل عمران کی درج ذیل آیات سے یہ بات ثابت بھی ہوتی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِئِيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ. (۶۲:۲)

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ. (۶۴:۳) (قاری محمد اسحاق)

جواب: اہل کتاب کے بارے میں تحسین اور تعریف کے جن کلمات کا آپ نے ذکر کیا ہے، انھیں ان کے سیاق وسباق کے ساتھ دیکھیے تو وہ اشکال رفع ہو جاتا ہے جو آپ نے بیان کیا ہے۔ یہ آیات درج ذیل ہیں:

وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ.

لَيْسُوْا سَوَآءً، مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ، يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِى الْخَيْرٰتِ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ، وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ، وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالْمُتَّقِيْنَ.

(آل عمران ۳: ۱۱۲-۱۱۵)

''اور ان (یہود) پر پست ہمتی تھوپ دی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ اللہ کی آیتوں کا انکار اور نبیوں کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں، کیونکہ یہ نافرمان اور حد سے آگے بڑھنے والے رہے ہیں۔

سب اہل کتاب یکساں نہیں ہیں۔ ان میں سے ایک گروہ عہد پر قائم ہے۔ یہ رات کے اوقات میں اللہ کی آیات کی تلاوت کرتے اور سجدہ کرتے ہیں، اللہ اور روز آخرت پر ایمان

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

رکھتے ہیں، معروف کا حکم دیتے، منکر سے روکتے اور بھلائی کے کاموں میں سبقت کرتے ہیں اور یہ لوگ نیکوکاروں میں سے ہیں۔ اور جو نیکی بھی یہ کریں گے تو اس سے محروم نہیں کیے جائیں گے اور اللہ خدا ترسوں سے باخبر ہے۔''

ان آیات میں جن صالح اہل کتاب کا ذکر ہے، ظاہر ہے وہ لوگ انھی آیات میں بیان کردہ غیر صالح اہل کتاب کے بالکل برعکس ہیں، یعنی نہ یہ لوگ اللہ کی آیات کا انکار کرنے والے تھے اور نہ یہ اس کے نبیوں کی تکذیب کرنے والے تھے۔ چنانچہ مفسرین نے یہ بات واضح کی ہے کہ ان صالح اہل کتاب میں سے بعض نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر علانیہ ایمان لا چکے تھے اور بعض دل سے ایمان لا چکے تھے، لیکن ابھی انھوں نے اس کا اظہار نہیں کیا تھا۔

اور ایسا کیوں نہ ہوتا، کیونکہ ان کی اپنی کتابوں کے مطابق یہ لازم تھا کہ وہ اس نبی امی پر ایمان لائیں جسے وہ اپنی کتاب میں لکھا ہوا پاتے تھے، جیسا کہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ فَسَاَکْتُبُھَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَیُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیْنَ ھُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ، اَلَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِیَّ الْاُمِّیَّ الَّذِیْ یَجِدُوْنَہٗ مَکْتُوْبًا عِنْدَھُمْ فِی التَّوْرٰۃِ وَالْاِنْجِیْلِ. (الاعراف ۷:۱۵۶-۱۵۷)

''اور میری رحمت ہر چیز کو عام ہے، سو میں اس کو ان لوگوں کے لیے لکھ رکھوں گا جو تقویٰ اختیار کریں گے اور زکوٰۃ دیتے رہیں گے اور جو ہماری آیات پر ایمان لائیں گے۔ جو پیروی کریں گے، اس نبی امی رسول کی جسے وہ اپنے ہاں تورات اور انجیل میں لکھا ہوا پاتے ہیں۔''

چنانچہ قرآن مجید نے جن اہل کتاب کی تعریف کی ہے اور جو واقعی صالحین تھے، وہ اس نبی امی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئے۔

اور پھر وہ ایمان کیوں نہ لاتے، جبکہ سورۂ مائدہ میں انھیں یہ بتا دیا گیا تھا کہ اس نبی پر ایمان لائے بغیر چارہ نہیں ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَلَیَزِیْدَنَّ کَثِیْرًا مِّنْھُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

رَبِّكَ طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا فَلَا تَاۡسَ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ. (المائدہ ۵:۶۸)

''کہہ دو اے اہل کتاب، تمھاری کوئی بنیاد نہیں ہے، جب تک تم تورات، انجیل اور اس چیز کو قائم نہ کرو جو تمھاری طرف تمھارے رب کی جانب سے اتاری گئی ہے، لیکن وہ چیز جو تیری طرف تیرے رب کی جانب سے اتاری گئی ہے، وہ ان میں سے بہتوں کی سرکشی اور ان کے کفر میں اضافہ کرے گی تو تم اس کافر قوم پر غم نہ کرو۔''

اس آیت سے یہ بات بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اہل کتاب کے لیے اپنی کتابوں کو ماننا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور آپ کی لائی ہوئی کتاب پر ایمان لانا ضروری تھا۔

چنانچہ یہ خیال تو باطل محض ہے کہ اہل کتاب کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری نہیں تھا۔

رہا سورۂ بقرہ کی آیت ۶۲ کا معاملہ تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں ہے کہ یہود و نصاریٰ کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا ضروری نہیں تھا یا آج نہیں ہے، کیونکہ یہ مفہوم تو بنی اسرائیل کے بارے میں قرآن کی اس ساری دعوت کے خلاف ہوگا جس سے متعلق بعض آیات کا ابھی ہم نے مطالعہ کیا ہے۔

سورۂ بقرہ کی اس آیت کا صحیح مفہوم جاننے کے لیے ضروری ہے کہ اسے اس کے سیاق و سباق کے ساتھ دیکھا جائے۔

استاذ محترم غامدی صاحب نے ان آیات کا ترجمہ و تفسیر، اپنی تفسیر ''البیان'' میں درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

وَضُرِبَتۡ عَلَيۡهِمُ الذِّلَّةُ وَالۡمَسۡكَنَةُ وَبَآءُوۡ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمۡ كَانُوۡا يَكۡفُرُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقۡتُلُوۡنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيۡرِ الۡحَقِّ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوۡا وَّكَانُوۡا يَعۡتَدُوۡنَ. اِنَّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِيۡنَ هَادُوۡا وَالنَّصٰرٰى وَالصّٰبِـِٕيۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ. (البقرہ ۲:۶۱-۶۲)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

”(وہ یہی کرتے رہے) اور ان پر ذلت اور محتاجی مسلط کر دی گئی اور وہ اللہ کا غضب کما لائے۔ یہ اِس وجہ سے ہوا کہ وہ اللہ کی آیتوں کو نہیں مانتے تھے اور اُس کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے تھے۔ یہ اِس وجہ سے ہوا کہ انھوں نے نافرمانی کی اور وہ اللہ کی ٹھیرائی ہوئی کسی حد پر نہ رہتے تھے۔

(اِن پر اس عذاب کو دیکھو، یہ بتاتا ہے کہ نجات کسی گروہ کے لیے خاص نہیں ہے۔اس لیے) وہ لوگ جواب مسلمان ہوئے ہیں اور جو (اِن سے پہلے) یہودی ہوئے اور جو نصاریٰ اور صابی کہلائے، اُن میں سے جن لوگوں نے بھی (اپنے اپنے وقت میں) اللہ کو فی الواقع مانا اور اسی طرح قیامت کے دن کو مانا اور نیک عمل کیے ہیں، صرف اُنھی کا صلہ اُن کے پروردگار کے پاس ہے اور (اُس کے حضور میں) اُن کے لیے کوئی اندیشہ ہو گا اور نہ وہ کوئی غم (وہاں) کھائیں گے۔“ (ماہنامہ اشراق، نومبر ۱۹۹۹، ۹-۱۱)

ان آیات کی شرح کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

”...یہ ذلت اور مسکنت اس لیے ان پر تھوپی گئی کہ انھوں نے پے در پے جرائم کا ارتکاب کیا اور اپنی سرکشی اور تعدی کے باعث ہر حد توڑ دی، یہاں تک کہ اللہ کے نبیوں تک کو قتل کر ڈالا۔... قرآن نے واضح کر دیا کہ ان کے انبیا کی اولاد ہونے کے باعث اللہ تعالیٰ نے ان جرائم کے بعد انھیں چھوڑ نہیں دیا، بلکہ ان کی پاداش میں انھیں پکڑا اور اسی دنیا میں ان کے جرائم کی سزا اُنھیں دی۔

...اس (سلسلۂ آیات) میں قرآن نے یہ بات نہایت غیر مبہم طریقے پر واضح کر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی شخص کو فلاح محض اس بنیاد پر حاصل نہ ہو گی کہ وہ یہود و نصاریٰ میں سے ہے یا مسلمانوں کے گروہ سے تعلق رکھتا ہے یا صابی ہے، بلکہ اس بنیاد پر حاصل ہو گی کہ وہ اللہ کو، اور قیامت کے دن کو فی الواقع مانتا رہا ہے اور اُس نے نیک عمل کیے ہیں۔ ہر مذہب کے لوگوں کو اسی کسوٹی پر پرکھا جائے گا، اس سے کوئی بھی مستثنیٰ نہ ہو گا۔ یہود کا یہ زعم محض زعم باطل ہے کہ وہ یہودی ہونے ہی کو نجات کی سند سمجھ رہے ہیں۔ یہ بات ہوتی تو اللہ دنیا میں بھی ان کے جرائم پر ان کا مواخذہ نہ کرتا، لہٰذا وہ ہوں یا مسلمان یا کسی اور مذہب و ملت کے پیرو، اُن میں سے کوئی

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

بھی محض پیغمبروں کو ماننے والے کسی خاص گروہ میں شامل ہو جانے سے جنت کا مستحق نہیں ہو جاتا، بلکہ اللہ اور آخرت پر حقیقی ایمان اور عمل صالح ہی اس کے لیے نجات کا باعث بنتا ہے۔‘‘

(ماہنامہ اشراق، نومبر ۱۹۹۹، ۱۰-۱۱)

(ان آیات میں نجات کی) یہ بشارت، ظاہر ہے کہ اس شرط کے ساتھ ہے کہ آدمی نے کسی ایسے جرم کا ارتکاب نہ کیا ہو جو ایمان اور عمل صالح کے باوجود اسے جہنم کا مستحق بنا دیتا ہے، مثلاً: کسی بے گناہ کو قتل کر دینا یا جانتے بوجھتے اللہ کے کسی سچے پیغمبر کو جھٹلا دینا۔

چنانچہ سورۂ بقرہ کی آیت ۶۲ میں کسی بھی شخص کے لیے نبوت کو جانتے بوجھتے نہ ماننے کی کوئی اجازت نہیں ہے، بلکہ اس میں یہ بتایا گیا ہے کہ نجات کے لیے کسی پیغمبر کا پیروکار کہلانا ہی کافی نہیں، اس کے ساتھ اللہ اور آخرت پر حقیقی ایمان لانا اور نیک اعمال کرنا بھی ضروری ہے۔

اس آیت کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ اس میں اللہ نے یہ بتایا ہے کہ کسی نہ کسی پیغمبر کو مان لو، خواہ باقی پیغمبروں کی جان بوجھ کر تکذیب کر دو یا ان سے بے اعتنائی برت لو اور ان کی دعوت قبول نہ کرو، تمھاری بخشش، بہرحال ہو جائے گی۔

اسی طرح سورۂ آل عمران کی درج ذیل آیت سے بھی یہ مراد نہیں کہ اہل کتاب صرف توحید میں مسلمانوں سے اشتراک کر لیں تو وہ کافی ہوگا، بلکہ اس آیت میں تو اس مشترک بنیاد کی طرف دعوت دی گئی ہے جس پر اگر وہ کھڑے ہو جاتے ہیں تو اب آگے ان سے نبوت پر ایمان لانے کی دعوت دی جا سکتی ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِکَ بِهٖ شَیْئًا وَّلَا یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ. (۳:۶۴)

’’کہہ دو اے اہل کتاب، اس چیز کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمھارے درمیان یکساں مشترک ہے، یہ کہ ہم اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کریں اور نہ اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں اور نہ ہم میں سے کوئی ایک دوسرے کو اللہ کے سوا رب ٹھہرائے۔ اگر وہ اس چیز سے اعراض کریں تو

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کہہ دو کہ گواہ رہو کہ ہم تو مسلم ہیں۔''

مولانا امین احسن اصلاحی رحمہ اللہ اس آیت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''...توحید کے متعلق قرآن مجید کا دعویٰ یہ ہے کہ یہ اہل کتاب اور مسلمانوں کے درمیان یکساں مشترک ومسلم ہے۔قرآن نے اسی مشترک کلمہ کو بنیاد قرار دے کر ان سے بحث کا آغاز کیا ہے کہ جب توحید ہمارے اور تمھارے درمیان ایک مشترک حقیقت ہے تو موازنہ کرو کہ اس قدر مشترک کے معیار پر قرآن اور اسلام پورے اترتے ہیں یا یہودیت اور نصرانیت؟

بحث کا یہ طریقہ قرآن کے اس قرارداده طریقہ کے بالکل مطابق ہے جس کی اس نے آیت اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ بِالْحِکْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ. (اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ذریعہ سے دعوت دو) میں تلقین فرمائی ہے۔''

(تدبر قرآن ۲/۱۱۲)

اسلام میں ارتداد کی سزا

سوال: اسلام میں ارتداد کی سزا قتل کیوں ہے؟ جبکہ دوسرے کسی مذہب میں ایسا نہیں ہے۔(عائشہ خان)

جواب: کسی قوم میں جب کوئی رسول اتمام حجت کر دیتا ہے تو پھر اس کے لیے ایمان لانا لازم ہو جاتا ہے۔اگر وہ ایمان نہیں لاتی تو پھر اس پر خدا کا عذاب آ جاتا ہے اور صرف وہی لوگ بچتے ہیں جو ایمان لائے ہوتے ہیں، جیسا کہ قوم نوح، قوم لوط، قوم صالح اور قوم ہود پر عذاب آئے تھے اور ان میں سے صرف صالح مسلمان ہی بچے تھے۔ یہ خدا کی سنت ہے۔

ان قوموں میں سے اگر کوئی آدمی ایمان لانے کے بعد دوبارہ کفر کو اختیار کر لے تو وہ پھر خدا کے عذاب کا شکار ہو جاتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی قوم میں اس عذاب کی شکل یہ تھی کہ اسے قتل کر دیا جائے گا۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

چنانچہ ہمارے خیال میں مرتد کے لیے قتل کی سزا صرف رسول کے براہ راست مخاطبین تک ہی محدود تھی۔ آج اس کا اطلاق کرنا غلط ہوگا۔

قرآن کے دعوے کا مفہوم

سوال: قرآن کے اس دعوے کا کیا مطلب ہے کہ اگر تم اسے خدا کا کلام نہیں سمجھتے تو اس جیسی ایک سورت بنا کر دکھاؤ؟ میرا سوال یہ ہے کہ انسان قرآن کی مثل کلام کیوں نہیں بنا سکتا، میرا خیال ہے کہ وہ بنا سکتا ہے خواہ کچھ غلط سلط ہی بنا دے؟ (عائشہ خان)

جواب: قرآن کے اس دعوے کا مطلب یہ ہے کہ اے وہ لوگو جو سمجھتے ہو کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم جو کلام لائے ہیں، یہ انسانی کاوش ہی ہے، یہ خدا کا کلام نہیں ہے اور اس میں خدائی صفات کا ظہور نہیں، یعنی یہ خدائی خوبیوں کا حامل اور ہر غلطی سے مبرا کلام نہیں ہے تو ایسا ہی کلام تم بھی بنا کر دکھا دو۔ پھر اگر تم نہ بنا سکو تو اس کلام کی آنکھوں سے نظر آنے والی عظمت کو مانو اور اس کے سامنے سر تسلیم خم کرو۔

استاذ محترم غامدی صاحب قرآن مجید کے اسی دعوے سے متعلق سورۂ بقرہ کی آیت ۲۳ کی شرح بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''...تم اگر اسے خدا کی کتاب نہیں سمجھتے تو اپنی ہدایت اور اسلوب بیان کے لحاظ سے جس شان کا یہ کلام ہے، اس شان کی کوئی ایک سورہ ہی بنا کر پیش کر دو۔ تمھارے گمان کے مطابق یہ کام اگر تمھاری قوم کے ایک فرد محمد صلی اللہ علیہ وسلم کر سکتے ہیں تو تمھیں بھی اس میں کوئی دقت نہ ہونی چاہیے۔ اپنے متعلق یہ قرآن کا چیلنج ہے جو اُس نے اپنے اولین مخاطبین کو دیا اور اُن میں سے کوئی بھی اس کا سامنا کرنے کی جرأت نہ کر سکا۔'' (ماہنامہ اشراق، مارچ ۱۹۹۹، ۹)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

شراب کی حرمت کی بنیاد

سوال: قرآن مجید میں چار چیزوں کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ان میں شراب شامل نہیں ہے۔شراب کے بارے میں بس یہ کہا گیا ہے کہ تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔اس کے علاوہ شراب سے بچنے کا حکم دیا گیا ہے،لیکن ایسا کیوں ہے کہ مسلمان شراب کو خدا کی حرام کردہ دوسری سب چیزوں سے زیادہ حرام سمجھتے ہیں؟

ایسا کیوں ہے کہ اسلام شراب کی حرمت سے شروع ہوتا ہے اور عورتوں پر طرح طرح کی پابندیاں لگانے پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے؟ (احسان)

جواب: قرآن مجید نے حلت و حرمت کے حوالے سے جو اصولی بات کی ہے، وہ درج ذیل ہے۔ارشاد باری ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ. (المائدہ ۵: ۴)

''وہ پوچھتے ہیں: ان کے لیے کیا چیز حلال ٹھیرائی گئی ہے۔کہو تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال ٹھیرائی گئی ہیں۔''

یہود و نصاریٰ نے حلت و حرمت کے حوالے سے افراط و تفریط کا رویہ اختیار کیا ہوا تھا۔چنانچہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر انھیں ایمان کی دعوت دیتے ہوئے، حلت و حرمت کے بارے میں اسی حقیقت کو بیان فرمایا:

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ، وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ، وَ يَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ، وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ. (الاعراف ۷: ۱۵۷)

''(یہ پیغمبر) اُن کے لیے طیبات کو حلال اور خبائث کو حرام ٹھیراتا ہے اور اُن کے وہ بوجھ اتارتا اور بندشیں توڑتا ہے جو اب تک ان پر رہی ہیں۔''

اصل بات یہ ہے کہ دین چونکہ نفس انسانی کا تزکیہ کرنا چاہتا ہے، اس لیے وہ اس بات پر اصرار کرتا ہے کہ باطن کی تطہیر کے ساتھ کھانے اور پینے کی چیزوں میں بھی خبیث و طیب کا فرق ملحوظ رکھا

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جائے۔

اسلام میں شراب کی ممانعت کا حکم اسی بنا پر ہے کہ یہ چیز طیبات میں نہیں آتی، بلکہ یہ خبائث میں آتی ہے، جیسا کہ ارشاد فرمایا ہے:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا، اِنَّمَا الْخَمْرُ وَ الْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ، فَاجْتَنِبُوْهُ، لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ. (المائدہ ۵:۹۰)

''ایمان والو، یہ شراب اور جوا اور تھان اور قسمت کے تیر، سب گندے شیطانی کام ہیں، اس لیے ان سے الگ رہو تاکہ تم فلاح پاؤ۔''

چنانچہ آپ کا یہ کہنا کہ بس شراب سے بچنے کا کہا گیا ہے، اسے حرام تو نہیں ٹھہرایا گیا، یہ بات درست نہیں ہے۔ صحیح بات یہ ہے کہ صرف طیبات ہی حلال ہیں اور شراب طیبات میں سے نہیں ہے، بلکہ یہ ایک گندہ شیطانی کام ہے، چنانچہ اس کے پینے پلانے کو حرام قرار دیا گیا ہے۔ لہٰذا ہر صاحب ایمان کو اس سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے۔

رہی یہ بات کہ ''اسلام شراب کی حرمت سے شروع ہوتا ہے اور عورتوں پر طرح طرح کی پابندیاں لگانے پر پہنچ کر ختم ہو جاتا ہے'' یہ کسی حقیقت ناشناس اور لا ابالی شخص ہی کا جملہ ہو سکتا ہے۔ ایسے شخص سے یہی گزارش کی جا سکتی ہے کہ اگر اسے اس طرح کے جملے کہنے کا محض شوق ہے تو وہ ضرور کہا کرے، بس یہ ذہن میں رکھے کہ اللہ نے ہر بات کا حساب لینا ہے، لیکن اگر اس کے دل میں حقیقت جاننے کا شوق ہے تو پھر وہ اسلام کا باقاعدہ مطالعہ کرے، ان شاء اللہ اس کا یہ خیال بدل جائے گا۔

آیت کا صحیح ترجمہ

سوال: سورۂ آل عمران آیت ۳۰ کا صحیح ترجمہ کیا ہے؟ (سائرہ ناہید)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جواب: آیت اور اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

یَوۡمَ تَجِدُ کُلُّ نَفۡسٍ مَّا عَمِلَتۡ مِنۡ خَیۡرٍ مُّحۡضَرًا، وَّمَا عَمِلَتۡ مِنۡ سُوۡٓءٍ، تَوَدُّ لَوۡ اَنَّ بَیۡنَهَا وَبَیۡنَهٗۤ اَمَدًا بَعِیۡدًا، وَیُحَذِّرُکُمُ اللّٰهُ نَفۡسَهٗ، وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ بِالۡعِبَادِ. (آل عمران ۳:۳۰)

''جس دن ہر نفس اپنی کی ہوئی نیکی سامنے پائے گا اور اُس نے جو برائی کی ہوگی، اُسے بھی دیکھے گا، اُس دن وہ تمنا کرے گا کہ کاش، اُس کے اور اِس (دن) کے درمیان ایک مدت حائل ہو جاتی۔ (یہ اللہ کی نصیحت ہے) اور اللہ تمھیں اپنے آپ سے ڈراتا ہے اور (اِس لیے ڈراتا ہے کہ) اللہ اپنے بندوں کے لیے بڑا مہربان ہے۔''

نجات میں ایمان بالرسول کی حیثیت

سوال: سورۂ مائدہ کی آیت ۶۹ میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ جو لوگ ایمان باللہ اور ایمان بالآخرت کے ساتھ عمل صالح کو اختیار کریں گے، ان کی بخشش ہو جائے گی، اس آیت سے یہ محسوس ہوتا ہے کہ انسان کی نجات میں ایمان بالرسول کی کوئی حیثیت نہیں، کیا یہ بات صحیح ہے؟ (علاؤالدین دسانی)

جواب: سورۂ مائدہ کی آیت درج ذیل ہے:

اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَالَّذِیۡنَ هَادُوۡا وَالصّٰبِئُوۡنَ وَالنَّصٰرٰی مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوۡفٌ عَلَیۡهِمۡ وَلَا هُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ. (المائدہ ۵:۶۹)

''(جزا و سزا کا قانون بالکل بے لاگ ہے، لہٰذا) وہ لوگ جو (اِس نبی امی پر) ایمان لائے ہیں اور جو (اِن سے پہلے) یہودی ہوئے اور صابی اور نصاریٰ، اُن میں سے جن لوگوں نے بھی اللہ کو مانا ہے اور قیامت کے دن کو مانا ہے اور نیک عمل کیے ہیں تو اُن کے لیے (اللہ کے حضور میں) کوئی اندیشہ ہوگا اور نہ وہ کوئی غم (وہاں) کھائیں گے۔''

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ آخرت میں کامیابی محض اس بات سے نہیں ہو جائے گی کہ فلاں آدمی مسلمان تھا، یہودی، صابی یا عیسائی تھا، یعنی کسی گروہ میں شمولیت سے نجات نہیں ہو جائے گی، بلکہ اس کے لیے یہ ضروری ہے کہ آدمی ایمان باللہ، ایمان بالآخرت کا حامل ہو اور اعمال صالحہ کو اختیار کرے۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانا کوئی چیز نہیں اور آدمی خواہ ان کا اقرار کرے، خواہ انکار، خواہ ان سے بے نیازی اختیار کرے، اس سے اس کی بخشش میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ نہیں، ہرگز نہیں، صحیح بات یہ ہے کہ جس آدمی نے جان بوجھ کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کی تو اسے ہدایت پر سمجھا ہی نہیں جائے گا اور اس کا ایمان باللہ، ایمان بالآخرت اور اعمال صالحہ سب رائگاں جائیں گے۔ ارشاد باری ہے:

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ. قُوْلُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ اِلٰٓى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَآ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ.

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ. (البقرہ۲: ۱۳۵-۱۳۷)

''اور اِن کا اصرار ہے کہ یہودی یا نصرانی بنو تو ہدایت پاؤ گے۔ اِن سے کہہ دو: بلکہ ابراہیم کا دین اختیار کرو جو (اپنے پروردگار کے لیے) بالکل یک سو تھا اور مشرکوں میں سے نہیں تھا۔ اِن سے کہہ دو: ہم نے اللہ کو مانا ہے اور اُس چیز کو مانا ہے جو ہماری طرف نازل کی گئی اور جو ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق اور یعقوب اور اُن کی اولاد کی طرف نازل کی گئی اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے سب نبیوں کو اُن کے پروردگار کی طرف سے دی گئی۔ ہم اِن میں کوئی فرق نہیں کرتے۔ (یہ سب اللہ کے پیغمبر ہیں) اور ہم اُسی کے فرماں بردار ہیں۔

پھر اگر وہ اُس طرح مانیں، جس طرح تم نے مانا ہے تو راہ یاب ہوئے اور اگر منہ پھیر لیں تو

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

وہی ضد پر ہیں۔ سو اِن کے مقابلے میں اللہ تمھارے لیے کافی ہے، اور وہ سننے والا ہے، ہر چیز سے واقف ہے۔‘‘

اس آیت میں واضح طور پر بتا دیا گیا ہے کہ یہود و نصاریٰ اگر مسلمانوں کی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائیں گے تبھی راہ یاب ہوں گے، ورنہ نہیں۔

لہٰذا، سورۂ مائدہ کی آیت ۶۹ سے یہ معنی لینے کی کوشش نہیں کرنی چاہیے کہ ایمان بالرسالت ایک غیر ضروری چیز ہے۔ کسی بھی نبی کے دور میں اس پر ایمان سے محرومی، کسی صریح عذر ہی کی بنا پر قابل معافی ہو سکتی ہے۔

آج نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان لانا پوری دنیا کے لیے ایک انتہائی سنجیدہ مسئلہ ہے، کیونکہ ارشاد باری ہے:

تَبٰرَكَ الَّذِىْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا. (الفرقان ۲۵:۱)

’’بڑی بابرکت ہے وہ ذات جس نے اپنے بندے پر حق و باطل کے درمیان امتیاز کر دینے والی کتاب اتاری تاکہ وہ جہان والوں کے لیے خبردار کرنے والا بنے۔‘‘

اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود، آپ کی لائی ہوئی کتاب اور آپ کی برپا کی ہوئی دینونت، اب پوری دنیا کے لیے آپ کی جانب سے بالفعل حجت بن چکی ہے۔ بس اس سے فائدہ اٹھانے کے لیے اب انسانوں کی طرف سے ہونے والی جدوجہد ہی باقی ہے اور وہ ظاہر ہے کہ انھی کے ذمے ہے، لہٰذا آپ پر ایمان لانے سے انسان کی محرومی کسی عذر ہی کی بنا پر معاف ہوگی۔

نجات کے لیے ضروری اعمال

سوال: نجات پانے کے لیے کون کون سے صالح اعمال اختیار کرنا ضروری ہیں؟

(علاؤالدین دسانی)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جواب: نجات پانے کے لیے پہلی بات تو یہ ہے کہ شریعت کے (نماز، روزہ وغیرہ) جتنے احکام ہیں، سب بجا لانے چاہییں۔ دوسری بات یہ ہے کہ سب عہد، معاہدے پورے کرنے چاہییں اور رزق حلال کا اہتمام کرنا چاہیے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ انسان نیکی کا ہر وہ کام بجا لائے جس کے بارے میں اسے محسوس ہو کہ یہ اس کی ذمہ داری ہے۔

نبی a کے لیے نماز تہجد کا حکم

سوال: قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تہجد کے حکم کے ساتھ 'نَافِلَةً لَّكَ' کے الفاظ آئے ہیں، جن کا مطلب یہ ہے کہ تہجد آپ کے لیے بھی نفل ہی تھی، لیکن علما نے اسے آپ کے لیے فرض کیوں قرار دیا ہے؟ اور تہجد کے اس حکم کی حکمت کیا تھی؟ (حفیظ الرحمٰن ملک)

جواب: آپ کا یہ خیال درست نہیں ہے کہ 'نَافِلَةً لَّكَ' کے الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ یہ نماز تمھارے لیے نفل ہے۔ آیت کے زیر بحث الفاظ اور ان کا ترجمہ درج ذیل ہے:

وَمِنَ الَّيْلِ فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ. (الاسراء ۱۷:۷۹)

''اور رات کے وقت میں تہجد بھی پڑھو، یہ تمھارے لیے مزید براں ہے۔''

مولانا امین احسن اصلاحی مرحوم اپنی تفسیر ''تدبر قرآن'' میں اس آیت کی شرح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'' 'نافلة' اصل پر جو شے زائد ہو اس کو کہتے ہیں۔ اس کا استعمال کسی نعمت و رحمت پر زیادتی کے لیے ہوتا ہے، کسی بار اور مصیبت پر زیادتی کے لیے نہیں ہوتا۔ یعنی یہ نماز ان پنجوقتہ نمازوں پر تمھارے لیے مزید ہے۔ 'لك' سے یہ اشارہ نکلتا ہے کہ جہاں تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق ہے یہ نماز آپ کے لیے ضروری تھی۔ چنانچہ آپ نے زندگی بھر اس کا اہتمام رکھا۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نمازوں کے اس اہتمام کی تاکید، جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا، شیطانی قوتوں کے مقابلہ کے لیے حصول قوت کے مقصد سے تھی۔ اسی مقصد کے لیے یہ تہجد کے اہتمام کی تاکید ہوئی اور اس کی نسبت سے فرمایا گیا کہ 'نَافِلَةً لَّکَ' یعنی یہ تمھارے لیے مزید کمک کے طور پر ہے جو راہ حق کی مشکلات کا مقابلہ کرنے کے لیے تمھارے صبر و ثبات میں مزید اضافہ کرے گی۔ عام امتیوں کے لیے یہ نماز اگرچہ ضروری نہیں ہے، لیکن جو لوگ شیطانی قوتوں کا مقابلہ کرنے اور حق کو دنیا میں برپا کرنے کے لیے اٹھیں ان کے لیے خدا کی نصرت حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ، یہی نماز ہے۔ چنانچہ امت کے صالحین نے جنھوں نے اس دنیا میں دین کی کوئی خدمت کرنے کی توفیق پائی ہے، اس نماز کا ہمیشہ اہتمام رکھا ہے۔'' (۵۳۱/۴)

پس یہ نماز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے دن رات کی پانچ نمازوں کے علاوہ ایک اضافی نماز تھی، جسے پڑھنا آپ پر اسی طرح لازم تھا جیسے باقی پانچ نمازوں کو پڑھنا لازم تھا اور اس کا حکم شیطانی قوتوں سے مقابلے کے لیے مزید کمک مہیا کرنے کی خاطر دیا گیا تھا۔

اختلاف تعبیر میں انتخاب کا طریقہ

سوال: قرآن و حدیث کے حوالے سے ہم کس عالم کی تعبیر کو درست سمجھیں، جبکہ ہر عالم الگ سے اپنی دلیل دیتا ہے اور اس کے نتیجے میں کسی آیت یا حدیث کا دوسرے سے بالکل مختلف مطلب اور مفہوم ہمارے سامنے آتا ہے؟ (وجاہت علی خان)

جواب: عام آدمی کے لیے اس معاملے میں واحد راستہ یہی ہے کہ وہ قرآن و سنت کی تعبیر میں جس عالم کو قابل اعتماد سمجھتا ہے، اس کی رائے کو اختیار کرے۔ البتہ، وہ شخص جو خود علم رکھتا ہے، اسے چاہیے کہ وہ تعبیر بیان کرنے والے کی دلیل پر غور کرے، اگر صحیح محسوس ہو تو اسے قبول کرے، ورنہ رد کر دے۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

معوذتین قرآن کا حصہ

سوال: کیا یہ بات صحیح ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود سورۂ فلق اور سورۂ ناس کو قرآن مجید کا حصہ نہیں سمجھتے تھے؟ (وجاہت علی خان)

جواب: ایک روایت میں یہ بات ہمیں اسی طرح ملتی ہے، لیکن امت نے متفقہ طور پر اس روایت کو قرآن مجید کے حوالے سے کوئی اہمیت نہیں دی۔ اگر اس بات کو اہمیت دی گئی ہوتی تو ہم اس امت میں ایسا قرآن مجید پاتے جس میں یہ دونوں سورتیں موجود نہ ہوتیں، لیکن الحمدللہ اس طرح کا کوئی قرآن اس امت میں رائج نہیں ہے۔

کتے کی موجودگی میں فرشتے کا گھر میں نہ آنا

سوال: غامدی صاحب نے ایک ٹی وی پروگرام میں یہ کہا کہ ایسی کوئی حدیث موجود ہی نہیں جس میں یہ کہا گیا ہو کہ ''جس گھر میں کتا ہو، اس میں خدا کے فرشتے داخل نہیں ہوتے''، حالانکہ ''مشکوٰۃ'' میں اس مضمون کی درج ذیل حدیث موجود ہے:

''حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں تصویر، کتا یا جنبی شخص ہو۔''

براہ مہربانی صحیح نقطۂ نظر کی وضاحت کر دیں۔ (شکیل احمد سید)

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ اس مضمون کی احادیث ہماری کتب احادیث میں پائی جاتی ہیں، جیسا کہ آپ نے بھی بیان کر دی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ کتوں کے بارے میں یہ بات تعمیم کے اسلوب میں نہیں مانی جا سکتی کہ جہاں کتے موجود ہوں، وہاں فرشتے نہیں آتے، کیونکہ قرآن مجید میں کتوں کے سدھائے جانے کا

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اور ان کے شکار کے جواز کا ذکر موجود ہے۔ ارشاد باری ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاتَّقُوا اللّٰهَ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ.

(المائدہ ۵:۴)

''وہ تم سے سوال کرتے ہیں کہ ان کے لیے کیا حلال ٹھیرایا گیا ہے۔ کہو، تمھارے لیے پاکیزہ چیزیں حلال ٹھیرائی گئی ہیں۔ اور شکاری جانوروں میں سے جن کو تم نے سدھایا ہے، اس علم میں سے کچھ سکھا کر جو اللہ نے تمھیں سکھایا ہے تو تم ان کے اس شکار میں سے کھاؤ جو وہ تمھارے لیے روک رکھیں اور ان (شکاری جانوروں) پر اللہ کا نام لے لیا کرو اور اللہ سے ڈرتے رہو، اللہ بہت جلد حساب چکانے والا ہے۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شکاری جانوروں خواہ وہ شکاری کتے ہوں یا باز اور عقاب وغیرہ، ان کا ذکر مثبت انداز میں کیا ہے۔ اس سے یہ صاف ظاہر ہے کہ شکار کے مقصد سے کتے یا باز اور عقاب وغیرہ رکھنا، انھیں پالنا، انھیں سدھانا اور ان کے ذریعے سے شکار کرنا، خدا کے نزدیک نہ کوئی گناہ کا کام ہے اور نہ مکروہ کام، لہٰذا جن احادیث میں یہ بات بیان ہوئی ہے کہ فرشتے اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا موجود ہو، ان کا مطلب، بہرحال ان آیات کے خلاف نہیں ہوسکتا۔ چنانچہ یہ بات نہیں مانی جاسکتی کہ جہاں شکار کے وہ کتے موجود ہوں جنھیں رکھنا، پالنا، سدھانا اور ان کے ذریعے سے شکار کرنا، نہ کوئی گناہ کا کام ہے اور نہ کوئی مکروہ کام، بلکہ ہمیں ان کے بارے میں یہ کہا گیا ہے کہ جب تم انھیں شکار کے لیے چھوڑو تو ان پر اللہ کا نام لے لیا کرو، وہاں اللہ کے فرشتے نہ آتے ہوں گے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ کتے کی موجودگی میں فرشتے کے گھر میں داخل نہ ہونے کا معاملہ ہر عام و خاص کتے کے حوالے سے نہیں ہے۔ یعنی ان احادیث میں کتے کا لفظ تعمیم کے اسلوب میں نہیں بولا گیا کہ اس سے ہر قسم کا کتا مراد لیا جاسکے۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اس مسئلے کو بخاری و مسلم کی درج ذیل احادیث واضح کرتی ہیں۔ ارشاد نبوی ہے:

''جو شخص مویشیوں یا کھیتی کی حفاظت کے علاوہ کتا پالتا ہے، اس کے ثواب میں سے ہر روز ایک قیراط کم کر دیا جاتا ہے۔'' (بخاری، رقم ۳۳۲۴)

''جس نے مویشیوں کی حفاظت، شکار کی غرض یا کھیتی کی حفاظت کے سوا کتا رکھا، اس کے ثواب میں سے ہر روز ایک قیراط کم ہوتا ہے۔'' (بخاری، رقم ۲۳۲۲)

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتوں یا کھیتی اور مویشیوں کی حفاظت کرنے والے کتوں کے سوا دوسرے کتوں کو مار دینے کا حکم دیا۔'' (مسلم، رقم ۱۵۷۱)

اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی حقیقی ضرورت کے لیے کتا پالنا اور رکھنا ممنوع نہیں ہے، البتہ خواہ مخواہ کتے پالنے کے شوق سے کتا رکھنا، اسلام کے نزدیک ممنوع ہے۔ اسی طرح آوارہ کتوں کو گھروں میں آنے دینا بھی درست نہیں ہوگا۔

چنانچہ جس حدیث میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ ''فرشتے اس گھر میں نہیں جاتے جس میں تصویر، کتا یا جنبی آدمی ہو''، اس میں ہمارے نزدیک کتے سے مراد آوارہ کتا ہے یا پھر وہ کتا جو محض کتے پالنے کے شوق سے رکھا گیا ہو۔

ستر کا حکم

سوال: قرآن و حدیث کے مطابق مردوں کو اپنی شرم گاہوں اور عورتوں کو اپنی شرم گاہوں اور سینے کے علاوہ جسم کے اور کون کون سے حصے ڈھانپنے چاہییں؟ (جنید حسن)

جواب: قرآن مجید جس معاشرے میں نازل ہوا تھا، وہ نہ صرف لباس پہننے والوں کا معاشرہ تھا، بلکہ ان کے ہاں عورتوں کے جسم ڈھانپنے کا یہ عالم تھا کہ ان کی کنواریوں کی پنڈلیاں کسی بڑی آفت ہی کے موقعے پر غیر لوگوں کے سامنے کھلتی تھیں۔ چنانچہ اس سوسائٹی میں انسانوں کو فحاشی سے

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

بچانے، زنا جیسے قبیح فعل سے بہت دور رکھنے اور ان کے دلوں کو پاکیزہ بنانے کے لیے مرد و زن کے اختلاط کے مواقع پر مردوں اور عورتوں، دونوں کو یہ حکم دیا گیا کہ وہ ایک دوسرے سے غض بصر کریں اور اپنی شرم گاہوں کی حفاظت کریں اور عورتوں کو اس کے ساتھ مزید یہ بھی کہا گیا کہ وہ اپنے سر کی اوڑھنیوں سے اپنے سینے پر اچھی طرح سے بکل مار لیں، اپنی زینت کی نمایش نہ کریں اور زمین پر اس طرح سے پاؤں مارتی ہوئی بھی نہ چلیں کہ ان کی چھپی ہوئی زینت ظاہر ہو جائے۔ قرآن کے ان احکام کا مطلب یہ ہے کہ مومن مرد اور مومنہ عورتیں اپنے جسموں کے ہر اس حصے کو ڈھانپیں جسے شیطان کھلوا کر ان کو فحاشی کی طرف لے جانا اور انھیں زنا کے قریب کرنا چاہتا ہے۔ چنانچہ ہمارے نزدیک قرآن مجید کی مجموعی تعلیم اور اس کے ان احکام کے بعد عورتوں کے لیے، مثلاً یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے کندھے، بازو اور پنڈلیاں یا اپنا پیٹ اور کمر لوگوں کے سامنے نمایاں کرتی پھریں۔

لباس کے بارے میں صحیح نقطۂ نظر کیا ہے؟ اسے استاذ محترم غامدی صاحب نے اپنی کتاب ''میزان'' کے باب ''اخلاقیات'' میں ''عفت و عصمت'' کے عنوان کے تحت درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

''...سورۂ نور میں مرد و زن کے اختلاط کے جو آداب بیان ہوئے ہیں، وہ انسان کو اِسی طرح کی چیزوں سے بچانے کے لیے مقرر کیے گئے ہیں۔ اُن کا خلاصہ یہ ہے کہ مرد و عورت، دونوں اپنے جسمانی اور نفسیاتی تقاضوں کے لحاظ سے اپنی نگاہوں کو زیادہ سے زیادہ بچا کر اور اپنے جسم میں اندیشے کی جگہوں کو زیادہ سے زیادہ ڈھانپ کر رکھیں اور کوئی ایسی بات نہ کریں جو ایک دوسرے کے صنفی جذبات کو برانگیختہ کرنے والی ہو۔ اِس کی وجہ یہ ہے کہ شیطان جب کسی معاشرے میں زنا کو عام کرنا چاہتا ہے تو وہ اپنی تاخت کی ابتدا بالعموم اِنھی چیزوں سے کرتا ہے۔ قرآن سے معلوم ہوتا ہے کہ آدم و حوا پر بھی وہ اِسی راستے سے حملہ آور ہوا تھا۔ چنانچہ فرمایا ہے:

يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ، لَا يَفْتِنَنَّكُمُ الشَّيْطٰنُ كَمَآ اَخْرَجَ اَبَوَيْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ، يَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِيُرِيَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا، اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ، مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ، اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ. (الاعراف ۷: ۲۷)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

’’آدم کے بیٹو، ایسا نہ ہو کہ شیطان تمھیں پھر اسی طرح فتنے میں مبتلا کر دے، جس طرح اُس نے تمھارے والدین کو اُن کے لباس اتروا کر کہ اُن کی شرم گاہیں اُن کے سامنے کھول دے، اُس باغ سے نکلوا دیا تھا (جس میں وہ رہ رہے تھے)۔ وہ اور اس کے ساتھی تمھیں وہاں سے دیکھتے ہیں، جہاں سے تم اُنھیں نہیں دیکھ سکتے۔ اِس طرح کے شیطانوں کو (البتہ)، ہم نے اُنھی لوگوں کا ساتھی بنایا ہے جو ایمان نہیں لاتے۔‘‘

یہ حملہ کس طرح ہوتا ہے؟ استاذ امام لکھتے ہیں:

’’...وہ اپنی وسوسہ اندازیوں سے پہلے لوگوں کو اُس لباس تقویٰ و خشیت سے محروم کرتا ہے جو اللہ نے بنی آدم کے لیے اِس ظاہری لباس کے ساتھ ایک تشریف باطنی کی حیثیت سے اتارا ہے... جب یہ باطنی جامہ اتر جاتا ہے تو وہ حیا ختم ہو جاتی ہے جو اِس ظاہری لباس کی اصل محرک ہے۔ پھر یہ ظاہری لباس ایک بوجھ معلوم ہونے لگتا ہے۔ بے حیائی صنفی اعضا میں، جن کا چھپانا تقاضاے فطرت ہے، عریاں ہونے کے لیے تڑپ پیدا کرتی ہے، پھر فیشن اس کو سہارا دیتا ہے اور وہ لباس کی تراش خراش میں نت نئی اختراعات سے ایسے ایسے اسلوب پیدا کرتا ہے کہ آدم کے بیٹے اور حوا کی بیٹیاں کپڑے پہن کر بھی لباس کے بنیادی مقصد، یعنی ستر پوشی کے اعتبار سے گویا ننگے ہی رہتے ہیں۔ پھر لباس میں صرف زینت اور آرایش کا پہلو باقی رہ جاتا ہے اور اُس میں بھی اصل مدعا یہ ہوتا ہے کہ بے حیائی زیادہ سے زیادہ دل کش زاویہ سے نمایاں ہو۔ پھر آہستہ آہستہ عقل اِس طرح ماؤف ہو جاتی ہے کہ عریانی تہذیب کا نام پاتی ہے اور ساتر لباس وحشت و دقیانوسیت کا۔ پھر پڑھے لکھے شیاطین اٹھتے ہیں اور تاریخ کی روشنی میں یہ فلسفہ پیدا کرتے ہیں کہ انسان کی اصل فطرت تو عریانی ہی ہے، لباس تو اس نے رسوم و رواج کی پابندیوں کے تحت اختیار کیا ہے۔ یہ مرحلہ ہے جب دیدوں کا پانی مر جاتا ہے اور پورا تمدن شہوانیت کے زہر سے مسموم ہو جاتا ہے۔‘‘ (تدبر قرآن ۳/۲۴۶)‘‘

(۲۲۶-۲۲۷)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

لفظ کے معنی طے کرنے کا صحیح طریقہ

سوال: میرے خیال میں غلام احمد پرویز کی یہ بات درست ہے کہ:

''اعجاز قرآن لفظوں کے انتخاب میں چھپا ہوا ہے، یعنی یہ کہ خدا نے اپنی بات کہنے کے لیے فلاں لفظ ہی کیوں منتخب کیا ہے اور اُس لفظ کا خاص پس منظر کیا ہے، چنانچہ جب اس پس منظر کے حوالے سے بات واضح کی جاتی ہے تو تفسیر کے اس طریقے سے ہمارے اوپر حکمت قرآن کے دروازے کھلتے ہیں۔''

پرویز صاحب کے اس اتنے اچھے نقطۂ نظر پر غامدی صاحب کی درج ذیل تنقید میری سمجھ میں نہیں آتی کہ:

''کسی عربی لفظ کے مادے کی تحقیق کا تعلق علم لسانیات سے ہے، یہ ایک دلچسپ موضوع تو ہے، لیکن قرآن فہمی سے اس کا کوئی واسطہ نہیں ہے۔''

جبکہ میرے خیال میں پرویز صاحب نے اپنے اسی طریقے سے سورۂ اخلاص کی جو تفسیر کی ہے، وہ طبیعت کو بہت متاثر کرتی ہے۔ میرا سوال یہ ہے کہ پرویز صاحب کے طریق تفسیر میں آخر کیا غلطی ہے اور اس طریقے سے دوسرے علما قرآن کی تفسیر کیوں نہیں کرتے اور وہ لوگوں کو اس طریقے سے کیوں نہیں سمجھاتے؟ (جنید احمد)

جواب: غامدی صاحب یہ کہتے ہیں کہ قرآن کے الفاظ ہی سے اس کا مفہوم سمجھا جائے گا اور پرویز صاحب بھی قرآن کے الفاظ ہی سے اس کا فہم سمجھنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ یہ دونوں کی ضرورت ہے کہ وہ قرآن کے الفاظ کو سمجھیں اور جو کچھ ان الفاظ سے سامنے آئے، اسے بطور تفسیر قبول کریں۔ اس کے بعد یہ اصولی سوال پیدا ہوتا ہے کہ لفظ کو سمجھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟

پرویز صاحب کے نزدیک لفظ کے معنی سمجھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ قرآن میں

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جو لفظ استعمال ہوا ہے، اس کا مادہ کیا ہے اور اس مادے کے اصل معنی کیا ہیں، کیونکہ وہ لفظ جس روپ میں بھی ہمارے سامنے آ رہا ہے، لازماً اپنے مادے ہی کے معنی کو یا اس کے کسی پھیلاؤ ہی کو ظاہر کر رہا ہے۔ ان کے خیال میں کوئی لفظ کبھی اپنے مادے کے اصل معنی سے مختلف معنی میں استعمال ہی نہیں ہوتا، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ مفسر قرآن الفاظ قرآن کے معنی ان کے مادے ہی کی تحقیق سے طے کرے۔

غامدی صاحب کا کہنا یہ ہے کہ اس طرح آپ معنی کے اعتبار سے لفظ کی تاریخ سے تو واقف ہو سکتے ہیں، لیکن یہ نہیں جان سکتے کہ قرآن نے اسے کس معنی میں بولا ہے، کیونکہ قرآن نے تو اس لفظ کو اپنے مخاطبین کی لغت فصیحہ میں استعمال کیا ہے، تبھی تو مخاطبین کے لیے اسے سمجھنا اور اس سے متاثر ہونا ممکن ہوا ہے۔ قرآن مجید اپنے بارے میں ہمیں یہ بتاتا ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان میں نازل ہوا ہے اور عربی مبین میں نازل ہوا ہے۔ ارشاد باری ہے:

فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ. (الدخان ۴۴:۵۸)

''پس ہم نے اس (قرآن) کو تمھاری زبان میں نہایت سہل اور موزوں بنا دیا ہے تاکہ وہ یاددہانی حاصل کریں۔''

نیز فرمایا:

فَاِنَّمَا يَسَّرۡنٰهُ بِلِسَانِكَ لِتُبَشِّرَ بِهِ الۡمُتَّقِيۡنَ وَتُنۡذِرَ بِهٖ قَوۡمًا لُّدًّا.

(مریم ۱۹:۹۷)

''پس ہم نے اس (قرآن) کو تمھاری زبان میں نہایت سہل اور موزوں بنا دیا ہے تاکہ تم اس کے ذریعے سے اہل تقویٰ کو بشارت دو اور ہٹ دھرم لوگوں کو اس کے ذریعے سے اچھی طرح خبردار کر دو۔''

قرآن جس زبان میں نازل ہوا ہے، وہ مکہ کی عربی معلّٰی ہے جو اس کے دور جاہلیت کی زبان تھی۔ اپنی اصل کے اعتبار سے یہ وہی زبان ہے جو خدا کا پیغمبر بولتا تھا اور جو اس زمانے کے مکہ میں اس کی قوم قبیلۂ قریش کے لوگ بولتے تھے۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اس لیے اس کتاب کا فہم اب اس زبان کے صحیح علم اور اس کے صحیح ذوق ہی پر منحصر ہے۔ چنانچہ اس میں تدبر اور اس کی شرح و تفسیر کے لیے یہ ضروری ہے کہ آدمی اس زبان کا جید عالم اور اس کے اسالیب کا ایسا ذوق آشنا ہو کہ قرآن کے مدعا تک پہنچنے میں کم سے کم اس کی زبان اس کی راہ میں حائل نہ ہو سکے۔

غامدی صاحب کے نزدیک لفظ کے معنی سمجھنے کا صحیح طریقہ یہ ہے کہ یہ دیکھا جائے کہ وہ لفظ نزول قرآن کے زمانے میں اس کے براہ راست مخاطبین (قبیلۂ قریش) کے ہاں کن معنوں میں بولا جاتا تھا اور ان کے ہاں اس لفظ کے کیا کیا 'shade' پائے جاتے تھے۔ چنانچہ غامدی صاحب کے نزدیک یہ بات گمراہ کن ہوگی کہ ہم یہ دیکھنے لگ جائیں کہ لفظ اپنے مختلف زمانوں میں کس کس معنی میں بولا گیا ہے۔ اس کا بنیادی مادہ کیا معنی رکھتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بسا اوقات لفظ اپنے بنیادی معنی سے اٹھ کر اس سے بہت مختلف معنوں میں استعمال ہونے لگ جاتا ہے، لہٰذا یہ کہنا بہت غلط ہوگا کہ لفظ وقت کے ساتھ جس جس معنی میں بھی استعمال ہو، اس کے مادے کے اصل معنی لازماً اس میں مرکزی حیثیت سے موجود رہتے ہیں۔

یہ تو ان دونوں حضرات کے قرآن فہمی کے اصولوں کا فرق ہے۔ اس فرق کو ہمارا سمجھنا اور اس کے صحیح غلط کو طے کرنا ہماری علمی ضرورت ہے، لیکن اگر اس فرق کی تہ میں اترے بغیر ہم محض اس بنیاد پر کسی کے اصول تفسیر کے صحیح اور غلط ہونے کو طے کرتے ہیں کہ فلاں کی بات سے ہمارا دل جھوم اٹھا اور ہمارا ذہن مطمئن ہو گیا اور ہمیں وہ بہت صحیح لگتا ہے تو ہمارے یہ داخلی احساسات اور طبعی معیارات ہیں، جو علم و عقل کی دنیا میں زیادہ سے زیادہ ہمارے جاہل ہونے پر ہی دلالت کر سکتے ہیں۔

انسان کے دل کا کیا ہے، وہ تو بہت سے باطل فلسفوں پر بھی جھوم اٹھتا ہے، کروڑوں لوگ صدیوں سے تصوف پر کھڑے جھومتے ہی چلے جا رہے ہیں۔ ہمارے خیال میں دل کا جھومنا اور (کسی فرد کے) ذہن کا مطمئن ہو جانا کوئی معیار نہیں ہے۔ اصل معیار اصول فہم کا درست ہونا

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ہے۔

تفاسیر کا باہمی اختلاف

سوال: ہمارے سامنے آیات اور احادیث کی مختلف تفسیریں اور تعبیریں آتی ہیں، انھیں پیش کرنے والے علما اپنے اپنے دلائل دیتے ہیں۔ آپ یہ بتائیں کہ ہم ان میں سے کس کی بات مانیں۔ (وجاہت علی خان)

جواب: اصل دین میں کوئی اختلاف نہیں ہے، یعنی اس بات میں کوئی اختلاف نہیں کہ خدا ایک ہے، رسالت برحق ہے، آخرت یقینی ہے، خدا نے انسان کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔ چنانچہ انسان کو خدا کی عبادت اور اس کے احکام کی اطاعت کرنی ہے، اپنے معاملات سیدھے اور صاف رکھنے ہیں اور اچھے اخلاق کو اپنانا ہے، لہٰذا فکر کی کوئی بات نہیں۔

البتہ، فروعی مسائل اور اجتہادی آرا میں ضرور اختلاف ہے۔ ان اختلافات کو آپ اسی طرح حل کریں، جیسے آپ اپنی بیماری کے معاملے میں کئی ڈاکٹروں کی مختلف آرا میں سے کسی ایک کو اختیار کرتے ہیں، حالانکہ آپ ڈاکٹر نہیں ہوتے اور نہ آپ کے پاس مختلف ڈاکٹروں کے استدلال کا کوئی جواب ہوتا ہے۔

عیسیٰ علیہ السلام کی معجزانہ پیدایش

سوال: عیسیٰ علیہ السلام کی پیدایش کا کیا معاملہ ہے، کیا وہ واقعۃً بن باپ کے پیدا ہوئے تھے؟ (کاشف نثار)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جواب: عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں اشعیا نبی (۷۶۹-۶۹۳ ق م) نے درج ذیل پیش گوئی کی تھی:

''دیکھ کنواری حاملہ ہوگی اور اس سے بیٹا ہوگا اور وہ اس کا نام عمانوئیل رکھے گی۔'' (اشعیا ۷:۱۴)

اسی پیش گوئی کا ذکر انجیل میں بھی ہوا ہے:

''جو کچھ اس (مریم) کے اندر ہے، وہ روح القدس سے ہے اور اس سے بیٹا ہوگا... یہ سب کچھ ہوا تا کہ جو خداوند نے نبی کی معرفت کہا تھا پورا ہو کہ دیکھو کنواری حاملہ ہوگی اور اس سے بیٹا ہوگا۔ اور اس کا نام عمانوئیل رکھیں گے۔'' (متی ۱:۲۰-۲۳)

ان پیش گوئیوں کے بعد عیسیٰ علیہ السلام اس دنیا میں تشریف لائے، اپنی ذمہ داریاں ادا کیں اور پھر چلے گئے۔ پھر جب ان کے بارے میں طرح طرح کے عجیب تصورات پیدا ہوئے تو اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کرنے اور صحیح بات کو واضح کرنے کے لیے عیسیٰ علیہ السلام کی پیدایش کے معاملے کو قرآن مجید میں باقاعدہ بیان کیا۔ ارشاد باری ہے:

وَاذْكُرْ فِي الْكِتٰبِ مَرْيَمَ اِذِ انْتَبَذَتْ مِنْ اَهْلِهَا مَكَانًا شَرْقِيًّا. فَاتَّخَذَتْ مِنْ دُوْنِهِمْ حِجَابًا فَاَرْسَلْنَآ اِلَيْهَا رُوْحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا. قَالَتْ اِنِّيْٓ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِيًّا. قَالَ اِنَّمَآ اَنَا رَسُوْلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا. قَالَتْ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِيْ بَشَرٌ وَّلَمْ اَكُ بَغِيًّا. قَالَ كَذٰلِكِ قَالَ رَبُّكِ هُوَ عَلَيَّ هَيِّنٌ وَلِنَجْعَلَهٗٓ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِّنَّا وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا. فَحَمَلَتْهُ فَانْتَبَذَتْ بِهٖ مَكَانًا قَصِيًّا. فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَكُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا. فَنَادٰهَا مِنْ تَحْتِهَآ اَلَّا تَحْزَنِيْ قَدْ جَعَلَ رَبُّكِ تَحْتَكِ سَرِيًّا. وَهُزِّيْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ تُسٰقِطْ عَلَيْكِ رُطَبًا جَنِيًّا. فَكُلِيْ وَاشْرَبِيْ وَقَرِّيْ عَيْنًا فَاِمَّا تَرَيِنَّ مِنَ الْبَشَرِ اَحَدًا فَقُوْلِيْٓ اِنِّيْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْيَوْمَ اِنْسِيًّا. فَاَتَتْ بِهٖ قَوْمَهَا تَحْمِلُهٗ قَالُوْا يٰمَرْيَمُ لَقَدْ جِئْتِ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

شَيْـئًـا فَـرِيًّـا. يٰٓاُخْتَ هٰرُوْنَ مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّمَا كَانَتْ اُمُّكِ بَـغِيًّـا. فَاَشَارَتْ اِلَيْهِ قَالُوْا كَيْفَ نُكَلِّمُ مَنْ كَانَ فِي الْمَهْدِ صَبِيًّا. قَالَ اِنِّيْ عَبْدُ اللّٰهِ اٰتٰنِيَ الْكِتٰبَ وَجَعَلَنِيْ نَبِيًّا. وَّجَعَلَنِيْ مُبٰرَكًا اَيْنَ مَا كُنْتُ وَاَوْصٰنِيْ بِالصَّلٰوةِ وَالزَّكٰوةِ مَا دُمْتُ حَيًّا. وَّبَرًّا بِوَالِدَتِيْ وَلَمْ يَجْعَلْنِيْ جَبَّـارًا شَقِيًّا. وَالسَّلٰمُ عَلَيَّ يَوْمَ وُلِدْتُّ وَيَوْمَ اَمُوْتُ وَيَوْمَ اُبْعَثُ حَيًّا. ذٰلِكَ عِيْسَى ابْـنُ مَرْيَمَ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ. مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّـخِذَ مِنْ وَّلَدٍ سُبْحٰنَهٗ اِذَا قَضٰى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ. وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ. (مریم۱۹:۱۶-۳۶)

''اور کتاب میں مریم کی سرگزشت کو یاد کرو، جبکہ وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر پورب کی جگہ میں جا بیٹھی۔ پس اس نے اپنے آپ کو اُن سے پردے میں کر لیا تو ہم نے اس کے پاس اپنا فرشتہ بھیجا جو اُس کے سامنے ایک کامل بشر کی صورت میں نمودار ہوا۔ وہ بولی کہ اگر تم کوئی خدا ترس آدمی ہو تو میں تم سے خدائے رحمٰن کی پناہ مانگتی ہوں۔ اُس نے کہا: میں تمھارے رب ہی کا فرستادہ ہوں تاکہ تمھیں ایک پاکیزہ فرزند عطا کروں۔ وہ بولی: میرے لڑکا کیسے ہوگا، نہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ لگایا اور نہ میں کوئی چھنال ہوں۔ اُس نے کہا: یوں ہی ہوگا۔ تیرے رب کا ارشاد ہے کہ یہ میرے لیے آسان ہے اور ہم یہ اِس لیے کریں گے کہ (وہ ہمارا رسول ہو اور) ہم اُس کو لوگوں کے لیے اپنی ایک نشانی اور اپنی جانب سے رحمت بنائیں۔ اور یہ ایک طے شدہ امر ہے۔ پس اُس نے اُس کا حمل اٹھا لیا اور وہ اُس کو لے کر ایک دور کے مقام پر چلی گئی۔ بالآخر یہ ہوا کہ دردزہ اُس کو کھجور کے تنے کے پاس لے گیا۔ اس وقت اُس نے کہا: اے کاش، میں اِس سے پہلے ہی مر کھپ کے بھولی بسری چیز ہو چکی ہوتی۔ پس (کھجور کے) نیچے سے فرشتے نے اُس کو آواز دی کہ مغموم نہ ہو، تمھارے پائیں سے تمھارے پروردگار نے ایک چشمہ جاری کر رکھا ہے اور تم کھجور کے تنا کو اپنی طرف ہلاؤ، تم پر تر و تازہ خرمے جھڑیں گے۔ پس کھاؤ اور پیو اور آنکھیں ٹھنڈی کرو۔ اور اگر کوئی آدمی معترض ہو تو اس سے اشارے سے کہہ دیجیو کہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

میں نے خداے رحمٰن کے لیے روزے کی منت مان رکھی ہے تو آج میں کسی انسان سے کوئی بات نہیں کرسکتی۔ پس وہ اُس کو گود میں اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئی۔ لوگوں نے کہا: مریم، تم نے تو یہ نہایت عجیب حرکت کر ڈالی۔ اے ہارون کی بہن، نہ تمھارا باپ ہی کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمھاری ماں ہی کوئی چھنال تھی۔ اُس نے اُس کی طرف اشارہ کیا۔ لوگوں نے کہا: ہم اِس سے کس طرح بات کریں جو ابھی گود میں بچہ ہے؟ بچے نے جواب دیا: میں اللہ کا بندہ ہوں، اُس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے نبی بنایا ہے اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اُس نے سرچشمۂ خیر و برکت ٹھیرایا ہے اور جب تک میں جیوں اُس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی ہدایت فرمائی ہے اور مجھے ماں کا فرماں بردار بنایا ہے، مجھے سرکش اور بدبخت نہیں بنایا ہے۔ مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا، جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔ یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم۔ یہ اصل حقیقت بیان ہوئی ہے جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں۔ خدا کے شایاں نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔ وہ پاک ہے۔ جب وہ کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بس اُس کو فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ اور بے شک اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی تو اُسی کی بندگی کرو۔ یہی سیدھی راہ ہے۔''

پہلی بات تو یہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدایش سے پہلے اشعیا نبی کی یہ پیش گوئی موجود تھی کہ ایک کنواری عورت حاملہ ہوگی اور وہ ایک بیٹا جنے گی۔ عام اصول کے مطابق ایسا ممکن ہی نہیں کہ کسی کنواری عورت سے اولاد ہو۔ اب دو صورتیں ہی ممکن تھیں:

ایک یہ کہ بائیبل کی یہ بات کہ ''کنواری حاملہ ہوگی اور وہ بیٹا جنے گی'' کوئی حقیقی بات ہی نہیں تھی۔ چنانچہ اشعیا نبی سے منسوب کی ہوئی یہ بات ایک جھوٹ ہے۔

دوسری یہ کہ یہ پیش گوئی بالکل سچ تھی اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے جاری کردہ عام قانون کو توڑ دیا تھا، جیسا کہ وہ معجزات کے ضمن میں کیا ہی کرتا ہے۔

اگر پہلی بات کو سچ سمجھا جائے تو یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب قرآن مجید نازل ہوا، تب اس نے لوگوں کو ان کے اس باطل خیال سے نکالنے کے لیے وہی اشعیا نبی کے صحیفے اور انجیل والی بات

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کیوں دوہرادی۔ چاہیے تو یہ تھا کہ قرآن مجید پوری شدت کے ساتھ پرانے صحیفوں کی اس پیش گوئی کا انکار کرتا اور یہ بتاتا کہ عیسیٰ کنواری مریم سے نہیں، بلکہ فلاں شخص کی صلب سے پیدا ہوئے ہیں، لیکن عجیب بات ہے کہ اس نے نہ صرف یہ کہ ایسی کوئی بات نہیں کی، بلکہ اس کے برعکس:

۱۔ یہ بتایا کہ ہم نے مریم کے پاس اپنا فرشتہ بھیجا جو اُس کے سامنے ایک کامل بشر کی صورت میں نمودار ہوا۔

۲۔ اس نے کہا: میں تمھارے رب کا فرستادہ ہوں تاکہ تمھیں ایک پاکیزہ فرزند عطا کروں۔

(یعنی اس فرشتے نے ایسے الفاظ میں بیٹے کی یہ پیش گوئی کی کہ کنواری مریم کو پتا چل گیا کہ یہ فرزند میرے کنوارپن کی اسی حالت میں ہونا ہے۔ چنانچہ اس نے پریشانی میں یہ کہا:)

۳۔ میرے لڑکا کیسے ہوگا، نہ مجھے کسی مرد نے ہاتھ لگایا اور نہ میں کوئی چھنال ہوں۔

(کیونکہ تیسری کوئی صورت ان کے ذہن میں نہیں آتی تھی۔)

۴۔ فرشتے نے کہا: یوں ہی ہوگا۔

(یعنی تیری اسی حالت میں ہوگا، جبکہ نہ تجھے کسی مرد نے ہاتھ لگایا ہے اور نہ تو کوئی چھنال ہے۔ تجھے اپنی اس حالت میں جو کام ناممکن نظر آرہا ہے۔)

۵۔ تیرے رب کا ارشاد ہے کہ یہ کام میرے لیے آسان ہے۔

۶۔ اور ہم یہ اس لیے کریں گے تاکہ (وہ ہمارا رسول ہو اور) ہم اس کو (اس معجزانہ طریقے سے پیدا کر کے) لوگوں کے لیے اپنی ایک (حیرت انگیز) نشانی اور اپنی جانب سے رحمت بنائیں۔ اور یہ ایک طے شدہ امر ہے۔

۷۔ پس اس نے اس کا حمل اٹھا لیا اور وہ اس کو لے کر ایک دور کے مقام پر چلی گئی۔ بالآخر یہ ہوا کہ دردِ زہ اس کو کھجور کے تنے کے پاس لے گیا۔ اس وقت اس نے کہا:

۸۔ اے کاش، میں اس سے پہلے ہی مر کھپ کے بھولی بسری چیز ہو چکی ہوتی۔

(تاکہ میں لوگوں کی طرف سے رسوائی اور ان کے اعتراضات کی اس بڑی آزمایش میں ڈالی

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ہی نہ جاتی جو کہ مجھے صاف دکھائی دے رہی ہے، خدا نے اس صورت حال میں اس سے کہا:)

۹۔ اور اگر کوئی آدمی معترض ہو تو اس سے اشارے سے کہہ دیجیو کہ میں نے خدائے رحمٰن کے لیے روزے کی منت مان رکھی ہے تو آج میں کسی انسان سے کوئی بات نہیں کر سکتی۔

۱۰۔ پس وہ اس کو گود میں اٹھائے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئی۔ لوگوں نے کہا: مریم، تم نے تو یہ نہایت عجیب حرکت کر ڈالی۔ اے ہارون کی بہن، نہ تمھارا باپ ہی کوئی برا آدمی تھا اور نہ تمھاری ماں ہی کوئی چھنال تھی۔

(اگر عیسیٰ علیہ السلام عام طریقے سے، یعنی کسی باپ کی صلب ہی سے پیدا ہوئے ہوتے تو اس موقع پر اسے چھپایا کیوں جاتا، سیدھی طرح سے یہ بات بتائی جاتی کہ ہاں، نہ میرا باپ ہی کوئی برا آدمی تھا، نہ میری ماں ہی کوئی چھنال عورت تھی اور نہ میں کوئی بری اور چھنال عورت ہوں۔ مریم نے یہ سب کچھ نہیں کہا اور نہ اس طرح کی کوئی اور بات کی، بلکہ ایک عجیب کام کیا کہ:)

۱۱۔ اس (مریم) نے اس (بچے) کی طرف اشارہ کیا۔

(یعنی مریم نے اس بچے کی طرف اشارہ کر دیا کہ تم اپنے سوالوں اور اعتراضات کے جواب اس آنے والے بچے ہی سے پوچھ لو۔)

۱۲۔ لوگوں نے کہا: ہم اس سے کس طرح بات کریں جو ابھی گود میں بچہ ہے؟

(یعنی اس کے لیے تو ہماری بات کو سمجھنا اور اس کا جواب دینا ممکن ہی نہیں تم کیسی عجیب بات کہہ رہی ہو۔ حضرت مریم کے لیے یہ صورت حال جب اپنی انتہا کو پہنچی ہوئی تھی کہ ایک طرف لوگوں کے طعنوں کی بوچھاڑ تھی، ان کے سوالات بہ ظاہر بالکل صحیح اور بامعنی محسوس ہوتے تھے، دوسری طرف کسی کے لیے یہ ممکن ہی نہ تھا کہ وہ مریم کے حق میں کوئی بات کہہ سکے اور خود ان کے لیے بھی اپنے حق میں کوئی استدلال کرنا یا قسم کھا کر ہی اپنی صفائی دینا ممکن نہ تھا، کیونکہ خدا نے انھیں اس موقع پر روزے کا حکم دے کر چپ رہنے کو کہہ دیا تھا تو اس صورت حال میں)

۱۳۔ بچے نے جواب دیا: میں اللہ کا بندہ ہوں، اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی اور مجھے نبی بنایا

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ہے اور میں جہاں کہیں بھی ہوں اس نے سر چشمۂ خیر و برکت ٹھہرایا ہے، اور جب تک میں جیوں اس نے مجھے نماز اور زکوٰۃ کی ہدایت فرمائی ہے اور مجھے ماں کا فرماں بردار بنایا ہے، مجھے سرکش اور بد بخت نہیں بنایا ہے۔ مجھ پر سلامتی ہے جس دن میں پیدا ہوا، جس دن مروں گا اور جس دن زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔

(اول تو اس نئے پیدا ہونے والے بچے کا بولنا کتنی ناممکن بات تھی، پھر اس نے جو یہ باتیں کہیں کہ:

''میں عام بندہ نہیں، میں تو نبی ہوں اور نبی بھی صاحب کتاب ہوں، اور میرا وجود جہاں کہیں ہوگا، سرچشمۂ خیر و برکت ہوگا، میں جب تک اس دنیا میں زندہ رہوں، مجھے اللہ نے نماز پڑھنے اور زکوٰۃ ادا کرنے کی ہدایت فرمائی ہے، اور اس نے مجھے اپنی ماں کا فرماں بردار بنایا ہے، مجھے کوئی سرکش اور بد بخت انسان نہیں بنایا اور خدا کی طرف سے مجھ پر سلامتی تھی اس دن بھی، جس دن میں پیدا ہوا، اور اس دن بھی سلامتی ہوگی، جس دن مروں گا اور اس دن بھی مجھ پر سلامتی ہو گی، جس دن میں زندہ کر کے اٹھایا جاؤں گا۔''

تو پھر (نعوذ باللہ) اس کو ولد الزنا سمجھنا ممکن نہ تھا۔ اب اس کے بارے میں ایک ہی امکان باقی رہ گیا تھا اور وہ یہ کہ اشعیا نبی کی معروف پیش گوئی پوری ہو چکی ہے، وہ کنواری جسے خدا کی قدرت سے حاملہ ہونا تھا، وہ اس بچے کی یہ ماں ہی ہے اور اس نے جس بیٹے کو جننا تھا، وہ یہی بچہ ہے جو ہم سے یہ معجزانہ کلام کر رہا ہے۔)

۱۴۔ یہ ہیں عیسیٰ ابن مریم۔ یہ اصل حقیقت بیان ہوئی ہے، جس میں یہ لوگ جھگڑ رہے ہیں۔ خدا کے شایاں نہیں کہ وہ کوئی اولاد بنائے۔ وہ پاک ہے۔ جب وہ کسی امر کا فیصلہ کر لیتا ہے تو بس اس کو فرماتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔ اور بے شک اللہ ہی میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی تو اسی کی بندگی کرو۔ یہی سیدھی راہ ہے۔

(نزول قرآن کے وقت عیسائیوں کے ہاں یہ عقیدہ پایا جاتا تھا کہ عیسیٰ ابن مریم خدا کا بیٹا

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ہے۔ چنانچہ ان آیات کے آخر پر ان کے اس عقیدے کی تردید کی گئی ہے اور یہ بتایا گیا ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کا معاملہ مختلف ضرور ہے اور وہ یہ ہے جو ہم نے بیان کر دیا ہے، وہ نہیں جو تم سمجھ رہے ہو کہ وہ خدا کے بیٹے ہیں۔ خدا کی شان اس سے بہت بلند ہے کہ وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے، وہ اس سے پاک ہے، وہ ذات تو وہ ہے جو حرف کن سے جو چاہتی ہے پیدا کر لیتی ہے، اسے نہ کوئی زوال ہے اور نہ کوئی احتیاج ہے جس کی وجہ سے اسے اولاد کی ضرورت ہو اور وہ کسی کو اپنا بیٹا بنائے۔)

نیز عیسیٰ علیہ السلام ہی کے بارے میں فرمایا ہے:

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ. اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ. (آل عمران ۳:۵۹-۶۰)

”بے شک، عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی سی ہے، اس کو مٹی سے بنایا پھر اس کو امر کیا کہ تو ہو جا تو وہ ہو گیا۔ یہی بات تمھارے رب کی طرف سے حق ہے تو تم شک کرنے والوں میں سے نہ بنو۔“

یہ آیت بھی ہمیں واضح طور پر یہ بتا رہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام کی پیدایش کا معاملہ آدم علیہ السلام کی پیدایش کی مثل ہے اور آپ اسی طرح بغیر باپ کے مریم کے پیٹ میں حرف کن کے ساتھ پیدا کیے گئے تھے، جیسے آدم علیہ السلام بغیر ماں باپ کے مٹی سے حرف کن سے پیدا کیے گئے تھے۔ پھر اس کے بعد اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ نصیحت بھی کر دی ہے کہ یہی بات حق ہے، لہٰذا اے مخاطب، تم شک کرنے والوں میں سے نہ بنو۔

عذاب قبر کا ثبوت

سوال: کیا قرآن مجید میں عذاب قبر کا کوئی ثبوت موجود ہے؟ (ریاض میمن)

جواب: قرآن مجید کی درج ذیل آیات سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ رسولوں کے براہ راست

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

مخاطبین کے لیے قبر، یعنی عالم برزخ کا عذاب برحق ہے:

''اور فرعون والوں کو برے عذاب نے گھیر لیا، آگ ہے جس پر وہ صبح و شام پیش کیے جاتے ہیں اور جس دن قیامت قائم ہوگی، حکم ہوگا: فرعون والوں کو بدترین عذاب میں داخل کرو۔''

(المومن ۴۰: ۴۵-۴۶)

یعنی قیامت سے پہلے اس وقت وہ صبح و شام آگ پر پیش کیے جا رہے ہیں۔

''تم ان (منافقوں) کو نہیں جانتے، ہم انھیں جانتے ہیں۔ ہم انھیں دو مرتبہ عذاب دیں گے۔ پھر یہ عذاب عظیم کی طرف لوٹا دیے جائیں گے۔'' (التوبہ ۹: ۱۰۱)

یعنی ایک مرتبہ دنیا میں اور دوسری مرتبہ عالم برزخ میں اور پھر اس کے بعد جہنم کا عذاب عظیم۔

چنانچہ ان دونوں آیات سے یہ پتا چلتا ہے کہ رسولوں کے مخاطبین اگر ان کی تکذیب کر دیں تو وہ قیامت سے پہلے عالم برزخ میں بھی عذاب میں گرفتار ہوتے ہیں۔ احادیث میں اسی عذاب کو عذاب قبر سے تعبیر کیا گیا ہے۔

سورۂ نور (۲۴) کی آیت ۲۶ کا مفہوم

سوال: سورۂ نور کی آیت ۲۶ ''خبیث عورتیں خبیث مردوں کے لیے اور خبیث مرد خبیث عورتوں کے لیے ہوں گے اور پاکیزہ عورتیں پاکیزہ مردوں کے لیے اور پاکیزہ مرد پاکیزہ عورتوں کے لیے ہوں گے'' اس آیت کے مطابق اس شخص کا کیا معاملہ ہوگا جس نے شادی سے پہلے کسی لڑکی سے محبت کی اور اس کے ساتھ جنسی عمل کے سوا اظہار محبت کے کئی طریقوں کو اختیار کیا۔ کیا ایسا شخص خبیث مردوں ہی کی صف میں آئے گا اور کیا اس کے مقدر میں خبیث عورت ہی ہوگی؟ (عبدالرحمٰن)

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ جس خاتون سے انسان بہت محبت رکھتا ہو، اس کے ساتھ

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

بہت مخلص ہو اور بڑے سچے جذبے سے اس کے ساتھ شادی کرنا چاہتا ہو، اس کو بھی کسی نسوانی اور جنسی پہلو سے دیکھتے رہنا، چھونا، اس سے اسی نوعیت کی گفتگو کرنا اور اس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا وغیرہ، یہ سب دینی اعتبار سے بالکل ناجائز ہے۔

البتہ، جس آیت کا آپ نے حوالہ دیا ہے، وہ آخرت سے متعلق ہے، اس کا دنیا سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہاں پر ہو سکتا ہے کسی کو اس کے کیے کی کوئی سزا دی جائے یا نہ دی جائے، لہٰذا آپ جہاں شادی کرنا چاہتے ہیں، وہاں خواہ مخواہ کوئی شک نہ کریں۔ اپنی معلومات کے مطابق تسلی رکھیں اور وہم میں نہ پڑیں۔

حدیث کے بارے میں قرآن کی وضاحت

سوال: قرآن مجید حدیث کے بارے میں کیا کہتا ہے؟ (خالد احمد خاں)

جواب: قرآن مجید نے حدیث کے بارے میں کوئی بات نہیں کی۔ البتہ، اس نے صاحب حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بہت سی باتیں کی ہیں، یعنی یہ کہ آپ کی اطاعت کی جائے، آپ کی اتباع کی جائے اور آپ کے اسوۂ حسنہ کو اپنایا جائے۔

بیت المقدس اور تحویل قبلہ

سوال: قرآن میں کس جگہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ آپ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں، اگر نہیں دیا گیا تو آپ نے ایسا کیوں کیا؟ (بابا علی)

جواب: یہ بات تو قرآن مجید سے ثابت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ ماہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز نہیں پڑھی۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ارشاد باری ہے:

۱۔ سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِىْ كَانُوْا عَلَيْهَا. (البقرہ۲:۱۴۲)

''(ابراہیم کی بنائی ہوئی مسجد کو، اے پیغمبر، ہم نے تمھارے لیے قبلہ ٹھیرانے کا فیصلہ کیا ہے تو) اب اِن لوگوں میں سے جو احمق ہیں، وہ کہیں گے: اِنھیں کس چیز نے اُس قبلے سے پھیر دیا جس پر یہ پہلے تھے؟''

۲۔ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِىْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ. (البقرہ۲:۱۴۳)

''اور اِس سے پہلے جس قبلے پر تم تھے، اُسے تو ہم نے صرف یہ دیکھنے کے لیے ٹھیرایا تھا کہ کون رسول کی پیروی کرتا ہے اور کون الٹا پھر جاتا ہے۔''

۳۔ قِبْلَةً تَرْضٰهَا فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ. (البقرہ۲:۱۴۴)

''(اے پیغمبر)، سو ہم نے فیصلہ کر لیا کہ تمھیں اُس قبلے کی طرف پھیر دیں جو تم کو پسند ہے، لہٰذا اب اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر دو۔''

آیات نمبر۱ اور ۲ اور ان کے ترجمے میں موجود خط کشیدہ الفاظ میں بیت اللہ کا ذکر نہیں ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ کس قبلے کا ذکر ہے؟

آیت نمبر۳ میں بیت اللہ کی طرف آپ کا رخ پھیر دینے کا ذکر ہے۔ سوال یہ ہے کہ آپ کے رخ کو کدھر سے اِدھر پھیرا جا رہا ہے۔

قرآن کی یہ آیت کہ 'سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ' (عنقریب یہ بے وقوف (یہود) کہیں گے)، بتاتی ہے کہ یہ یہود کا پسندیدہ قبلہ ہے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ یہ بیت المقدس ہی ہے۔

اور احادیث بھی بتاتی ہیں کہ وہ بیت المقدس ہی ہے۔

قرآن مجید کے اس مقام کی مختصر وضاحت یہ ہے کہ مکہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے، البتہ آپ اس بات کا اہتمام ضرور کرتے تھے کہ آپ اس رخ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

پر کھڑے ہوں جس پر خانہ کعبہ اور بیت المقدس، دونوں ہی قبلے آپ کے سامنے آ جائیں، اس کی وجہ یہ تھی کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت تک اہل کتاب سے مختلف کوئی طریقہ اختیار نہ کیا کرتے تھے، جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو اس کا حکم یا اس کی اجازت نہ مل جاتی تھی۔

پھر جب آپ مدینہ میں آئے تو وہاں دونوں قبلوں کو بہ یک وقت سامنے رکھنا ممکن نہ تھا، لہٰذا آپ نے اپنے اصول کے مطابق بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنا شروع کر دی، لیکن آپ کا جی یہ چاہتا تھا کہ آپ خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھیں۔ پھر جیسا کہ درج بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے، کچھ ہی عرصہ بعد اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ حکم دے دیا کہ آپ کعبہ ہی کو اپنا قبلہ بنائیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

عبادات

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

قابل زکوٰۃ تنخواہ

سوال: ماہانہ کتنی تنخواہ پر پیداوار کی زکوٰۃ عائد ہوگی اور یہ زکوٰۃ بنیادی تنخواہ پر عائد ہو گی یا مجموعی تنخواہ پر؟ (اے کے فریدی)

جواب: زکوٰۃ مجموعی تنخواہ پر عائد ہوگی۔ رہا یہ معاملہ کہ کتنی تنخواہ ہو تو اس پر پیداوار کی زکوٰۃ کا اطلاق ہوگا تو اس سلسلے میں اصلاً حکومت ہی کو قانون سازی کرنا ہوگی، جب تک حکومت اس ضمن میں کوئی قانون سازی نہیں کرتی، ہمارے خیال میں اگر کسی کی آمدنی اس کی بنیادی ضروریات سے اتنی زیادہ ہے کہ وہ قرض لیے بغیر دس فی صد زکوٰۃ ادا کر سکتا ہے تو اس پر یہ زکوٰۃ لگے گی۔

قدما میں تنخواہ پر زکوٰۃ کا تصور

سوال: کیا تنخواہ پر پیداوار کی زکوٰۃ کا تصور خلفاے راشدین کے دور میں پایا جاتا تھا اور کیا جمہور علما اس زکوٰۃ کے قائل ہیں؟ (اے کے فریدی)

جواب: جمہور علما تنخواہ پر اس زکوٰۃ کے قائل نہیں ہیں، کیونکہ انھوں نے ’Services produce‘ کرنے کو پیداوار سے ملحق نہیں کیا، یعنی انھوں نے اس معاملے میں نئی صورت حال کو مدنظر رکھتے ہوئے تا حال کوئی اجتہاد نہیں کیا۔

خلفاے راشدین کے زمانے میں نہ تنخواہ دار طبقہ اتنی بڑی تعداد میں موجود تھا اور نہ اس وقت

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

تنخواہوں کے حوالے سے ایسی قانون سازی کرنا کسی فقیہ کے لیے ممکن تھا۔

تنخواہ پر زکوٰۃ یا ٹیکس

سوال: کیا ایک آدمی کو اپنے مال پر زکوٰۃ بھی دینا ہو گی اور حکومت کے ٹیکس بھی دینا ہوں گے؟ نیز اگر تنخواہ پر پیداوار کی ماہانہ دس فی صد زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد سال کے آخر میں کچھ رقم جمع ہو جاتی ہے تو کیا اس پر مال کی زکوٰۃ بھی عائد ہو گی۔ (اے کے فریدی)

جواب: ادا شدہ ٹیکس کی رقم زکوٰۃ میں سے منہا کر کے زکوٰۃ دی جائے گی۔ پیداوار کی زکوٰۃ الگ ہے اور مال کی زکوٰۃ الگ۔ اگر سال کے آخر پر جمع شدہ مال نصاب سے زیادہ ہو گا تو اس پر مال کی زکوٰۃ الگ سے عائد ہو گی۔

امیر اور غریب کے لیے یکساں شرح زکوٰۃ

سوال: شرح زکوٰۃ امیر اور غریب آدمی کے لیے یکساں کیوں ہے؟ غریب آدمی تو بہت مشکل سے اپنے گھر ہی کا خرچ چلاتا ہے، جبکہ دولت مند لوگوں کی آمدنی کروڑوں اور اربوں میں ہوتی ہے۔ چنانچہ حکومت جو ٹیکس لگاتی ہے، اس کی شرح امیر اور غریب کے حوالے سے یکساں نہیں ہوتی، لیکن زکوٰۃ کی شرح کا معاملہ یہ نہیں ہے، کیوں؟

(اے کے فریدی)

جواب: پہلی بات تو یہ ذہن میں رہے کہ زکوٰۃ کسی غریب آدمی سے ہرگز نہیں لی جاتی، بلکہ یہ اس کو دی جاتی ہے۔ اسلام کے نزدیک اصول یہ ہے کہ ہر صاحب نصاب آدمی کو زکوٰۃ دینا ہو گی اور جو شخص بھی ان لوگوں کے دائرے میں آ جائے جن پر زکوٰۃ صرف کرنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ اپنی

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ضروریات کے لیے زکوٰۃ لے سکتا ہے۔ لہٰذا، ایسا شخص جو صاحب نصاب ہے، لیکن اسے خود بھی زکوٰۃ کی ضرورت ہے تو ہمارے خیال میں وہ زکوٰۃ لے بھی سکتا ہے۔ جبکہ بعض فقہا کے نزدیک صاحب نصاب کے لیے زکوٰۃ لینا جائز نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ زکوٰۃ اپنی حقیقت میں عبادت ہے۔ لہٰذا، اسے ٹیکس کی نظر سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ جو لوگ اس عبادت کے مکلّف قرار پائیں گے، یعنی صاحب نصاب ہوں گے، ان کے لیے شرحوں کا فرق موزوں نہیں، بلکہ وہ یکساں ہی ہونی چاہییں۔ البتہ اگر ان کی آمدنی کروڑوں اور اربوں میں ہوگی تو زکوٰۃ بھی اسی حساب سے کروڑوں یا لاکھوں ہی میں ہوگی۔ لہٰذا، معاملہ عادلانہ ہی رہے گا۔ اور جو لوگ صاحب نصاب ہوتے ہوئے کسی وجہ سے زکوٰۃ کے مستحق ہو جائیں گے، وہ زکوٰۃ دیتے ہوئے زکوٰۃ لے بھی سکیں گے۔

پیداوار پر زکوٰۃ کی شرح کا اصول

سوال: مال اور پیداوار پر زکوٰۃ کی شرح کا اصول کیا ہے؟ کرایوں سے ہونے والی آمدنی اور جائداد کے طور پر پڑی ہوئی زمین پر مال کی زکوٰۃ عائد ہوگی یا پیداوار کی، اس معاملے میں غامدی صاحب کا نقطۂ نظر کیا ہے؟ (اے کے فریدی)

جواب: مال اگر حد نصاب تک پہنچتا ہو تو اس پر ''کل مال کا ڈھائی فی صد'' کے حساب سے زکوٰۃ عائد ہوگی۔ پیداوار اگر اصلاً محنت یا اصلاً سرمایے سے وجود میں آئے تو حد نصاب تک پیداوار پر کل پیداوار کا ۱۰ فی صد زکوٰۃ کے طور پر دینا ہوگا اور اگر محنت اور سرمایہ، دونوں کے تعامل سے وجود میں آئے تو پھر اس کا ۵ فی صد زکوٰۃ کے طور پر دینا ہوگا۔

بعض جدید ذرائع آمدن کے مال یا پیداوار سے الحاق کے بارے میں استاذ محترم غامدی صاحب کا نقطۂ نظر یہ ہے:

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

”...جو کچھ صنعتیں اِس زمانے میں وجود میں لاتیں اور اہل فن اپنے فن کے ذریعے سے پیدا کرتے اور جو کچھ کرایے، فیس اور معاوضۂ خدمات کی صورت میں حاصل ہوتا ہے، وہ بھی اگر مناط حکم کی رعایت ملحوظ رہے تو پیداوار ہی ہے۔ اِس وجہ سے اِس کا الحاق اموال تجارت کے بجاے مزروعات سے ہونا چاہیے اور اِس معاملے میں وہی ضابطہ اختیار کرنا چاہیے جو شریعت نے زمین کی پیداوار کے لیے متعین کیا ہے۔

... اِس اصول کے مطابق کرایے کے مکان، جائدادیں اور دوسری اشیا اگر کرایے پر اٹھی ہوں تو مزروعات کی اور اگر نہ اٹھی ہوں تو اُن پر مال کی زکوٰۃ عائد کرنی چاہیے۔“

(میزان ۳۵۳-۳۵۴)

پینشن پر زکوٰۃ

سوال: کیا پینشن پر بھی اسی طرح پیداوار کی زکوٰۃ عائد ہوگی، جیسے تنخواہ پر زکوٰۃ عائد ہوتی ہے؟ (اے کے فریدی)

جواب: پینشن پر پیداوار کی زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی، کیونکہ یہ رقم نہ اصلاً محنت سے حاصل ہوئی ہے، نہ اصلاً سرمایے سے اور نہ ان دونوں کے تعامل سے، بلکہ یہ سابقہ خدمات کے صلے میں دیا جانے والا ایک ’Benefit‘ ہے۔ البتہ اگر کسی کے ہاں سال گزرنے کے بعد یہی پینشن حد نصاب تک پہنچ جاتی ہے تو پھر اس پر ڈھائی فی صد کے حساب سے مال کی زکوٰۃ لگے گی۔

زرعی زمین پر زکوٰۃ

سوال: کتنے ایکڑ زمین پر پیداوار کی زکوٰۃ عائد ہوگی؟ (اے کے فریدی)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جواب: پیداوار کی زکوٰۃ ایکڑوں کے حساب سے نہیں ہوا کرتی، بلکہ پیداوار کی مقدار اگر حد نصاب تک پہنچتی ہو تو پھر اس پیداوار پر یہ زکوٰۃ لگتی ہے۔

خلافت راشدہ میں پیداوار کی زکوٰۃ

سوال: حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں بہت سے محکمے وجود میں آ گئے تھے تو کیا انھوں نے کرایے اور معالجوں کی فیسوں پر پیداوار کی زکوٰۃ عائد کی تھی، جیسا کہ غامدی صاحب کے خیال میں یہ عائد ہونی چاہیے؟ (اے کے فریدی)

جواب: اس زمانے میں تنخواہ پر پیداوار کی زکوٰۃ عائد نہیں کی جاتی تھی۔ اگر بعض چیزوں پر زکوٰۃ عائد کرنا اور بعض کو اس سے مستثنیٰ قرار دینا امیر ریاست کا کام ہے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث سے ثابت ہے تو پھر یہ لازم نہیں رہتا کہ جو کچھ وہاں موجود نہیں تھا، وہ یہاں بھی موجود نہ ہو۔ وقت اور زمانے کی تبدیلی سے حالات بدل جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ ضروری ہو جاتا ہے کہ نئے حالات میں شریعت کے اطلاقات کو از سر نو متعین کیا جائے۔ شریعت کے اسی اطلاق کی تعیین کے حوالے سے استاذ محترم غامدی صاحب فرماتے ہیں:

”...جو کچھ صنعتیں اس زمانے میں وجود میں لاتیں اور اہل فن اپنے فن کے ذریعے سے پیدا کرتے اور جو کچھ کرایے، فیس اور معاوضۂ خدمات کی صورت میں حاصل ہوتا ہے، وہ بھی اگر مناط حکم کی رعایت ملحوظ رہے تو پیداوار ہی ہے۔ اِس وجہ سے اِس کا الحاق اموال تجارت کے بجائے مزروعات سے ہونا چاہیے اور اِس معاملے میں وہی ضابطہ اختیار کرنا چاہیے جو شریعت نے زمین کی پیداوار کے لیے متعین کیا ہے۔“ (میزان ۳۵۳)

”...اِس اصول کے مطابق کرایے کے مکان، جائدادیں اور دوسری اشیا اگر کرایے پر اٹھی ہوں تو مزروعات کی اور اگر نہ اٹھی ہوں تو اُن پر مال کی زکوٰۃ عائد کرنی چاہیے۔“ (میزان ۳۵۴)

یہ درج بالا نقطۂ نظر غامدی صاحب کا اجتہاد ہے جسے وہ اپنے استدلال کے ساتھ بیان کر

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

رہے ہیں، ان کے نزدیک یہ صحیح ہے، لیکن اس میں غلطی کا امکان موجود ہے۔

نماز میں طہارت کا قائم نہ رہنا

سوال: بواسیر کی بیماری کی وجہ سے کپڑے خراب ہوتے رہتے ہیں۔ چنانچہ نماز پڑھنے کے بارے میں بتائیے کہ وہ کیسے پڑھی جائے؟ (محمد عامر شہزاد)

جواب: ہر نماز کے موقع پر استنجا کریں، کپڑے کے ناپاک حصے دھولیں، وضو کریں اور نماز پڑھیں۔ دوران نماز بیماری کی وجہ سے اگر کچھ خرابی ہو تو اس کی پروا نہ کریں اور نماز مکمل کریں۔

زکوٰۃ کی ادائیگی کی ذمہ داری

سوال: بعض لوگ اپنی بیٹیوں کی شادی کے لیے، بہت پہلے سونا لے کر رکھ چھوڑتے ہیں اور پھر وہ اس پر کوئی زکوٰۃ نہیں دیتے اور اس کی وجہ یہ بتاتے ہیں کہ ہم اسے استعمال نہیں کر رہے، یہ تو ہم نے اپنی بیٹی کی شادی کے لیے بنوایا ہے۔ اور وہ لڑکی جس کے لیے یہ سونا خریدا جاتا ہے، وہ اس ضمن میں بالکل بے بس ہوتی ہے۔

سوال یہ ہے کہ اس صورت حال میں اس لڑکی کو کیا کرنا چاہیے؟ نیز یہ بتائیں کہ اس کے والدین کے لیے شریعت کا کیا حکم ہے؟ (فوزیہ اسلم)

جواب: یہ سونا دراصل، والدین ہی کی ملکیت ہے، انھی کو اس پر اختیار ہے اور آیندہ اس کے بارے میں جو فیصلہ بھی کرنا ہے، انھوں نے ہی کرنا ہے۔ چنانچہ ان پر شرعاً یہ لازم ہے کہ وہ اس کی زکوٰۃ ادا کریں۔ اگر وہ اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کریں گے تو خدا کے ہاں اس کے لیے مسئول

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ہوں گے۔ جہاں تک ان کی بیٹی کا معاملہ ہے تو بے شک یہ سونا اسی کے لیے خریدا گیا ہے، لیکن وہ اس معاملے میں چونکہ بے بس ہے، لہٰذا اس پر کوئی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی، سوائے اس بات کے کہ وہ اپنی بساط کی حد تک اپنے والدین کو نصیحت کرے کہ وہ اس سونے کی زکوٰۃ ادا کریں، ورنہ وہ خدا کو کیا جواب دیں گے۔

عورت کے سفر حج کے لیے محرم کی شرط

سوال: میں حج پر جانا چاہتی ہوں، لیکن محرم رشتہ داروں میں سے کوئی ساتھ نہیں جا سکتا، البتہ ایک قابل اعتماد فیملی جن کے بچے میرے شاگرد رہے ہیں، وہ مجھے اپنے ساتھ حج پر لے جا سکتی ہے۔ کیا اسلام کی رو سے اس فیملی کے ساتھ میرا حج پر جانا درست ہوگا؟ (صغریٰ بیگم)

جواب: اس زمانے میں حج کا سفر بہت محفوظ ہو گیا ہے، لہٰذا پرانے زمانے کے غیر محفوظ سفروں کی وجہ سے عورت کے لیے محرم کے ساتھ ہونے کی جو ہدایت دی گئی تھی، اب ان حالات میں اس کا اطلاق نہیں ہوگا۔

محرم کی شرط کے معاملے میں ائمہ اربعہ میں اختلاف موجود ہے۔ امام شافعی اور امام مالک کے نزدیک اگر عورت کو محفوظ رفاقت میسر آ جائے تو وہ حج کے لیے جا سکتی ہے، اس کے ساتھ محرم کا ہونا ضروری نہیں ہے۔ جبکہ امام ابوحنیفہ محرم کے وجود کو لازم قرار دیتے ہیں۔

غامدی صاحب کی رائے کے مطابق آپ جس قابل اعتماد فیملی کے ساتھ حج پر جانا چاہتی ہیں، اس کے ساتھ جا سکتی ہیں، کسی محرم کے ساتھ ہونے کی شرط لازم نہیں ہے۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

غیر زائرین حرم کی قربانی

سوال: زائرین حرم کے علاوہ عام مسلمان جو اپنے اپنے علاقوں میں قربانی کرتے ہیں، کیا ان کا یہ قربانی کرنا درست ہے، جیسا کہ پاکستان میں کی جاتی ہے؟ کیا پاکستان میں قربانی صحیح طریقے سے کی جا رہی ہے؟ (محمد شاکر)

جواب: زائرین حرم کے علاوہ عام مسلمان جو اپنے اپنے علاقوں میں قربانی کرتے ہیں، ان کا یہ قربانی کرنا بالکل درست ہے۔ یہ قربانی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل سے ثابت ہے:

عَنْ اَنَسٍ... وَضَحّٰی (النَّبِیُّ) بِالْمَدِیْنَةِ کَبْشَیْنِ اَمْلَحَیْنِ اَقْرَنَیْنِ مُخْتَصَرًا. (بخاری، رقم ۱۷۱۲)

''حضرت انس سے روایت ہے... نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں دو سیاہی و سفیدی مائل رنگ کے، سینگوں والے مینڈھوں کو پہلو کے بل لٹا کر، ان کی قربانی کی۔''

عن البراء قال خرج النبی صلی اللّٰه علیه و سلم یوم أضحی إلی البقیع فصلی رکعتین ثم أقبل علینا بوجهه وقال إن أول نسکنا فی یومنا هذا أن نبدأ بالصلوٰة ثم نرجع فننحر فمن فعل ذلك فقد وافق سنتنا... (بخاری، رقم ۹۷۶)

''براء (بن عازب رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الاضحیٰ کے دن (مدینے کے میدان) بقیع کی طرف گئے اور نماز عید کی دو رکعات پڑھائیں، پھر ہماری طرف رخ کر کے فرمایا: ہماری آج کی سب سے مقدم عبادت یہ ہے کہ ہم پہلے نماز پڑھیں، پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد قربانی کریں۔ جس نے اسی طرح کیا، اس نے ہماری سنت کے مطابق عمل کیا...''

پاکستان میں قربانی کا جو طریقہ رائج ہے، اس میں اصولاً کوئی غلطی نہیں ہے۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اذان کے بعد دعا

سوال: اذان کے بعد جو دعا پڑھی جاتی ہے، کیا اس میں ہاتھ اٹھانے ضروری ہیں؟ اور کیا یہ دعا جمعہ کی دوسری اذان کے بعد بھی پڑھنی چاہیے؟ (عبدالوحید خان)

جواب: اذان کے بعد پڑھی جانے والی دعا میں ہاتھ اٹھانے ضروری نہیں ہیں۔ جمعہ کی دوسری اذان کے فوراً بعد خطبہ شروع ہو جاتا ہے۔ اس خطبے کا سننا فرض ہے۔ لہٰذا خطبہ شروع ہونے کے بعد کوئی دعا نہیں پڑھی جا سکتی۔

اپنی زبان میں نماز پڑھنا

سوال: کیا مسجدوں میں نماز، نمازیوں کی اپنی زبان میں پڑھائی جا سکتی ہے؟

(دانش جمال)

جواب: نہیں، یہ درست نہیں ہے، کیونکہ نماز میں سورۂ فاتحہ اور قرآن مجید کے کچھ حصے کی تلاوت کا حکم ہے۔ یہ دونوں عربی زبان میں ہیں۔ لہٰذا یہ چیزیں تو عربی ہی میں پڑھنی ہوں گی، کیونکہ ترجمۂ قرآن، قرآن نہیں ہوتا۔

البتہ، وہ اذکار اور دعائیں جو امام اور مقتدی اپنے اپنے طور پر پڑھتے ہیں، وہ استاذ محترم جاوید احمد صاحب غامدی کی رائے کے مطابق اپنی زبان میں پڑھی جا سکتی ہیں۔

ظہر کی نماز کا وقت

سوال: ظہر کی نماز کا وقت کب شروع ہوتا اور کب تک باقی رہتا ہے؟

(علاؤ الدین دسانی)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جواب: ظہر کی نماز کا وقت سورج کے نصف النہار سے ڈھلنے سے لے کر مرأی العین پر پہنچنے تک ہوتا ہے۔ مرأی العین سے وہ وقت مراد ہے جب سیدھے کھڑے ہوئے آدمی کی آنکھوں میں سورج کی ترچھی شعاعیں پڑنے لگتی ہیں۔

اپنی کمائی ہوئی رقم سے حج کرنا

سوال: ایک ملازمت پیشہ عورت جو خود کما رہی ہے، وہ اگر حج پر جانا چاہے تو کیا اسے اپنی کمائی ہوئی رقم سے حج کرنا چاہیے یا اسے اپنے خاوند کی کمائی سے حج کرنا چاہیے؟

(تہمینہ ونی)

جواب: دونوں ہی صورتیں جائز ہیں، البتہ اپنی کمائی ہوئی رقم سے حج کرنا زیادہ عمدہ بات ہے۔

رفع یدین

سوال: نماز میں رفع یدین کرنا چاہیے یا نہیں؟ (احسن خان)

جواب: نماز میں رکوع سے پہلے اور بعد میں بعض دفعہ رفع یدین کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، یعنی آپ نے یہ رفع یدین نماز کے مستقل اور لازمی عمل کے طور پر نہیں کیا۔ چنانچہ یہ کیا بھی جا سکتا ہے اور چھوڑا بھی جا سکتا ہے۔

قیام میں ہاتھ باندھنے کی جگہ

سوال: نماز میں قیام کرتے ہوئے ہاتھ کہاں باندھنے چاہییں؟ (احسن خان)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جواب: ناف سے اوپر سینے تک جہاں بھی ہاتھ باندھے جائیں، درست ہوگا۔

فاتحہ خلف الامام

سوال: امام کے پیچھے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کرنی چاہیے یا نہیں؟ (احسن خان)

جواب: اگر آپ امام کی آواز سن رہے ہیں تو پھر اسے سورۂ فاتحہ پڑھتے ہوئے سنیں، ورنہ آپ خود پڑھیں۔

رفع یدین نہ کرنے کا ثبوت

سوال: کیا نماز میں رفع یدین کرنا ضروری ہے؟ اور اگر ضروری نہیں تو کیا رفع یدین نہ کرنا حدیث سے ثابت ہے؟ (مدثر رضا)

جواب: نماز کا ماخذ حدیث نہیں، بلکہ سنت ہے، کیونکہ امت نے نماز کو سنت سے اخذ کیا ہے نہ کہ حدیث سے۔ نماز ایک دینی عمل کے طور پر سنت سے حتمی طور پر ثابت ہے۔

یہاں پہلے یہ بات سمجھنا ضروری ہے کہ سنت سے ہماری کیا مراد ہے اور حدیث سے کیا مراد ہے؟ استاذ محترم غامدی صاحب سنت اور حدیث کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

''سنت سے ہماری مراد دین ابراہیمی کی وہ روایت ہے جسے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس کی تجدید و اصلاح کے بعد اور اُس میں بعض اضافوں کے ساتھ اپنے ماننے والوں میں دین کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے۔'' (میزان ۱۴)

''سنت ... کے بارے میں یہ بالکل قطعی ہے کہ ثبوت کے اعتبار سے اِس میں اور قرآن مجید میں کوئی فرق نہیں ہے۔ وہ جس طرح صحابہ کے اجماع اور قولی تواتر سے ملا ہے، یہ اِسی طرح

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اُن کے اجماع اور عملی تواتر سے ملی ہے اور قرآن ہی کی طرح ہر دور میں مسلمانوں کے اجماع سے ثابت قرار پائی ہے، لہٰذا اِس کے بارے میں اب کسی بحث و نزاع کے لیے کوئی گنجایش نہیں ہے۔

دین لاریب، اِنھی (قرآن اور سنت) دو صورتوں میں ہے۔ اِن کے علاوہ کوئی چیز دین ہے، نہ اُسے دین قرار دیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل اور تقریر و تصویب کے اخبار آحاد جنھیں بالعموم ''حدیث'' کہا جاتا ہے، اِن کے بارے میں ہمارا نقطۂ نظر یہ ہے کہ اِن سے جو علم حاصل ہوتا ہے، وہ کبھی درجۂ یقین کو نہیں پہنچتا، اِس لیے دین میں اِن سے کسی عقیدہ و عمل کا اضافہ بھی نہیں ہوتا۔ دین سے متعلق جو چیزیں اِن میں آتی ہیں، وہ درحقیقت، قرآن و سنت میں محصور اِسی دین کی تفہیم و تبیین اور اِس پر عمل کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کا بیان ہیں۔ حدیث کا دائرہ یہی ہے۔ چنانچہ دین کی حیثیت سے اِس دائرے سے باہر کی کوئی چیز نہ حدیث ہو سکتی ہے اور نہ محض حدیث کی بنیاد پر اُسے قبول کیا جا سکتا ہے۔

اِس دائرے کے اندر، البتہ اِس کی حجت ہر اُس شخص پر قائم ہو جاتی ہے جو اِس کی صحت پر مطمئن ہو جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول و فعل یا تقریر و تصویب کی حیثیت سے اِسے قبول کر لیتا ہے۔ اِس سے انحراف پھر اُس کے لیے جائز نہیں رہتا، بلکہ ضروری ہو جاتا ہے کہ آپ کا کوئی حکم یا فیصلہ اگر اِس میں بیان کیا گیا ہے تو اُس کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔''

(میزان ۱۴-۱۵)

نماز کا ماخذ سنت ہے نہ کہ حدیث۔ سنت سے جو نماز اس امت کو ملی ہے اس میں وہ (رکوع سے پہلے اور بعد کا) رفع یدین موجود نہیں، جس کے بارے میں ہمارے ہاں اختلاف پایا جاتا ہے۔ البتہ وہ احادیث جو نماز کے معاملے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ بیان کرتی ہیں، ان میں آپ کے اس رفع یدین کو اختیار کرنے کا ذکر موجود ہے۔ اس سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ رفع یدین اصل نماز کا حصہ نہیں ہے، البتہ اسے اختیار کیا جا سکتا ہے اور رفع یدین کرنا اجر کا باعث ہوگا، لیکن نہ کرنے پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر رفع یدین نماز کا لازمی حصہ ہوتا، جیسا کہ رکوع و سجدہ نماز کا لازمی حصہ ہے تو یہ چیز بھی ہمیں امت کے عملی تواتر سے اسی طرح ملتی، جیسا کہ رکوع و سجدہ ملے ہیں۔ چنانچہ پھر اس صورت میں اس میں کوئی اختلاف نہ ہوتا، لیکن اس کی خبر چونکہ ہمیں حدیث سے ملی ہے اور جو چیز احادیث سے ملتی ہے، اس میں اختلاف ہونے کا امکان ہوتا ہے، جیسا کہ ہم اس معاملے میں بھی دیکھ رہے ہیں۔

نماز کی نیت

سوال: کیا نماز کی نیت اپنی علاقائی زبان میں کی جا سکتی ہے؟ (جاوید عزیز)

جواب: نیت دل کا عمل ہے، اسے زبان سے ادا کرنا کوئی ضروری نہیں ہے۔ بہرحال، نیت کے الفاظ آدمی جس زبان میں چاہے ادا کر سکتا ہے۔

نماز میں درود

سوال: کیا درود نماز کا لازمی حصہ ہے؟ (جاوید عزیز)

جواب: درود نماز کا لازمی حصہ نہیں ہے۔ آپ نماز کو تشہد کے بعد ختم کر سکتے ہیں، لیکن ہمیں چاہیے کہ ہم نماز میں درود ضرور پڑھیں۔

زکوٰۃ کا مسئلہ

سوال: میں اپنے زیور پر بغیر حساب لگائے زکوٰۃ دیتی رہی ہوں۔ اب میں یہ چاہتی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ہوں کہ باقاعدہ حساب لگا کر زکوٰۃ دوں، آپ یہ بتائیے کہ میں پچھلی دی ہوئی زکوٰۃ کا کیا کروں؟ نیز میں نے اپنے زیور کا کچھ حصہ اپنی بیٹی کو دے دیا تھا اور باقی زیور میں سے کچھ حصے اپنی بہوؤں کو دینا چاہتی ہوں۔ تو کیا آیندہ مجھے اس زیور کی بھی زکوٰۃ ادا کرنا ہو گی؟ (طاہرہ اکرم)

جواب: پہلی بات یہ ہے کہ زکوٰۃ 'calculate' کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ زیور، روپیہ اور پرائز بانڈ وغیرہ کی نوعیت کی جتنی چیزیں آپ کے پاس ہیں، ان کی مالیت کا اندازہ لگائیں اور سال کے اندر کسی ایک دن کو متعین کر کے یہ دیکھیں کہ اس دن آپ کے پاس کل کتنی مالیت کی چیزیں موجود ہیں، یہ کل مالیت اگر نصاب (۵۲ تولے چاندی کی قیمت) سے زیادہ ہو تو اس ساری مالیت پر ڈھائی فی صد کے حساب سے زکوٰۃ کی رقم نکالیں اور وہ رقم اللہ کے حکم کی تعمیل کی نیت سے حکومت کو یا مساکین، غربا وغیرہ کو ادا کریں۔ (قرآن مجید میں زکوٰۃ ادا کرنے کی جگہوں کا ذکر موجود ہے۔ دیکھیں: سورۂ توبہ ۹: ۶۰)

آپ نے بغیر حساب لگائے جتنی زکوٰۃ دی ہے، اس سب کا اندازہ اگر آپ کر سکتی ہیں تو وہ ضرور کر لیں اور پھر اگر آپ یہ محسوس کریں کہ یہ رقم زکوٰۃ کی صحیح 'calculated' رقم سے کم بنتی ہے تو پھر اس باقی رقم کی ادائیگی بھی کریں، چاہے آپ قسطوں ہی میں کریں۔

جو زیور آپ نے اپنی بیٹی کو دے دیا ہے، وہ اگر نصاب کے بقدر یا اس سے زیادہ ہے تو اس کی زکوٰۃ اب آپ کے ذمے نہیں، اس کے ذمے ہے۔ جو زیور ابھی آپ نے اپنی بہوؤں کو دینا ہے، اس کی زکوٰۃ فی الحال آپ ہی کے ذمے ہے، البتہ جب آپ اپنی بہوؤں کو وہ زیور دے دیں گی تو پھر اس کی زکوٰۃ آپ کے ذمے نہیں ہو گی۔

دوران روزہ ادویات کا استعمال

سوال: روزے کے دوران میں مریض کے لیے 'Nasal spray' کا استعمال جائز

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ہے یا نہیں؟ (راشد منظور)

جواب: وہ دوائیں جو جسم کو تقویت نہیں دیتیں، اگر کسی کے لیے روزے کے درمیان ان کا استعمال ناگزیر ہو تو ان سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ جیسا کہ آپ نے اپنی سانس کی بیماری کے حوالے سے بتایا ہے، ہمارے نزدیک ایسے مریض کے لیے روزے کے دوران میں 'Nasal spray' استعمال کرنے کی اجازت ہے، کیونکہ یہ دوا جسم کے لیے کسی درجے میں بھی غذا کی حیثیت نہیں رکھتی، لہٰذا اس سے مریض کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔

اردو میں تسبیحات

سوال: کیا ہم نماز کے دوران میں سجدے اور رکوع میں اردو میں تسبیحات کر سکتے ہیں، نیز کیا یہ ضروری ہے کہ سجدے میں 'سبحان ربی الاعلیٰ' تین دفعہ ہی کہا جائے؟

(احسن خان)

جواب: رکوع اور سجدے میں اردو زبان میں دعائیں کی جا سکتی ہیں۔

سجدے میں 'سبحان ربی الاعلیٰ' تین دفعہ کہنا لازم نہیں ہے۔ اس سے زیادہ بھی کہا جا سکتا ہے اور زیادہ ہی کہنا چاہیے اور کم بھی کہا جا سکتا ہے۔

وتر نماز پڑھنے کا طریقہ

سوال: وتر پڑھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ (احسن خان)

جواب: وتر کی نماز کی رکعات لازماً طاق ہوتی ہیں۔ اس کی ادائیگی کا بہترین وقت تہجد ہی کا وقت ہوتا ہے۔ پڑھنے کا طریقہ کوئی خاص مختلف نہیں ہے۔ آپ تہجد کے نوافل چار، چھ، آٹھ جتنے

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

بھی پڑھنا چاہتے ہیں، وہ پڑھیں۔اس کے بعد وتر کی ایک، تین یا جتنی طاق رکعتیں بھی آپ پڑھنا چاہیں، وہ عام طریقے سے پڑھیں، سوائے اس کے کہ آخری رکعت میں سورۂ فاتحہ اور قرآن کی آیات کی تلاوت کے بعد تکبیر کہہ کر دوبارہ ہاتھ باندھیں اور دعائے قنوت پڑھیں، پھر رکوع میں چلے جائیں اور عام طریقے سے نماز کو مکمل کریں۔ وتر کے طریقے میں اگر آپ کو اختلاف نظر آئے (مثلاً اہل حدیث کے ہاں) تو اس سے پریشان نہ ہوں، کیونکہ ایسا نہیں کہ اس کا صرف ایک ہی طریقہ ہے، بلکہ یہ نماز مختلف طریقوں سے پڑھی جا سکتی ہے۔

حج و عمرہ کے لیے قربانی کی تعداد

سوال: حج اور عمرہ اکٹھا کرنے والے کو ایک قربانی کرنا ہو گی یا دو؟ (دانش)

جواب: ایسے شخص کے لیے عمرہ اور حج جمع کرنے کی وجہ سے کفارے کی ایک قربانی کرنا تو واجب ہو گی اور دوسری قربانی وہ حج کے حوالے سے نفلی قربانی کے طور پر کر سکتا ہے۔

تنخواہ پر زکوٰۃ

سوال: تنخواہ پر زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے؟ (عاصم اعجاز)

جواب: غامدی صاحب کی رائے یہ ہے کہ تنخواہ پیداوار کے ضمن میں آتی ہے اور اس پر پیداوار کی زکوٰۃ کی شرح لگائی جائے گی۔ چنانچہ ہر اس آدمی کو جس کی تنخواہ نصاب تک پہنچتی ہو، اپنی تنخواہ کا دس فی صد زکوٰۃ کے طور پر دینا ہو گا۔اس زکوٰۃ کا نصاب کیا ہے، یعنی تنخواہ کی کتنی مقدار ہو تو اس پر زکوٰۃ عائد ہو گی، یہ بات مسلمانوں کی حکومت کو طے کرنا ہو گی، لیکن جب تک وہ یہ طے نہیں کرتی، اس وقت تک غامدی صاحب کے نزدیک اگر کسی آدمی کی آمدنی اس کی بنیادی ضروریات

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

کی حد سے اتنی زیادہ ہوئی کہ زکوٰۃ نکال کر باقی رقم سے اس کی بنیادی ضروریات پوری ہو جاتی ہوں تو اس پر یہ زکوٰۃ اپنی شرح کے مطابق عائد ہوگی۔

میقات حرم اور ان کی تعداد

سوال: میقات سے کیا مراد ہے؟ یہ تعداد میں کتنے ہیں؟ نیز یہ بھی بتائیں کہ پاکستانی حجاج کرام اپنے احرام کس جگہ سے باندھتے ہیں؟ (ذوالفقار شافی)

جواب: حج و عمرہ کی غرض سے آنے والوں کے لیے حدود حرم سے کچھ فاصلے پر بعض جگہیں متعین کر دی گئی ہیں جن سے آگے وہ احرام کے بغیر نہیں جا سکتے۔ان پر یا ان کے برابر کسی بھی جگہ پر پہنچ کر ضروری ہے کہ احرام باندھ لیا جائے۔ اصطلاح میں انھیں میقات کہا جاتا ہے۔ یہ جگہیں پانچ ہیں: مدینہ سے آنے والوں کے لیے ذوالحلیفہ، یمن سے آنے والوں کے لیے یلملم، مصر و شام سے آنے والوں کے لیے جحفہ، نجد سے آنے والوں کے لیے قرن اور مشرق کی طرف سے آنے والوں کے لیے ذات عرق۔

پاکستانی حجاج جب پاکستان سے سعودی عرب کی طرف روانہ ہوتے ہیں تو وہ میقات کے اوپر سے گزرتے ہوئے حدود حرم میں داخل ہو جاتے ہیں، ضروری ہے کہ وہ جب حدود حرم میں داخل ہوں تو احرام باندھے ہوئے ہوں، لہٰذا انھیں ابتدائے سفر، یعنی کراچی ایئر پورٹ ہی سے احرام باندھنا پڑتا ہے۔

آج کل حج کرانے والی کمپنیاں حاجیوں کی باقاعدہ رہنمائی کے لیے پورا پورا اہتمام کرتی ہیں، اس لیے آپ بے فکر رہیں، وہ اس مسئلے میں آپ کی پوری پوری رہنمائی کریں گی اور آپ کو ویسا ہی کرنا چاہیے جیسا وہ گائیڈ کریں۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جائداد پر زکوٰۃ

سوال: میں اپنی جائداد پر واجب زکوٰۃ کیسے طے کروں۔ مزید براں کیا مجھے اپنے مکانوں پر زکوٰۃ دینا ہوگی اور میری بیوی کو اپنے مکان اور اپنے زیورات پر بھی زکوٰۃ دینا ہوگی؟ (افتخار صدیقی)

جواب: اگر میاں کی جائداد بھی ہے اور بیوی کی بھی تو دونوں کو اپنی اپنی جائداد پر زکوٰۃ دینا ہوگی۔

غامدی صاحب کے نقطۂ نظر کے مطابق اسلام نے ہم پر درج ذیل شرح سے زکوٰۃ عائد کی ہے:

''پیداوار، تجارت اور کاروبار کے ذرائع، ذاتی استعمال کی چیزوں اور حد نصاب سے کم سرمایے کے سوا کوئی چیز بھی زکوٰۃ سے مستثنیٰ نہیں ہے۔ یہ ہر مال، ہر قسم کے مواشی اور ہر نوعیت کی پیداوار پر عائد ہوگی اور ہر سال ریاست کے ہر مسلمان شہری سے لازماً وصول کی جائے گی۔

اس کی شرح یہ ہے:

مال میں ۲½ فی صدی سالانہ (اگر وہ مال ۶۴۲ گرام چاندی کی مالیت سے زیادہ ہے)۔

پیداوار میں اگر وہ اصلاً محنت یا اصلاً سرمایے سے وجود میں آئے تو ہر پیداوار کے موقع پر اُس کا ۱۰ فی صدی، اور اگر محنت اور سرمایہ، دونوں کے تعامل سے وجود میں آئے تو ۵ فی صدی، اور دونوں کے بغیر محض عطیۂ خداوندی کے طور پر حاصل ہو جائے تو ۲۰ فی صدی۔'' (میزان ۳۵۰)

اس اصول کے مطابق آپ کو ان مکانوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں دینا ہوگی جن میں آپ رہ رہے ہیں یا وہ آپ کے زیر استعمال ہیں۔ جو مکان کرایے پر اٹھے ہیں تو ان کے کرایے کا دس فی صد دینا ہوگا اور اگر وہ محض جائداد کی صورت میں قیمت بڑھنے پر بیچنے کے لیے روکے ہوئے ہیں تو پھر ہر سال ان کی حاضر مالیت کا ڈھائی فی صد دینا ہوگا۔

زیورات پر مال کی زکوٰۃ (حاضر مالیت کا ڈھائی فی صد) لگے گی۔

اپنے کاروبار سے (جس میں آپ کا سرمایہ اور آپ کی محنت، دونوں صرف ہوتے ہیں، اس

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سے) ہونے والی آمدنی اگر آپ کی حقیقی ضروریات کے بقدر رقم سے زیادہ ہے تو پھر کل آمدنی کا پانچ فی صد آپ کو دینا ہوگا۔

زکوٰۃ کی رقم سے فلاحی کام

سوال: ہسپتال کی زمین خریدنے اور اس پر عمارت بنانے کے لیے ہمیں یہ بات تو واضح ہے کہ صدقے کی مد میں وصول ہونے والی رقم استعمال کی جاسکتی ہے، لیکن زکوٰۃ کی رقم شاید اس کے لیے استعمال نہیں کی جاسکتی؟ اگر یہ بات صحیح ہے تو کیا ہم زمین خریدنے اور عمارت بنانے کے لیے زکوٰۃ کی رقم میں سے بطور قرض کچھ رقم لے سکتے ہیں؟ نیز یہ بتائیں کہ کیا ہم زکوٰۃ کی رقم اپنی 'capital cost' کے لیے استعمال کر سکتے ہیں؟ (ناصر مشتاق)

جواب: استاذ محترم غامدی صاحب کی تحقیق کے مطابق دین میں ایسی کوئی پابندی نہیں ہے۔ چنانچہ آپ صدقے کی رقم کی طرح زکوٰۃ کی رقم سے بھی زمین خرید سکتے اور اس پر عمارت بنا سکتے ہیں اور اسے ہسپتال کی چھوٹی بڑی سب ضروریات کے لیے استعمال کر سکتے ہیں۔

زکوٰۃ کے مصارف، یعنی زکوٰۃ خرچ کرنے کی جگہوں کو خود قرآن مجید نے بیان کیا ہے۔ غامدی صاحب نے زکوٰۃ سے متعلق آیت کی شرح کرتے ہوئے قرآن کے بیان کردہ ان مصارف کو درج ذیل الفاظ میں واضح کیا ہے:

''زکوٰۃ کے مصارف سے متعلق کوئی ابہام نہ تھا۔ یہ ہمیشہ فقرا و مساکین اور نظم اجتماعی کی ضرورتوں ہی کے لیے خرچ کی جاتی تھی، لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جب منافقین نے اعتراضات کیے تو قرآن نے اُنھیں خود پوری وضاحت کے ساتھ بیان کر دیا۔ ارشاد فرمایا ہے:

اِنَّـمَا الصَّدَقٰتُ لِلۡفُقَرَآءِ، وَالۡمَسٰکِیۡنِ، وَالۡعٰمِلِیۡنَ عَلَیۡھَا، وَالۡمُؤَلَّفَةِ قُلُوۡبُھُمۡ،

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وَفِی الرِّقَابِ، وَالْغٰرِمِیْنَ، وَفِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ، وَابْنِ السَّبِیْلِ، فَرِیْضَۃً مِّنَ اللّٰہِ، وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ. (التوبہ۹:۶۰)

''یہ صدقات تو بس فقیروں اور مسکینوں کے لیے ہیں، اور اُن کے لیے جو اِن پر عامل بنائے جائیں، اور اُن کے لیے جن کی تالیف قلب مطلوب ہو، اور اِس لیے کہ گردنوں کے چھڑانے اور تاوان زدوں کی مدد کرنے میں، راہ خدا میں اور مسافروں کی بہبود کے لیے خرچ کیے جائیں۔ یہ اللہ کا مقرر کردہ فریضہ ہے اور اللہ علیم و حکیم ہے۔''

اِس آیت میں جو مصارف بیان کیے گئے ہیں، اُن کی تفصیل یہ ہے:

فقرا و مساکین کے لیے۔

'العاملین علیھا'، یعنی ریاست کے تمام ملازمین کی خدمات کے معاوضے میں۔

'المؤلفۃ قلوبھم'، یعنی اسلام اور مسلمانوں کے مفاد میں تمام سیاسی اخراجات کے لیے۔

'فی الرقاب'، یعنی ہر قسم کی غلامی سے نجات کے لیے۔

'الغارمین'، یعنی کسی نقصان، تاوان یا قرض کے بوجھ تلے دبے ہوئے لوگوں کی مدد کے لیے۔

'فی سبیل اللّٰہ'، یعنی دین کی خدمت اور لوگوں کی بہبود کے کاموں میں۔

'ابن السبیل'، یعنی مسافروں کی مدد اور اُن کے لیے سڑکوں، پلوں، سراؤں وغیرہ کی تعمیر کے لیے۔

...زکوٰۃ کے مصارف پر تملیک ذاتی کی جو شرط ہمارے فقہا نے عائد کی ہے، اُس کے لیے کوئی ماخذ قرآن و سنت میں موجود نہیں ہے، اِس وجہ سے زکوٰۃ جس طرح فرد کے ہاتھ میں دی جا سکتی، اُسی طرح اُس کی بہبود کے کاموں میں بھی خرچ کی جا سکتی ہے۔'' (میزان ۳۵۱-۳۵۲)

قضا نمازوں کا فدیہ

سوال: کیا کسی آدمی کی وفات کے بعد اس کی طرف سے ہم اس کی چھوڑی ہوئی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

نمازوں کے عوض صدقہ دے سکتے ہیں؟ (ثمر کاظمی)

جواب: نہیں اس کی کوئی گنجایش نہیں ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جیسے کوئی بوڑھا آدمی جو روزہ نہ رکھ سکتا ہو، وہ اپنے روزہ چھوڑنے کے عوض فدیہ دے سکتا ہے۔اس طرح کا کوئی فدیہ چھوڑی ہوئی نماز کے لیے نہیں دیا جا سکتا، کیونکہ یہ بات دین میں ثابت نہیں ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ کسی کے لیے کوئی دوسرا شخص نیک عمل نہیں کر سکتا۔

اسلام میں عقیقہ کا حکم

سوال: عقیقہ فرض ہے یا سنت ہے؟ اور کیا بچے کی پیدایش کے بعد کچھ متعین دنوں کے اندر اندر ہی عقیقہ کرنا ضروری ہے؟ (اے ایم طارق)

جواب: عقیقے کی قربانی نفلی قربانی ہے۔غامدی صاحب کی تحقیق کے مطابق یہ ان سنن میں سے نہیں ہے جنھیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بطور شریعت اس امت میں جاری کیا ہے۔

جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے عقیقے کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: تم میں سے جو بچے کی پیدایش پر قربانی کرنا چاہے، وہ کر لے۔

اکثر علما کی راے کے مطابق عقیقے کا دن نومولود کا ساتواں دن ہے، لیکن یہ بات بھی لازم نہیں ہے۔

نماز میں رفع یدین

سوال: نماز پڑھنے کا صحیح طریقہ کیا ہے؟ نماز میں رفع یدین کرنا ضروری ہے یا اس

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کی صرف اجازت ہے، یعنی جو کرنا چاہے، وہ کر سکتا ہے؟ (تنزیل نیازی)

جواب: نماز پڑھنے کا وہی طریقہ ہے جو مسلمانوں کی مساجد میں رائج ہے۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔

جہاں تک رفع یدین کا تعلق ہے جس پر مسلک اہل حدیث کے افراد بہت زور دیتے ہیں تو بے شک وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے، لیکن وہ نماز کا لازمی حصہ نہیں ہے۔ آدمی اسے اختیار کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔

مزید تفصیل کے لیے آپ غامدی صاحب کی تصنیف ''میزان'' کے باب ''قانون عبادات'' کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

معیشت

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

بنک اور نیشنل سیونگ اسکیموں کا سود

سوال: نفع ونقصان میں شراکت کے تصور سے کی گئی سرمایہ کاری پر ملنے والا منافع اگر سود نہیں تو بنک میں جمع شدہ رقم پر ملنے والے منافع کو سود کیسے کہا جا سکتا ہے، جبکہ بنک کے دیوالیہ ہو جانے کا امکان ہوتا ہے اور ایسی صورت میں رقوم جمع کرانے والوں کو بنک کے ساتھ نقصان میں شریک ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح اگر بنک کے ڈپازٹ ایک خاص حد سے کم ہو جائیں، تب بھی اکاؤنٹ ہولڈرز کو کچھ گھاٹا اٹھانا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس صورت میں یہ کیوں نہیں کہا جا سکتا کہ اکاؤنٹ ہولڈرز بنک کے نفع ونقصان میں شریک ہیں اور انھیں ملنے والا منافع سود نہیں ہے؟ (محمد عامر چوہدری)

جواب: بنک اپنے اکاؤنٹ ہولڈرز کو اپنے کاروبار میں نفع ونقصان کی شرائط پر شریک نہیں کرتا، بلکہ وہ انھیں اُن کی جمع شدہ رقوم پر متعین مدت میں، متعین اضافہ کی یقین دہانی کراتا ہے۔ اسی کو سود اور ربا کہتے ہیں۔

بنک کے دیوالیہ ہو جانے پر اکاؤنٹ ہولڈرز کی رقموں کا ٹوٹ جانا یا ان کو نقصان ہو جانا یا اس طرح کی بعض دوسری صورتوں میں انھیں گھاٹا پڑنا، کاروبار کا نفع ونقصان نہیں ہے، بلکہ یہ بنک سے متعلق افراد پر آفات وحوادث کی صورت میں ہونے والے اثرات ہیں۔ بنک بہر حال، سودی نظام پر مبنی ادارہ ہے۔ اسے معلوم ہے کہ نفع ونقصان میں شراکت کیا ہوتی ہے۔ وہ نفع ونقصان کی شرائط پر لوگوں کو اپنے ساتھ شریک نہیں کرتا، بلکہ سود کے اصول پر ان سے رقوم لیتا اور انھیں دیتا ہے۔ چنانچہ اس طرح کی باتوں سے خود کو دھوکا نہیں دینا چاہیے۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اسی طرح وہ سب نیشنل سیونگ اسکیمیں جو متعین رقم پر متعین مدت میں متعین اضافہ دیتی ہیں، وہ بھی ظاہر ہے کہ سود ہی دیتی ہیں۔ اسلام میں ایسی اسکیموں سے فائدہ اٹھانا حرام ہے۔ رہا کسی کا انفرادی مسئلہ کہ اس کے پاس اس حرام سے فائدہ اٹھانے کا عذر موجود ہے تو بے شک معذور اور مجبور آدمی اپنی ضرورت کی حد تک دل کے گریز اور ناپسندیدگی کے ساتھ اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سود پر قرض لینا

سوال: ہمارے ملک میں جو کاروبار بھی کیا جائے، اس کے لیے بنک سے سود پر قرض لینا پڑتا ہے۔ کیا سود دینا بھی اسلام میں اسی طرح ممنوع ہے، جیسا کہ سود لینا؟ (سلیمان)

جواب: بنک وغیرہ سے سود پر قرض لینا جائز ہے۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ شریعت نے سود کھانے، یعنی سود لینے سے منع کیا ہے، سود دینے سے نہیں۔

حدیث میں سود کھلانے والے کو بھی سود لینے والے ہی کی طرح مجرم قرار دیا گیا ہے۔ یہ سود کھلانے والا کون ہے۔ بعض علما نے سود دینے والے ہی کو سود کھلانے والا قرار دیا ہے، لیکن یہ بات درست نہیں ہے۔ سود کھلانے والا دراصل وہ ایجنٹ ہے، جو سود خور کے لیے گاہک لاتا، اس کی نمایندگی کرتا اور اس کے سودی نظام کو چلاتا ہے۔

بنکوں کے شیئر

سوال: کیا اسٹاک ایکسچینج میں بنکوں کے شیئر خریدنا حرام ہے، جبکہ ان کی قیمتیں اوپر اور نیچے ہوتی رہتی ہیں اور ان پر جو منافع دیا جاتا ہے، وہ بھی کم اور زیادہ ہوتا رہتا

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ہے؟ اس صورت میں کیا یہ نفع ونقصان جیسی چیز نہیں بن جاتی؟ (سلیمان)

جواب: بنک ایک ایسا ادارہ ہے جو اصلاً سودی کاروبار کرتا ہے، یعنی وہ کچھ لوگوں سے سود کی کم شرح پر رقم لیتا اور دوسرے لوگوں کو وہی رقمیں سود کی زیادہ شرح پر دیتا ہے۔ یہی اس کا اصل کاروبار ہے اور اسی سے وہ اپنا منافع کماتا ہے۔ لہٰذا اس کی کمائی بھی حرام ہے اور اس میں حصہ دار بننا بھی حرام ہے۔

جب آپ کسی بنک کے شیئر ہولڈر بنتے ہیں تو ظاہر ہے کہ آپ اس کے مالکان میں سے ایک فرد ہوتے ہیں۔ چنانچہ اب اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ مارکیٹ میں بنک کے شیئرز کی قیمت کبھی کم ہوتی ہے اور کبھی زیادہ اور ان شیئرز پر جو منافع ہوتا ہے، وہ بھی یکساں نہیں رہتا۔ بہرحال، یہ شیئر ہولڈر بنک کے مالکان میں سے ہے اور وہ اپنے سودی ادارے سے اپنا نفع حاصل کرتا ہے۔ لہٰذا ہمارے خیال میں بنک کے شیئرز لینے سے لازماً بچنا چاہیے کیونکہ ان کی تجارت حرام ہے۔

بارانی اور نہری زمین کی شرح زکوٰۃ میں فرق کی وجہ

سوال: بارانی زمین کی زکوٰۃ کی شرح دس فی صد اور نہری زمین کی پانچ فی صد کیوں ہے؟ جبکہ بارانی زمین پر فصل کم آتی ہے اور اگر کبھی بارش نہ ہو تو فصل آتی ہی نہیں اور نہری زمین پر سال میں تین تین فصلیں بھی آتی ہیں۔ نیز یہ بتائیے کہ حکومت کو جو مالیہ دینا پڑتا ہے، کیا وہ زکوٰۃ میں سے منہا کیا جائے گا، یعنی کیا اتنی زکوٰۃ کم دینا ہوگی؟

(اے کے فریدی)

جواب: بارانی زمین پر پانی وغیرہ کا کوئی خرچ نہیں ہوتا، چنانچہ اس پر زکوٰۃ کی شرح دس فی صد رکھی گئی ہے، کیونکہ اس کی فصل کم خرچ سے حاصل کی جاتی ہے۔ نہری زمین سے اگر فصلیں زیادہ حاصل ہوتی ہیں تو پانی وغیرہ کے اضافی اخراجات بھی بہت ہوتے ہیں، لہٰذا، اس پر زکوٰۃ کی شرح پانچ فی صد

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

رکھی گئی ہے۔ نہری زمین سے اگر تین فصلیں حاصل ہوتی ہیں تو زکوٰۃ ان تینوں فصلوں پر لگتی ہے۔

البتہ، آج کل چونکہ بارانی اور نہری دونوں نوعیت کی زمینوں کی زراعت پر باقاعدہ کئی قسموں کے اخراجات ہوتے ہیں، لہٰذا، ہمارے نزدیک اب یہ یکساں نوعیت کی زمینیں شمار ہوں گی، چنانچہ اب زمین پر زکوٰۃ عشر نہیں نصف عشر ہی ہوگی۔

حکومت کو جو مالیہ وغیرہ دینا پڑتا ہے، اتنی رقم زکوٰۃ میں سے منہا کر لی جائے گی۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

تنخواہ پر شرح زکوٰۃ

سوال: پیداوار کی زکوٰۃ ظاہر ہے کہ کسی پیداوار ہی پر لگتی ہے، جیسے کہ کھیت میں فصل پیداوار ہوتی ہے اور کارخانے میں کوئی مصنوعہ شے، لیکن تنخواہ جو کہ محنت کا معاوضہ ہے، اسے پیداوار کیسے کہا جا سکتا ہے؟ (اے کے فریدی)

جواب: معیشت کی دنیا میں محنت کرنے والے تنخواہ دار کو 'Services produce' کرنے والا قرار دیا جاتا ہے۔ چنانچہ جو سروسز اس کی پیداوار ہیں، ان کے دس فی صد پر زکوٰۃ ہونی چاہیے۔

نصاب زکوٰۃ میں تبدیلی کا حق

سوال: کیا ریاست زکوٰۃ کے نصاب میں تبدیلی کر سکتی ہے؟ (اے کے فریدی)

جواب: استاد محترم غامدی صاحب کی تحقیق کے مطابق زکوٰۃ کے نصاب میں ریاست اجتہاد کر سکتی ہے۔ لہٰذا ریاست جو نصاب بھی طے کر دے گی، اس سے کم مال یا پیداوار پر زکوٰۃ عائد نہیں ہوگی۔ وہ اپنی کتاب ''میزان'' کے باب ''قانون عبادات'' میں زکوٰۃ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

”... ریاست اگر چاہے تو حالات کی رعایت سے کسی چیز کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ قرار دے سکتی اور جن چیزوں سے زکوٰۃ وصول کرے، اُن کے لیے عام دستور کے مطابق کوئی نصاب بھی مقرر کر سکتی ہے۔ روایتوں میں بیان ہوا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اِسی مقصد سے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ نہیں لی اور مال، مواشی اور زرعی پیداوار میں اُس کا نصاب مقرر فرمایا۔ یہ نصاب درج ذیل ہے:

مال میں ۵ اوقیہ / ۶۴۲ گرام چاندی

پیداوار میں ۵ وسق / ۶۵۳ کلوگرام کھجور

مواشی میں ۵ اونٹ، ۳۰ گائیں اور ۴۰ بکریاں۔

آپ کا ارشاد ہے: 'قد عفوت عن الخیل والرقیق' (میں نے گھوڑوں اور غلاموں کی زکوٰۃ معاف کردی ہے)۔ اِسی طرح فرمایا ہے:

لیس فیما دون خمسة اوسق من التمر صدقة، ولیس فیما دون خمس اواق من الورق صدقة، ولیس فیما دون خمس ذود من الابل صدقة. (الموطا، رقم ۶۸۳)

”۵ وسق سے کم کھجور میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے، ۵ اوقیہ سے کم چاندی میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے اور ۵ سے کم اونٹوں میں کوئی زکوٰۃ نہیں ہے۔“ “ (۳۵۳)

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یہ الفاظ واضح طور پر یہ بتا رہے ہیں کہ یہ نصاب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کا رسول ہونے کی حیثیت سے نہیں، بلکہ عرب کی ریاست کا فرماں روا ہونے کی حیثیت سے مقرر فرمایا تھا، چنانچہ اگر ریاست محسوس کرے تو وہ اس میں تبدیلی کر سکتی ہے۔

سود کی رقم غربا میں تقسیم کرنا

سوال: اگر ہم بنک میں رقم جمع کرائیں اور اس پر ملنے والے سود کو غربا میں تقسیم کر دیں

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

تو کیا یہ صحیح اور جائز ہو گا؟ (صبیحہ خان)

جواب: بنک میں جمع شدہ رقم پر ملنے والے سارے سود کو بغیر ثواب کی نیت سے، اگر آپ غربا میں تقسیم کر دیں تو یہ درست اور جائز ہے۔

بنک کی ملازمت

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سوال: کیا بنک کی ملازمت جائز ہے؟ (عقیل شاہد)

جواب: بنک ایک سودی ادارہ ہے۔ اس ادارے کے ملازمین دراصل اس کے سودی نظام ہی کے ایجنٹ یا کارندے کی حیثیت سے اپنی خدمات سرانجام دیتے اور اس کا معاوضہ لیتے ہیں۔ اسلام میں سود کھانا اور کھلانا صریحاً حرام ہے۔ چنانچہ سودی ادارے کی خدمات بھی ناجائز کام ہیں اور ان کا معاوضہ بھی حرام ہے۔

کسی بڑے عذر اور مجبوری کے تحت تو ایسا ہو سکتا ہے کہ آدمی کچھ دیر کے لیے بنک میں ملازمت کر لے، لیکن یہ ملازمت اصلاً جائز نہیں ہے۔

میراث کا ایک قضیہ

سوال: ایک صاحب نے اپنے ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹس اپنی وفات کے بعد کیش کرانے کی اتھارٹی اپنے ایک قانونی وارث کو دے دی، جب ان کی وفات ہوئی تو ان صاحب نے ایک عرصہ تک وہ ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹس کیش نہیں کرائے۔ پھر عدالت نے ان ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹس کو باقی جائداد میں شامل کرتے ہوئے، انھیں کیش کرانے کی اتھارٹی سب ورثا کو دے دی۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

سوال یہ ہے کہ ان سرٹیفکیٹس کی رقم کا اصل حق دار کون ہے، کیا وہی شخص جسے مرحوم نے خود نامزد کیا تھا اور اسے کیش کرانے کی اتھارٹی دی تھی یا پھر سبھی ورثا جنھیں اب عدالت نے حق دار قرار دے دیا ہے؟ (عبداللہ)

جواب: اس سوال میں موجود معلومات ہی سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ عدالت نے نامزد شخص (Nominee) کے حق میں یہ بات تسلیم نہیں کی کہ مرنے والے نے اسے ان ڈیفنس سیونگ سرٹیفکیٹس کا مالک بنا دیا تھا، بلکہ اس کے نزدیک اسے محض ان سرٹیفکیٹس کو کیش کرانے کا حق دیا گیا تھا۔ چنانچہ اب عدالت نے سارے ورثا کو ان کا مالک مانتے ہوئے کیش کرانے کا حق سبھی کو دے دیا ہے۔ ہمارے خیال میں یہی بات صحیح ہے۔

کاروبار میں سود کا عنصر

سوال: سود کی تعریف کیا ہے؟ 'Money changing' کے کاروبار میں اور ہنڈی کے ذریعے سے جو رقم باہر سے منگوائی جاتی ہے، کیا ان میں سود کا عنصر تو موجود نہیں ہوتا؟ سود کے کون کون سے کاروبار ہمارے ملک میں رائج ہیں؟ (عمرو قاص)

جواب: متعین رقم پر، متعین مدت میں، متعین اضافہ سود کہلاتا ہے۔ 'Money changing' کے کاروبار میں اور ہنڈی کے ذریعے سے رقوم منگوانے میں سود کا کوئی عنصر موجود نہیں ہے۔

البتہ، بنکوں کے کاروبار کی اصل بنیاد ہی سود پر ہے۔ اقساط پر جو اشیا فروخت کی جاتی ہیں، ان میں چونکہ شے کی نقد اور ادھار قیمت میں فرق ہوتا ہے، اس لیے اس میں سود کا عنصر موجود ہوتا ہے۔ اسی طرح اور بھی وہ سب کاروبار جن میں نفع و نقصان کے بجائے متعین اضافے کی شرط موجود ہو، ان میں سود پایا جاتا ہے۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

زندگی میں اپنی جائداد کی تقسیم

سوال: اگر کوئی آدمی اپنی زندگی میں اپنی جائداد بچوں میں تقسیم کرنا چاہے تو وہ کیسے کرے؟ (تہمینہ ونی)

جواب: آدمی اگر اپنی زندگی ہی میں اپنی جائداد اپنے بچوں میں تقسیم کرنا چاہتا ہے تو وہ جیسے چاہے کر سکتا ہے۔ اس پر شریعت کی طرف سے اس ضمن میں کوئی خصوصی قدغن نہیں ہے، البتہ یہ ذہن میں رہے کہ اگر وہ اس معاملے میں بچوں کے درمیان کوئی بے انصافی کرے گا تو یہ بالکل غلط ہوگا اور وہ اس کے لیے خدا کے ہاں مسئول ہوگا۔ عدل کو قائم رکھتے ہوئے، وہ اگر اپنے کسی غریب بیٹے کو زیادہ اور امیر کو کم دیتا ہے تو وہ ایسا کر سکتا ہے اور ایسا کرنا درست ہوگا، لیکن اگر وہ خواہ مخواہ اپنے کچھ بچوں کو کم اور کچھ کو زیادہ دیتا ہے تو یہ بے انصافی ہوگی یا وہ بغیر کسی وجہ کے لڑکیوں کو دیتا ہی نہیں اور سارا مال لڑکوں ہی کو دے دیتا ہے تو یہ بھی خلاف عدل ہوگا۔

حاصل شدہ میراث کی تقسیم

سوال: آدمی اپنے والدین سے پائی ہوئی جائداد کو اپنے بچوں میں کیسے تقسیم کرے؟

(تہمینہ ونی)

جواب: والدین سے پائی ہوئی جائداد کا کوئی خاص معاملہ نہیں ہے، یہ بھی آدمی کی اسی طرح ملکیت ہوتی ہے، جیسے اس کا اپنا کمایا ہوا مال۔ چنانچہ اس کے مرنے کے بعد یہ بھی اس کے ورثا میں عام جائداد کی طرح ہی تقسیم ہوگی۔ البتہ، اگر وہ اپنی زندگی میں اسے اپنے بچوں کے درمیان تقسیم کرنا چاہتا ہے تو وہ جیسے چاہے کرے، بس شرط یہ کہ وہ بے انصافی نہ کرے۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

بنک میں ٹریننگ منیجر کی ملازمت

سوال: اس میں کوئی شک نہیں کہ بنک ایک سودی ادارہ ہے اور اس کی ملازمت صحیح نہیں ہے، لیکن اگر میں اس میں ٹریننگ منیجر یا ٹریننگ کرنے والے شخص کی حیثیت سے ملازمت کرتا ہوں تو کیا میری یہ ملازمت جائز ہوگی؟ (عاطف اعجاز)

جواب: بنک کی ملازمت کرنا دراصل، ایک سودی ادارے کو اپنی خدمات پیش کرنا ہے۔ چنانچہ یہ انتہائی مجبوری کے سوا کسی صورت میں بھی درست نہیں ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

بنک میں ایجنٹ کی ملازمت

سوال: کیا بنک کے لیے اس نوعیت کا کام کیا جا سکتا ہے کہ اس کے پاس ان لوگوں کو لایا جائے جو اپنی اشیا یا گھر وغیرہ رہن رکھ کر قرض لینا چاہتے ہوں، بنک اس طرح کا کام کرنے والے کو کمیشن دیتا ہے۔ چنانچہ کیا یہ کاروبار جائز ہوگا؟ (عاطف اعجاز)

جواب: اس کام میں آپ بنک کو سودی کاروبار مہیا کر کے اس سے اپنا معاوضہ لیں گے، یہ کام سودخوری میں بنک کی واضح معاونت ہے، لہٰذا یہ کسی طرح بھی جائز نہیں ہے۔

بنک ایک سودی ادارہ

سوال: کیا بنک میں جمع شدہ رقم پر ملنے والا منافع ناجائز ہے، کیونکہ بنک کے دیوالیہ ہو جانے کا امکان ہوتا ہے اور ایسی صورت میں رقوم جمع کرانے والوں کو بنک کے ساتھ نقصان میں شریک ہونا پڑتا ہے۔ اسی طرح اگر بنک کے 'deposits' ایک خاص حد

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

سے کم ہو جائیں، تب بھی اکاؤنٹ ہولڈرز کو کچھ گھاٹا اٹھانا پڑتا ہے۔ چنانچہ اس صورت میں یہ کیوں نہیں کہا جاسکتا کہ اکاؤنٹ ہولڈرز بنک کے نفع ونقصان میں شریک ہیں اور انھیں ملنے والا منافع ناجائز نہیں یعنی سود نہیں ہے؟ (محمد عامر چودھری)

جواب: بنک اپنے اکاؤنٹ ہولڈرز کو اپنے کاروبار میں نفع ونقصان کی شرائط پر شریک نہیں کرتا، بلکہ وہ انھیں ان کی جمع شدہ رقوم پر متعین مدت میں متعین اضافہ کی یقین دہانی کراتا ہے، اسی کو سود اور ربا کہتے ہیں اور یہ صریحاً ناجائز ہے۔

بنک کے دیوالیہ ہو جانے پر اکاؤنٹ ہولڈرز کی رقموں کا ڈوب جانا یا ان کو نقصان ہو جانا یا اس طرح کی بعض دوسری صورتوں میں انھیں گھاٹا پڑنا، کاروبار کا نفع ونقصان نہیں ہے، بلکہ یہ بنک سے متعلق افراد پر آفات وحوادث کی صورت میں ہونے والے اثرات ہیں۔ بنک بہرحال، سودی نظام پر مبنی ادارہ ہے، اسے معلوم ہے کہ نفع ونقصان میں شراکت کیا ہوتی ہے اور سودی لین دین کیا ہوتا ہے۔ وہ لوگوں کو نفع ونقصان کی شرائط پر اپنے ساتھ شریک نہیں کرتا، بلکہ وہ اپنے پورے علم اور پوری سمجھ کے ساتھ سود کے اصول پر ان سے رقوم لیتا اور انھیں دیتا ہے۔ چنانچہ اس طرح کی باتوں سے خود کو دھوکا نہیں دینا چاہیے۔

ریٹائرڈ افراد کے لیے نیشنل سیونگ اسکیمیں

سوال: وہ خاص نیشنل سیونگ اسکیمیں جو حکومت نے ریٹائرڈ افراد کے لیے جاری کی ہیں، کیا ان سے حاصل ہونے والا منافع ان ریٹائرڈ لوگوں کے لیے جائز ہے؟

(محمد عامر چودھری)

جواب: وہ نیشنل سیونگ اسکیمیں جو حکومت نے ریٹائرڈ افراد کو سہولت فراہم کرنے کے لیے جاری کی ہیں، وہ ان کے لیے جائز ہیں، کیونکہ اس میں اصلاً سود دینا حکومت کے پیش نظر نہیں ہوتا،

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

بلکہ اپنے ریٹائرڈ افراد کو ایک سہولت فراہم کرنا، اس کے پیش نظر ہوتا ہے اور پھر اس میں حکومت ان کے ساتھ کوئی ایسا طے شدہ معاہدہ بھی نہیں کرتی، جس کے مطابق وہ انھیں سود کی کوئی خاص رقم دینے پر مجبور ہو، یعنی وہ اپنے حالات کے مطابق جب چاہے سود کی شرح کم یا زیادہ کر سکتی ہے۔

بنک کا سود

سوال: سود یا ربا جسے اسلام میں حرام قرار دیا گیا ہے اس سے کیا مراد ہے؟ آیا اس سے وہ 'interest' مراد ہے جو بنک رقوم جمع کرانے والوں کو ادا کرتا ہے یا اس سے وہ 'usuary' مراد ہے جسے سود مرکب یا حد سے زیادہ شرح والا سود کہا جاتا ہے۔ بنک جو سود ادا کرتا ہے، وہ تو بہ مشکل 'inflation' کی اس اوسط شرح کے بقدر ہوتا ہے جس سے ہمارا روپیہ 'devalue' ہو رہا ہے۔ ایسی صورت میں اس کے حرام ہونے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی، کیونکہ 'interest' کی وہ رقم بے شک گنتی میں نوٹوں کی تعداد تو بڑھا دیتی ہے، لیکن درحقیقت وہ ہمارے اصل اثاثے کو 'value' کے اعتبار سے برقرار رکھنے کے سوا ہمیں کوئی اور فائدہ نہیں دیتی۔ جبکہ سود مرکب اور زیادہ شرح والے سود کا معاملہ واقعۃً ایک ظلم ہے۔ چنانچہ سوال یہ ہے کہ اسلام کے نزدیک یہ اضافہ جو 'inflation' کی شرح کے بقدر ہوتا ہے اور جس سے دولت کی 'value' میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا، کیا وہ بھی حرام ہے؟ (شوکت علی)

جواب: بنک 'interest' دیتا بھی ہے اور لیتا بھی ہے۔ لینے والے 'interest' کی شرح دینے والے 'interest' کی شرح سے بہت زیادہ ہوتی ہے۔ بنک ان دونوں 'interests' کو ایک ہی شے قرار دیتا ہے۔ حالانکہ ایک کی شرح تقریباً 'inflation' کی شرح کے بقدر ہوتی ہے، لیکن دوسرے کی شرح 'inflation' کی شرح سے تین گنا یا چار گنا تک ہوتی ہے۔ سوال یہ ہے

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کہ یہ کیا معمہ ہے؟ بنک اور بنک سے قرض لینے والا دونوں کے لیے 'inflation' کی شرح مختلف کیوں ہے؟

حقیقت یہ ہے کہ بنک جب کسی سے سود لیتا ہے تو وہ پورے شعور کے ساتھ اللہ کا حرام ٹھیرایا ہوا سودی اضافہ ہی لیتا ہے اور جب کسی کو سود دیتا ہے تو وہ اپنی طرف سے وہی اللہ کا حرام ٹھیرایا ہوا اضافہ ہی اس کو دیتا ہے۔

رہا یہ معاملہ کہ ہمارے ہاں بنک جو سود دیتا ہے، اس کی شرح، چونکہ 'inflation' کی شرح کے قریب ہوتی ہے، لہٰذا کیا وہ سود ہمارے لیے جائز نہیں ہے؟ تو اس سلسلے میں گزارش یہ ہے کہ اگر بنک اور کسٹمر، دونوں کی نیت اور ارادہ واقعۃً جمع شدہ روپے کو 'inflation' سے پیدا ہونے والے نقصان سے بچانا ہے اور سال کے آخر پر باقاعدہ متعین ہونے والی 'inflation' کے حساب ہی سے رقم میں اضافہ کرنا ہے تو پھر اس میں یقیناً کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ تو ایسے ہی ہے کہ گویا آپ نے ڈالرز کی شکل میں جتنا قرض دیا تھا، بالکل اتنا ہی ڈالرز کی شکل میں واپس لے لیا۔ چنانچہ یہ بالکل جائز ہوگا۔

یہ ذہن میں رہے کہ سود تو ہر صورت میں حرام ہے، لیکن اگر کوئی شخص بنک سے حاصل ہونے والے اضافی روپے میں سے 'inflation' کے مطابق حساب لگا کر رقم رکھ لیتا اور باقی رقم کی ایک ایک پائی بنک کو واپس کر دیتا یا بغیر ثواب کی نیت کے غربا میں تقسیم کر دیتا ہے تو اس کی نیت چونکہ سود لینے کی نہیں، بلکہ محض 'inflation cover' کرنے کی ہے، لہٰذا ایسا شخص بالکل صحیح ہوگا اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہوسکتا۔

سود اور افراط زر

سوال: بنک میں جمع کرائی ہوئی رقم کی قیمت افراط زر کی وجہ سے وقت کے ساتھ کم

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ہوتی چلی جاتی ہے، لہٰذا کیا بنک سے حاصل ہونے والا سود اس صورت میں بھی حرام ہوتا ہے؟ (ظاہرہ اکرم)

جواب: سود تو ہر صورت میں حرام ہے، لیکن اگر کوئی شخص بنک سے حاصل ہونے والے اضافی روپے میں سے 'inflation' (افراط زر) کی شرح کے مطابق حساب لگا کر رقم رکھ لیتا اور باقی رقم کی ایک ایک پائی بنک کو واپس کر دیتا یا بغیر ثواب کی نیت سے غربا میں تقسیم کر دیتا ہے تو اس کی نیت چونکہ سود لینے کی نہیں، بلکہ محض 'inflation cover' کرنے کی ہے، لہٰذا ایسا شخص بالکل صحیح ہوگا اور اس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔

سودی اسکیمیں

سوال: بنکوں کے فکسڈ ڈپازٹ اور گورنمنٹ کی اسکیموں میں سود پر روپیہ لگانا دینی اعتبار سے درست ہے یا نہیں؟ (اختر صدیقی)

جواب: سود کا کھانا صریحاً حرام ہے۔ تفصیل کے لیے دیکھیے: سورۂ بقرہ (۲) آیات ۲۷۵ سے ۲۷۹ تک۔

البتہ، اگر کوئی آدمی ایسا مجبور ہے کہ اسے اپنے روزمرہ اخراجات حاصل کرنے کے لیے سود کھانے کے علاوہ کوئی چارہ ہی نہیں تو امید ہے کہ اللہ اس کا یہ عذر قبول فرما لیں گے۔

لیکن اگر اپنے روپے کو محفوظ رکھنے کی خواہش کسی آدمی کو سود کھانے پر مجبور کر رہی ہے تو میں نہیں کہہ سکتا کہ یہ عذر خدا کے ہاں قابل قبول ہوگا، کیونکہ ایک آدمی کے حالات واقعۃً ایسے ہو سکتے ہیں کہ اس کے لیے یہ عذر بنتا ہو اور دوسرے آدمی کے لیے ہو سکتا ہے کہ یہ محض ایک بہانہ ہو۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

پراویڈنٹ فنڈ میں سود لینا

سوال: کیا پراویڈنٹ فنڈ میں وہ سودی اضافہ لینا جائز ہے جو ہر سال بدلتا رہتا ہے؟ (معین قریشی)

جواب: پراویڈنٹ فنڈ میں یہ سودی اضافہ اگر نفع ونقصان کے اصول پر تبدیل ہوتا ہے تو پھر یہ درست ہے اور اگر اس کی وجہ یہ ہے کہ پراویڈنٹ فنڈ پر دیے جانے والے سود کو ہر سال محض حلال بنانے کے لیے کچھ کم کچھ زیادہ کر دیا جاتا ہے تو پھر یہ سود ہی ہے اور یہ جائز نہیں ہے۔

سود پر قرض

سوال: بنک سے سود پہ قرض لینے کے بارے میں اسلام ہماری کیا رہنمائی فرماتا ہے؟ (امر لودھی)

جواب: غامدی صاحب کی رائے کے مطابق بنک سے سود پر قرض لینا حرام نہیں ہے، کیونکہ اسلام میں سود کھانے کو حرام قرار دیا گیا ہے، لہٰذا کوئی شخص اپنی ضرورت کے مطابق سود پر قرض لے سکتا ہے۔

البتہ ان کے نزدیک بنک کی ملازمت جائز نہیں ہے، کیونکہ بنک میں ملازمت کرنے والا دراصل سود خور کے ایجنٹ اور کارندے کی حیثیت سے اپنی خدمات سرانجام دیتا ہے۔ چنانچہ کوئی مسلمان کسی عذر اور مجبوری کے تحت تو ہوسکتا ہے کہ کسی بنک میں ملازمت کرے۔ ورنہ یہ اس کے لیے جائز بالکل نہیں ہے۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

زرعی بنک سے سود پر قرض

سوال: کیا ٹریکٹر خریدنے کے لیے زرعی بنک سے سود پر قرض لیا جا سکتا ہے؟

(جمال تارو)

جواب: سود لینے اور سود دینے میں فرق ہے۔ سود لینا حرام ہے، لیکن سود پر قرض لینا حرام نہیں ہے۔ چنانچہ غامدی صاحب کی رائے کے مطابق آپ ٹریکٹر خریدنے کے لیے زرعی بنک سے سود پر قرض لے سکتے ہیں۔

نیو جوبلی کی اسکیم

سوال: بعض کمپنیوں نے ایسی اسکیمیں جاری کی ہیں جن میں وہ سٹاک مارکیٹ سے Share خریدتے اور بیچتے اور پھر اپنے حصہ داروں کو سالانہ منافع میں سے رقم دیتے ہیں کیا اس طرح کی اسکیم میں حصہ لینا جائز ہے؟ (ڈاکٹر شکیل احمد)

جواب: آپ نے اسکیم کی جو صورت بتائی ہے، اس کے مطابق چونکہ اس میں جمع کرائی جانے والی رقم پر متعین مدت میں متعین اضافہ کی شرط موجود نہیں ہے، لہٰذا اسے سود قرار نہیں دیا جا سکتا۔ البتہ، آپ یہ بات ضرور دیکھ لیں کہ ان کمپنیوں والے بنکوں کے شیئرز یا کسی سودی ادارے کے شیئرز پر مبنی کاروبار تو نہیں کر رہے۔ ہماری اس بات کا مطلب یہ ہے کہ کسی سودی کاروبار کرنے والے ادارے کے شیئرز خریدنے سے جو منافع ہوگا، وہ جائز نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس پہلو سے آپ ان کمپنیوں والوں کے کاروبار کو ضرور دیکھ لیں۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

متعین مدت میں متعین اضافہ لینا

سوال: کیا ہر شے پر متعین مدت میں متعین اضافہ لینا حرام ہے میری مراد یہ ہے کہ مکان کا کرایہ بھی تو متعین مدت میں متعین اضافہ ہی ہوتا ہے؟ (منصور احمد)

جواب: مکان کا کرایہ لینا حرام نہیں ہے، جبکہ روپے کا کرایہ، یعنی سود لینا حرام ہے۔ اس کی وضاحت یہ ہے کہ ان اشیا پر کرایہ لینا جائز ہوتا ہے جو استعمال کی جاتی ہیں، صرف نہیں کی جاتیں۔ مثلاً جب آپ گھر کرایے پر لیتے ہیں تو آپ اسے بیچ کر اس کے عوض کوئی اور مال نہیں لیتے، بلکہ مکان جیسے ہوتا ہے ویسے کا ویسا پڑا رہتا ہے، بس آپ اس میں رہایش اختیار کرتے ہیں اور جب آپ روپیہ قرض پر لیتے ہیں تو آپ اسے مکان کی طرح ایک جگہ پر پڑا نہیں رہنے دیتے، بلکہ اسے مارکیٹ میں صرف کر کے اس کے بدلے میں کوئی اور شے لیتے ہیں، پھر اسے کہیں لے جا کر بیچتے ہیں، وغیرہ وغیرہ۔ اس طرح کے کاروبار میں ہو سکتا ہے کہ جو چیز آپ نے روپے کے عوض خریدی ہے، وہ کہیں ضائع ہو جائے، اس میں کوئی کمی واقع ہو جائے، اسے کوئی آفت لاحق ہو جائے یا وہ مطلوبہ قیمت پر نہ بکے۔ بہر حال اب آپ کو قرض خواہ کی رقم یہ شے بیچ کر اس کی قیمت میں سے ادا کرنی ہے۔ اس صورت میں معاملہ مکان کے کرایے والا نہیں رہتا، بلکہ اس میں کئی طرح کے خطرات شامل ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ اس پر متعین مدت میں متعین اضافہ بالکل ناجائز ہے۔

اسلامی نظام بنکاری

سوال: اسلامی نظام بنکاری کی مختلف شکلوں مثلاً مرابحہ، اجارہ اور مضاربہ کے بارے میں غامدی صاحب کی کیا رائے ہے۔ (منصور احمد)

جواب: مرابحہ، اجارہ اور مضاربہ میں سے صرف اجارہ ہی صحیح ہے، اگر وہ واقعۃً کرایے اور

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ملکیت کو الگ الگ واضح کر کے اختیار کیا جائے۔ باقی دونوں میں بنکوں کے ہاں جو صورت بنتی ہے، اس میں خرابی موجود نظر آتی ہے۔

نیشنل سیونگ اسکیم

سوال: کیا نیشنل سیونگ اسکیم میں رقم انویسٹ کرنا اور ان سے ماہانہ متعین منافع لینا جائز ہے؟ (محمد فیصل)

جواب: اسلام میں سود ممنوع ہے۔ نیشنل سیونگ اسکیم کا ادارہ آپ کو جو کچھ دے رہا ہے، وہ بہر حال، سود کہہ کر ہی دے رہا ہے اور سود ہی کے اصول و ضوابط کو ملحوظ رکھ کر دے رہا ہے۔ چنانچہ ان کی اس اسکیم میں شرکت جائز نہیں ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اجارہ اسکیم اور سود

سوال: بعض اسلامی بینکوں کی متعارف کردہ اجارہ اسکیم کے تحت لیز پر کار لینا صحیح ہے یا نہیں؟ (عفان صادق)

جواب: غامدی صاحب کے نزدیک سود پر قرض لینا ممنوع نہیں ہے، ان کے نزدیک سود دینا حرام نہیں ہے، سود لینا حرام ہے۔

بنک کی عام اسکیم کے تحت کار کے لیے قرض لے لیں یا اجارہ اسکیم کے تحت لیز پر کار لے لیں، غامدی صاحب کے نزدیک دونوں کی اجازت ہے۔

اجارہ اسکیم کے حوالے سے اصولی بات یہ ہے کہ یہ اسکیم سود سے پاک ہے، بشرطیکہ بنک

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

واقعۃً کرایے اور ملکیت کو الگ الگ واضح کر کے اسے اختیار کرے۔

تاہم یہ معلوم کرنا کہ فلاں بنک کی اجارہ اسکیم سود سے بالکل پاک ہے یا نہیں؟ تو اس کے لیے ضروری ہے کہ بنک کی اس اسکیم کا تفصیلی مطالعہ کیا جائے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

معاشرت

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

بیوہ کی عدت

سوال: عدت سے کیا مراد ہے؟ اس میں عورت پر کیا پابندیاں ہوتی ہیں؟ بعض لوگ بڑی عمر کی خواتین کو اس سے مستثنیٰ قرار دیتے ہیں، کیا یہ درست ہے؟ (فاروق عالم صدیقی)

جواب: عدت کا حکم سورۂ بقرہ میں بیان ہوا ہے:

''اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جائیں اور اپنے پیچھے بیویاں چھوڑیں تو وہ اپنے آپ کو چار مہینے دس دن انتظار کرائیں۔ پھر جب اُن کی عدت پوری ہو جائے تو اپنے بارے میں جو کچھ دستور کے مطابق وہ کریں، اُس کا تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔'' (۲:۲۳۴)

عدت کا لفظ اصطلاح میں اس مدت کے لیے استعمال ہوتا ہے جس میں بیوی شوہر کی طرف سے طلاق یا اس کی وفات کے بعد کسی دوسرے شخص سے نکاح نہیں کر سکتی۔ یہ مدت اصلاً اس لیے مقرر کی گئی ہے کہ عورت کے پیٹ کی صورت حال پوری طرح واضح ہو جائے۔ شوہر کی وفات کی صورت میں یہ عدت چار ماہ دس دن ہے۔ اگر کوئی عورت اپنے مرحوم شوہر کے گھر میں یہ عدت گزارتی ہے تو پھر اس کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ یہ سارا عرصہ سوگ ہی کی کیفیت میں گزارے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

''بیوہ عورت رنگین کپڑے نہیں پہنے گی، نہ زرد، نہ گیرو سے رنگے ہوئے۔ وہ زیورات استعمال نہیں کرے گی اور نہ مہندی اور سرمہ لگائے گی۔'' (ابوداؤد، رقم ۲۳۰۴)

یہ عدت بڑی عمر کی خواتین کو بھی گزارنی ہوگی۔ حاملہ عورت کی عدت وضع حمل تک ہوتی ہے

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اور بیوہ غیر مدخولہ کے لیے کوئی عدت نہیں ہوتی۔

بیوی کے نان ونفقہ کی ذمہ داری

سوال: اگر بیوی نشوز اختیار کرتی ہے اور خاوند کی جان کی دشمن بن جاتی ہے تو کیا اس صورت میں بھی بیوی کے نان ونفقہ کی ذمہ داری مرد پر ہوگی؟ (تلاوت شاہ)

جواب: جب تک نشوز اختیار کرنے والی عورت، بیوی کی حیثیت سے مرد پر انحصار کرتی ہے اور مرد نے اسے اپنے سے علیحدہ کرنے کا فیصلہ نہیں کیا، اس وقت تک وہ اس کے نان ونفقہ کا ذمہ دار ہے۔

طلاق کی نیت کے بغیر طلاق کے الفاظ بولنا

سوال: میں نے اپنی بیوی کے ساتھ جھگڑے کے دو مختلف موقعوں میں سے ہر موقع پر محض اسے دبانے اور چپ کرانے کے لیے دو بار طلاق طلاق کے الفاظ بولے ہیں، جس کے نتیجے میں اس وقت وہ جھگڑا ختم ہوگیا۔ میرا سوال یہ ہے کہ کیا اس صورت میں جبکہ میں نے طلاق دینے کی نیت سے طلاق کے الفاظ بولے ہی نہیں تھے تو کیا میرے ان الفاظ سے طلاق واقع ہوگئی تھی؟ (عبداللہ، جاپان)

جواب: آپ نے جو بات لکھی ہے، اگر وہ واقعۃً ایسے ہی ہے تو پھر ہمارے نزدیک ان الفاظ سے کوئی ایک طلاق بھی واقع نہیں ہوئی۔ البتہ ان الفاظ کا اس طرح بولنا شدید غلطی ہے۔ یہی الفاظ اگر آپ قاضی کی عدالت میں کھڑے ہو کر بولیں گے تو وہ آپ سے نیت پوچھے بغیر طلاق واقع کر دے گا، کیونکہ ان الفاظ کا ایک سنجیدہ مطلب اور طے شدہ مقصد ہے۔ اس مقصد کے بغیر انھیں بولنا

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ہرگز درست نہیں۔

بہر حال، ہمارے خیال میں آپ کے طلاق کی نیت کے بغیر یہ الفاظ بولنے سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔ البتہ آپ کو اپنی اس غلطی پر سچے دل سے توبہ و استغفار کرنی چاہیے۔ طلاق کے لفظ کی، جیسا کہ میں نے آپ کو بتایا ہے، ایک قانونی حیثیت ہے۔ چنانچہ ان الفاظ کو کسی اور مقصد کے لیے استعمال کرنا کسی صورت بھی درست نہیں، لہٰذا آپ یہ عہد کریں کہ آپ آیندہ ان الفاظ کو کسی اور مقصد کے لیے استعمال نہیں کریں گے۔

وقوع طلاق کے بارے میں اختلاف

سوال: میں نے اپنی بیوی کو غصے میں دی ہوئی تین طلاقوں کے بارے میں علما سے فتویٰ طلب کیا تھا۔ انھوں نے مجھے یہ فتویٰ دیا کہ آپ اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے چکے ہیں، لہٰذا اب کچھ بھی نہیں ہو سکتا سوائے اس کے کہ حلالۂ شرعی کو اختیار کیا جائے۔

(عبد اللہ)

جواب: آپ نے اپنے طلاق کے معاملے میں جو فتویٰ حاصل کیا ہے، وہ احناف کے نقطۂ نظر کے مطابق ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق آپ کی بیان کردہ صورت میں تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں اور آپ کی بیوی ہمیشہ کے لیے آپ پر حرام ہو چکی ہے حتیٰ کہ حلالۂ شرعی کے بعد وہ آپ سے دوبارہ نکاح کر لے۔

علماے احناف طلاق کے صریح الفاظ بولے جانے کی صورت میں آدمی کی نیت کو کوئی حیثیت نہیں دیتے۔ بہر حال، یہ ان کا نقطۂ نظر ہے۔

استاذ محترم غامدی صاحب غصے سے مغلوب ہو کر دی گئی طلاق کو طلاق شمار نہیں کرتے، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

لا طلاق و لا عتاق فی غلاق. (ابوداؤد، رقم ۲۱۹۳)

''غصے سے مغلوب ہو کر دی ہوئی طلاق موثر ہوتی ہے اور نہ غلام کی آزادی کا فیصلہ۔''

نیز ان کے خیال میں طلاق کا لفظ بولتے وقت آدمی کی نیت طلاق کی تھی بھی یا نہیں یا یہ کہ وہ طلاق کے بارے میں کیا معلومات رکھتا ہے، یہ سب باتیں ان کے نزدیک طلاق کے کسی مقدمے میں بنیادی اہمیت رکھتی ہیں۔

بہر حال، علما کے درمیان آرا کا یہ اختلاف موجود ہے۔ ایک دوسرے کے خلاف فتویٰ بے معنی چیز ہے۔ امید ہے یہ آپ کا مقصود بھی نہیں ہوگا۔

موجودہ صورت حال میں یہ فیصلہ آپ ہی کے ذمے ہے کہ آپ کو کس فقیہ کی راے کے مطابق عمل کرنا ہے۔ اگر آپ ہماری راے کے مطابق فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو پھر یہ دیکھ لیجیے کہ طلاق دینے والا، طلاق دیتے وقت کیا واقعۃً غصے سے مغلوب تھا، اگر آپ اطمینان سے یہ بات کہہ سکتے ہیں تو پھر آپ اس کے مطابق عمل کریں، ورنہ نہیں۔

غصے میں دی گئی طلاق ثلاثہ

سوال: میں نے اپنی بیوی کو شدید غصے کی حالت میں تین طلاقیں دے دی ہیں۔ اب میں بہت پریشان ہوں کہ میں کیا کروں؟ براہ مہربانی آپ اس کے بارے میں مجھے اپنی راے دیں۔ (محمد عمیر فیاض)

جواب: ہمارے نزدیک غصہ سے مغلوب ہو کر دی گئی طلاق واقع ہی نہیں ہوتی، جیسا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لا طلاق و لا عتاق فی غلاق. (ابوداؤد، رقم ۲۱۹۳)

''غصے سے مغلوب ہو کر دی ہوئی طلاق موثر ہوتی ہے اور نہ غلام کی آزادی کا فیصلہ۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

شادی میں عمروں کا فرق

سوال: کیا کسی لڑکی کی شادی اس سے کم عمر لڑکے کے ساتھ ہو سکتی ہے؟ (مریم بنت حسن)

جواب: شادی کے حوالے سے عموماً یہ رواج ہے کہ لڑکی کی عمر لڑکے سے کچھ کم ہوتی ہے۔ اس میں یقیناً گھر کے انتظام و انصرام اور مرد و عورت کی ازدواجی زندگی کے حوالے سے کچھ حکمتیں مضمر ہیں، لیکن دینی اعتبار سے یہ قطعاً ضروری نہیں ہے کہ لڑکی کی عمر لڑکے سے کم ہو۔ چنانچہ اگر کسی لڑکی کی شادی اس سے کم عمر لڑکے کے ساتھ کر دی جاتی ہے تو اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جبری نکاح

سوال: میرا نکاح جبراً میرے کزن کے ساتھ کر دیا گیا تھا۔ میں نے نکاح نامے پر دستخط بھی اپنے والد کے دباؤ سے کیے تھے، ورنہ میرا دل اس نکاح کے لیے بالکل راضی نہ تھا۔ پھر میرے شوہر سے میری اولاد بھی ہوئی، جو کہ بعد میں زندہ نہ رہ سکی۔ اب میں اپنے والدین کے گھر میں ہوں اور شدید گھٹی ہوئی زندگی بسر کر رہی ہیں، میں اپنے شوہر کے ساتھ کسی صورت میں بھی رہنا نہیں چاہتی اور میں اس سے خلع چاہتی ہوں، لیکن وہ مجھے خلع دینے پر تیار نہیں ہے۔

میرا آپ سے یہ سوال ہے کہ کیا میرا یہ جبری نکاح جائز تھا؟ اور اب اس صورت حال میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ (بنت حوا)

جواب: آپ کا نکاح یقیناً جبراً کیا گیا ہے، لیکن آپ نے چونکہ نکاح نامے پر (خواہ اپنی مرضی کے بغیر ہی سہی، بہرحال) دستخط کر دیے تھے اور اس کے بعد آپ بیوی کی حیثیت سے علانیہ

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

طور پر اپنے شوہر کے گھر آ گئی تھیں، لہٰذا یہ کہنا درست نہیں کہ آپ کا نکاح واقع ہی نہیں ہوا۔ آپ کا نکاح صحیح شمار ہوگا، البتہ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کے ساتھ جبر کرنے والوں کو خدا کے سامنے جواب دینا ہوگا اور خدا بے انصاف نہیں ہے۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ اس صورت میں آپ کو کیا کرنا چاہیے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر آپ کسی طرح اپنے آپ کو شوہر کے ساتھ رہنے پر راضی کر سکتی ہیں تو ضرور کر لیں۔ آپ کے راضی ہو جانے سے ہوسکتا ہے کہ آپ کے حق میں اچھے حالات پیدا ہو جائیں، لیکن اگر یہ چیز آپ کے لیے کسی صورت میں بھی ممکن نہیں تو پھر صبر کریں، خدا سے یہ دعا کریں کہ وہ آپ کے لیے کوئی راستہ نکالے۔ پورے وقار کے ساتھ اپنے ماں باپ کے گھر میں رہیں اور اپنے موقف پر سختی سے ڈٹی رہیں۔ میرا آپ کو یہ مشورہ ہے کہ آپ اپنے والد کو راضی کریں اور عدالت میں خلع کے لیے مقدمہ کر دیں۔

آپ حوصلہ رکھیں اور خدا سے اپنے لیے دعا کریں اور اس کی مدد طلب کریں۔ جو حالات آپ نے بتائے ہیں، ان کے مطابق آپ پر صریحاً ظلم ہوا ہے، آپ واقعی مظلوم ہیں، لیکن آپ کسی انتقام کے بارے میں ہرگز نہ سوچیں، یہ کام خدا پر چھوڑ دیں۔ خدا کی لاٹھی بے آواز بھی ہوتی ہے اور بہت شدید بھی۔ ظالموں سے جیسا بدلہ خدا لیتا ہے، ویسا کوئی اور لے ہی نہیں سکتا۔

علیحدگی کی صورت میں بچے کی کفالت

سوال: میری اہلیہ میری طرف سے ملازمت کی اجازت نہ ملنے کی وجہ سے مجھے چھوڑ کر اپنے والدین کے پاس چلی گئی ہے۔ وہ اپنے ساتھ میری انتہائی بیمار بچی کو بھی لے گئی ہے، حالانکہ میرے سسرال میں نہ صحیح طرح سے اس بچی کا علاج ممکن ہے اور نہ وہ لوگ اس کے علاج کا خرچ برداشت ہی کر سکتے ہیں۔ اب وہ مجھے اپنی بچی سے ملنے بھی نہیں

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

دے رہے، بلکہ مزید یہ کہ میری اہلیہ نے عدالت سے یہ درخواست کی ہے کہ بچی کو اسی کے پاس رہنے دیا جائے۔ جبکہ میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر میری بیوی میرے پاس نہیں بھی آنا چاہتی تو میری بیٹی میرے پاس ہی رہے تاکہ میں اس کا صحیح علاج کرا سکوں۔ چنانچہ میں آپ سے درج ذیل سوالات پوچھنا چاہتا ہوں:

۱۔ کیا میں اپنی انتہائی بیمار بچی کو جس کی جان خطرے میں ہے، حاصل کرنے کا مطالبہ شرعاً کر سکتا ہوں؟

۲۔ کیا شریعت ان حالات میں جبکہ بچی کی ماں محض ملازمت کی خواہش کے لیے اپنے خاوند کی اجازت کے بغیر اپنے گھر کو چھوڑ کر چلی گئی ہے، بچی کے باپ کو کچھ ایسے خاص حقوق دیتی ہے جن کی بنا پر وہ اس صورت حال کو سنبھال سکے؟

۳۔ بچی کس کے پاس رہے گی، اس کیس کا فیصلہ شرعی قانون کے تحت کیا جائے گا یا دیوانی قانون کے تحت؟

۴۔ اس سارے قضیے میں آپ کی اپنی کیا رائے ہے؟ (عبداللہ)

جواب: پہلے میں آپ کے چوتھے سوال کا جواب دینا چاہوں گا اور وہ یہ کہ میرا آپ کو یہ مشورہ ہے کہ ان حالات میں آپ عذر معذرت کر کے اپنی اہلیہ کو ان کی سب شرائط قبول کرتے ہوئے گھر لے آئیں۔ اس جھگڑے کا بہترین حل یہی محسوس ہوتا ہے۔ اگر آپ عدالت کے ذریعے سے اپنی بچی حاصل کرنے میں کامیاب ہو بھی گئے تو اس کی پرورش کے لیے آپ کو کچھ اہتمام تو کرنا ہی ہو گا، وہی اہتمام آپ اس صورت میں کیوں نہیں کر لیتے، جبکہ آپ کی بیوی بے شک ملازمت کر لے، لیکن وہ اور آپ کی بیٹی دونوں آپ کے پاس ہوں۔ اس کیس میں آپ کی ہار ہی میں آپ کی جیت ہے۔ ہماری آپ سے یہ گزارش ہے کہ آپ اپنی بیٹی کی زندگی کی خاطر اس ہار والی جیت کو قبول کر لیں۔

آپ کے پہلے سوال کا جواب یہ ہے کہ آپ اس خاص صورت حال میں اپنی بچی کو اپنے پاس

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

رکھنے کا مطالبہ شرعاً کر سکتے ہیں، لیکن اس کا فیصلہ تو عدالت ہی کرے گی اور وہ سارے حالات کو دیکھ کر کرے گی۔

آپ کے دوسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ جن حقوق کا مطالبہ آپ کر رہے ہیں، وہ حقوق آپ کو عقلاً حاصل ہیں اور شریعت بھی لازماً آپ کو وہ حقوق دے گی، لیکن اس کے لیے شرط یہ ہے کہ آپ کی ساری بات عدالت میں صحیح ثابت ہو جائے۔

آپ کے تیسرے سوال کا جواب یہ ہے کہ آپ کے کیس کا فیصلہ فیملی لا کورٹ ہمارے ہاں رائج (اسلامی) قانون کے مطابق کرے گی۔

پسند کی شادی

سوال: میں سویڈن کی ایک لڑکی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔ وہ ایک غیر مسلم ہے۔ میں نے اسے انگریزی ترجمے والا قرآن مجید بھیجا تھا، جس کا اس نے مطالعہ کیا اور اسے دین اسلام پسند آیا۔ وہ مسلمان ہونا چاہتی ہے۔

میں اس بات کا تصور بھی نہیں کر سکتا کہ میں کسی اور لڑکی سے شادی کروں، لیکن میرے والدین اس پر بالکل راضی نہیں ہیں کہ میں کسی انگریز لڑکی سے شادی کروں۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر تم اس سے شادی کرو گے تو پھر تمھیں ہمارا گھر چھوڑنا پڑے گا۔ اس صورت میں مجھے کیا کرنا چاہیے۔ (عبداللہ)

جواب: اس میں تو کوئی شک نہیں کہ ہر انسان شادی کرنے میں آزاد ہے، لیکن اسے خواہ مخواہ اپنے اولیا (والدین) کی مرضی کے بغیر شادی نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ اس سے معاشرے میں بہت فتنہ وفساد پیدا ہوتا ہے۔ اس بات کو استاذ محترم غامدی صاحب نے اپنی کتاب ''میزان'' کے باب ''قانون معاشرت'' میں درج ذیل الفاظ میں بیان کیا ہے:

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

''...یہ بات بھی واضح رہنی چاہیے کہ نکاح خاندان کے جس ادارے کو وجود میں لانے کے لیے کیا جاتا ہے، اُس کی حرمت کا تقاضا ہے کہ یہ والدین اور سرپرستوں کو ساتھ لے کر اور اُن کی رضامندی سے کیا جائے۔ اِس میں شبہ نہیں کہ نکاح میں فیصلہ اصلاً مرد و عورت کرتے ہیں اور اُن کے علانیہ ایجاب و قبول سے یہ منعقد ہو جاتا ہے، لیکن اولیا کا اذن اگر اُس میں شامل نہیں ہے تو اِس کی کوئی معقول وجہ لازماً سامنے آنی چاہیے۔ یہ نہ ہو تو معاشرے کا نظم اجتماعی یہ حق رکھتا ہے کہ اِس طرح کا نکاح نہ ہونے دے۔'لا نکاح الا بولی' (سرپرست کے بغیر کوئی نکاح نہیں) اور اِس طرح کی دوسری روایتوں میں یہی بات بیان ہوئی ہے۔'' (۴۱۹)

آپ اپنی عمر کے جذباتی دور سے گزر رہے ہیں۔ اس عمر میں آدمی اکثر چیزوں کو اپنی معلومات کی کمی، جذبات کی شدت اور ناتجربہ کاری کی وجہ سے بہت کوتاہ نظری سے دیکھتا اور بڑی بھیانک غلطیاں کرتا ہے۔

چنانچہ میرا آپ کو یہ مشورہ ہے کہ آپ اپنے والدین کے اختلاف پر بہت غور کریں۔ ان کے اس اختلاف کی کیا وجہ ہے، یہ بات دوسرے لوگوں سے بھی سمجھیں۔ اسی نوعیت کی دوسری بہت سی شادیاں جو اس دنیا میں ہوئی ہیں، ان کے نتائج اور عواقب پر بھی غور کریں۔ اپنے آپ کو اور اس لڑکی کو دنیا کے دوسرے لوگوں سے بہت مختلف نہ سمجھیں اور کم از کم ایک دو سال اچھی طرح غور کرنے کے بعد ہی کوئی فیصلہ کریں۔

طلاق کا مسئلہ

سوال: میاں بیوی کی تکرار کے دوران میں میاں نے بیوی کو مشروط طلاق دیتے ہوئے کہا کہ اگر تو گھر سے باہر گئی تو تجھے طلاق ہے۔ بیوی جذباتی کیفیت میں گھر سے چلی گئی۔ اس صورت حال میں شریعت کا حکم کیا ہے؟ (حاجی امیر رحمان)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جواب: آپ کی بتائی ہوئی صورت حال سے معلوم ہوتا ہے کہ شوہر نے طلاق دیتے وقت دو یا تین طلاقیں دینے کی نیت نہیں کی تھی، لہٰذا اس صورت میں ایک رجعی طلاق واقع ہوئی ہے۔ اگر عورت کی عدت پوری نہیں ہوئی تو شوہر اپنی طلاق سے رجوع کرتے ہوئے بیوی کو اپنے پاس رکھ سکتا ہے۔ کسی نئے نکاح کی ضرورت نہیں اور اگر عدت گزر چکی ہے تو طلاق مکمل ہو چکی ہے، اب وہ ایک آزاد عورت ہے، اب اسے واپس لانے کے لیے اس کے ساتھ دوبارہ نکاح کرنا ہو گا۔

محرمات

سوال: کیا کوئی آدمی اپنے سگے بھانجے، بھتیجے، بھانجی یا بھتیجی کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہے، اسی طرح کیا کوئی عورت اپنے سگے بھانجے، بھتیجے، بھانجی یا بھتیجی کے بیٹے سے شادی کر سکتی ہے؟ سگے سے میری مراد والد کی طرف سے سگا ہونا ہے نہ کہ والدہ کی طرف سے بھی۔ (محمد ہاشم عبداللہ)

جواب: ان سب صورتوں میں جواب نہیں میں ہے، یعنی درج بالا رشتوں میں کوئی شادی بھی جائز نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ پوتی اور نواسی بیٹی کے حکم میں اور پوتا اور نواسا بیٹے کے حکم میں ہوتا ہے۔

چنانچہ بھانجی کی بیٹی بھانجی، بھتیجی کی بیٹی بھتیجی، بھانجے کی بیٹی بھانجی کے حکم میں اور بھتیجے کی بیٹی بھتیجی کے حکم میں ہو گی۔ اسی طرح بھانجے کا بیٹا بھانجے کے حکم میں اور بھتیجے کا بیٹا بھتیجے کے حکم میں ہو گا۔

اگر اولاد کے والدین دونوں مشترک ہیں تب بھی یہی حکم ہے اور اگر صرف ان کا والد مشترک ہے تب بھی یہی حکم ہے۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

مرد و عورت کی برابری

سوال: کیا اسلام مرد اور عورت کو برابر سمجھتا ہے؟ اگر نہیں سمجھتا تو کیوں نہیں سمجھتا؟ اور اگر سمجھتا ہے تو پھر اسلام میں عورت کی گواہی آدھی کیوں ہے، مرد کے برابر کیوں نہیں؟ (طاہر جمیل)

جواب: مرد و عورت کے وجود پر غور کرنے سے یہ بات سامنے آتی ہے کہ دونوں کچھ چیزوں میں برابر ہیں اور کچھ چیزوں میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر انھیں خدا کے ساتھ تعلق اور اس کی بندگی، انسانیت، اخلاقیات، نیکی اور بدی، جرم و سزا، انعام و اکرام کے پہلو سے دیکھیں تو یہ دونوں وجود برابر ہیں۔ دونوں (مرد و عورت) خدا کی بندگی کے لیے پیدا کیے گئے ہیں، دونوں سے یکساں یہ تقاضا ہے کہ وہ انسانیت کے معیار پر پورے اتریں، دونوں پر برابر کی اخلاقی ذمہ داریاں ڈالی گئی ہیں، یعنی دونوں ہی سارے اخلاقی احکام کے مکلّف ہیں، دونوں نیکی و بدی کی آزمایش میں ڈالے گئے ہیں، دونوں کا اعمال نامہ مرتب ہو رہا ہے، دونوں سے برابر کی سطح پر ان کے اعمال کا حساب لیا جائے گا، دونوں کے لیے دنیا میں ایک جیسی سزائیں اور ایک جیسا انعام ہے اور آخرت میں بھی برابر کی سزائیں ہوں گی اور برابر کا انعام ہو گا۔ ان باتوں پر بہت سی آیات دلالت کرتی ہیں، مثلاً چوری، زنا اور قتل جیسے سنگین جرائم میں جو سزا مرد کو دی گئی ہے، وہی عورت کو دی گئی ہے، اگر یہ دونوں برابر نہ ہوتے تو ایسا ہرگز نہ کیا جاتا۔ اسی طرح نیکیوں پر ان کے اخروی انعام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا:

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا. (النساء ۴:۱۲۴)

’’مرد ہو یا عورت جو بھی نیکی کرے گا، اس حال میں کہ وہ مومن ہوا تو ایسے ہی لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے اور اُن پر ذرہ بھر ظلم نہ کیا جائے گا۔‘‘

مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَمَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اُنْثٰی وَھُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِکَ یَدْخُلُوْنَ الْجَنَّۃَ یُرْزَقُوْنَ فِیْھَا بِغَیْرِ حِسَابٍ.

(المومن ۴۰:۴۰)

''جو شخص بھی کوئی برائی کرے گا تو اُس کو اُس کے برابر ہی بدلہ دیا جائے گا اور جو کوئی نیک کام کرے گا، خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور ہو وہ مومن تو یہی لوگ ہیں جو جنت میں داخل ہوں گے اور اُس میں اِن کو بے حد و حساب رزق دیا جائے گا۔''

یہ تو تھا مرد و عورت کی برابری کا پہلو، اب ہم اس کی طرف آتے ہیں کہ کیا یہ بات کہی جا سکتی ہے کہ بعض پہلوؤں سے یہ دونوں برابر نہیں ہیں۔

اس معاملے میں صحیح بات یہ ہے کہ مرد و عورت کئی میدانوں میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔ مختلف ہونا لازماً کم تر اور گھٹیا ہونا نہیں ہوتا۔ یہ ایسے ہی ہے، جیسے ایک آدمی کی ذمہ داری اور کارکردگی کے لیے ایک میدان ہوتا ہے اور دوسرے کے لیے دوسرا۔ مثلاً اولاد جننا، اسے دودھ پلانا، یہ تو عورتوں ہی کے ساتھ خاص ہے، مرد اس معاملے میں صفر پر کھڑے ہیں۔ بچوں کی ابتدائی تربیت میں ماں کا کردار زیادہ ہوتا ہے اور باپ کا کم۔ گھر کے کام کاج، مثلاً کھانا پکانا، گھر سنبھالنا، اس میں بھی عورتوں ہی کا غلبہ ہے۔ معاش کی محنت مشقت، کسان کی طرح تپتی دھوپ میں زمین پر ہل چلانا، دور دراز کے سفر کر کے سامان تجارت ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جانا، مزدوروں، مزارعوں اور کسانوں کی طرح کام کرنا یا ان سے کام لینا، اس میں بھی عام طور پر مرد حضرات ہی آگے دکھائی دیے ہیں۔ خوف ناک حالات میں اپنے لائف پارٹنر کو شیلٹر دینا، مثلاً اسے شیر، چیتے، بھیڑیے، ریچھ یا اس چوہیا ہی سے بچانے کی کوشش کرنا جو کمرے میں گھس آئی ہو، یہ سب کام عام طور پر مردوں کے ساتھ خاص ہیں، عورتیں زیادہ تر ان کاموں میں پیچھے رہنا ہی پسند کرتی ہیں۔

اب رہا یہ مسئلہ کہ عورت کی گواہی آدھی کیوں ہے؟ کیا یہ کوئی خاص نوعیت کا مسئلہ ہے؟

اس سوال کا تفصیلی جواب استاذ محترم جاوید احمد صاحب غامدی نے اپنی کتاب ''برہان'' کے مضمون ''قانون شہادت'' میں درج ذیل الفاظ میں دیا ہے:

''ثبوت جرم کے لیے قرآن مجید نے کسی خاص طریقے کی پابندی لازم نہیں ٹھیرائی، اِس لیے

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

یہ بالکل قطعی ہے کہ اسلامی قانون میں جرم اُن سب طریقوں سے ثابت ہوتا ہے جنھیں اخلاقیات قانون میں مسلمہ طور پر ثبوت جرم کے طریقوں کی حیثیت سے قبول کیا جاتا ہے اور جن کے بارے میں عقل تقاضا کرتی ہے کہ اُن سے اِسے ثابت ہونا چاہیے۔ چنانچہ حالات، قرائن، طبی معاینہ، پوسٹ مارٹم، انگلیوں کے نشانات، گواہوں کی شہادت، مجرم کے اقرار، قسم، قسامہ اور اِس طرح کے دوسرے تمام شواہد سے جس طرح جرم اِس دنیا میں ثابت ہوتے ہیں، اسلامی شریعت کے جرائم بھی اُن سے بالکل اِسی طرح ثابت قرار پاتے ہیں۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی حقیقت اپنے ارشاد: 'البینة علی المدعی و الیمین علی المدعیٰ علیه' میں لفظ 'البینة' سے واضح فرمائی ہے۔ ابن قیم لکھتے ہیں:

البینة فی کلام اللّٰه و رسوله و کلام الصحابة اسم لکل ما یبین الحق فهی اعم من البینة فی اصطلاح الفقهاء حیث خصوها بالشاهدین او الشاهد و الیمین. (اعلام الموقعین ۱/۱۳۱)

''البینة' اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرام کے کلام میں ہر اُس چیز کا نام ہے جس سے حق واضح ہو جائے۔ چنانچہ فقہا کی اصطلاح کے مقابلے میں اِس کا مفہوم وسیع تر ہے، کیونکہ اِن حضرات نے اِسے دو گواہوں یا ایک گواہ اور قسم کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔''

اِس سے مستثنیٰ صرف دو صورتیں ہیں:

اول یہ کہ کوئی شخص کسی ایسے شریف اور پاک دامن مرد یا عورت پر زنا کی تہمت لگائے جس کی حیثیت عرفی بالکل مسلم ہو۔ اِس صورت میں قرآن کا اصرار ہے کہ اُسے ہر حال میں چار عینی گواہ پیش کرنا ہوں گے، اِس سے کم کسی صورت میں بھی اُس کا مقدمہ قائم نہ ہو سکے گا۔ حالات، قرائن، طبی معاینہ، یہ سب اُس معاملے میں اُس کے نزدیک بے معنی ہیں۔ آدمی بدچلن ہو تو ثبوت جرم کے لیے یہ سب طریقے اختیار کیے جا سکتے ہیں، لیکن اُس کی شہرت اگر ایک شریف اور پاک دامن شخص کی ہے تو اسلام یہی چاہتا ہے کہ اُس سے اگر کوئی لغزش ہوئی بھی ہے تو اُس پر پردہ ڈال دیا جائے اور اُسے معاشرے میں رسوا نہ کیا جائے۔ چنانچہ اِس صورت میں وہ چار

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

عینی شہادتوں کا تقاضا کرتا، اور الزام لگانے والا اگر ایسا نہ کر سکے تو اُسے لازماً قذف کا مجرم ٹھیراتا ہے۔ ارشاد فرمایا ہے:

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا، وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ، اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ. (النور۲۴: ۴-۵)

''اور جو لوگ پاک دامن عورتوں پر تہمت لگائیں، پھر چار گواہ نہ لائیں تو اُن کو اسّی کوڑے مارو اور اُن کی گواہی پھر کبھی قبول نہ کرو اور یہی لوگ فاسق ہیں، لیکن جو اس کے بعد توبہ و اصلاح کر لیں تو اللہ (اُن کے لیے) غفور و رحیم ہے۔''

دوم یہ کہ کسی معاشرے میں اگر قحبہ عورتیں ہوں تو اُن سے نبٹنے کے لیے قرآن مجید کی رو سے یہی کافی ہے کہ چار مسلمان گواہ طلب کیے جائیں جو اس بات پر گواہی دیں کہ فلاں فی الواقع زنا کی عادی ایک قحبہ عورت ہے۔ وہ اگر عدالت میں پوری ذمہ داری کے ساتھ یہ گواہی دیتے ہیں کہ ہم اِسے قحبہ کی حیثیت سے جانتے ہیں اور عدالت نقد و جرح کے بعد اُن کی گواہی پر مطمئن ہو جاتی ہے تو وہ اُس عورت کو سزا دے سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالّٰتِيْ يَاْتِيْنَ الْفَاحِشَةَ مِنْ نِّسَآئِكُمْ فَاسْتَشْهِدُوْا عَلَيْهِنَّ اَرْبَعَةً مِّنْكُمْ، فَاِنْ شَهِدُوْا فَاَمْسِكُوْهُنَّ فِي الْبُيُوْتِ حَتّٰى يَتَوَفّٰهُنَّ الْمَوْتُ اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا. (النساء۴: ۱۵)

''اور تمھاری عورتوں میں سے جو بدکاری کرتی ہیں، اُن پر اپنے اندر سے چار گواہ طلب کرو۔ پھر اگر وہ گواہی دے دیں تو اُن کو گھروں میں بند کر دو، یہاں تک کہ موت اُنھیں لے جائے یا اللہ اُن کے لیے کوئی راہ نکال دے۔''

اِن دو مستثنیات کے سوا اسلامی شریعت ثبوت جرم کے لیے عدالت کو ہرگز کسی خاص طریقے کا پابند نہیں کرتی، لہٰذا حدود کے جرائم ہوں یا اِن کے علاوہ کسی جرم کی شہادت، ہمارے نزدیک یہ قاضی کی صواب دید پر ہے کہ وہ کس کی گواہی قبول کرتا ہے اور کس کی گواہی قبول نہیں کرتا۔ اِس میں عورت اور مرد کی تخصیص نہیں ہے۔ عورت اگر اپنے بیان میں الجھے بغیر واضح طریقے پر گواہی

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

دیتی ہے تو اُسے محض اِس وجہ سے رد نہیں کر دیا جائے گا کہ اِس کے ساتھ کوئی دوسری عورت یا مرد موجود نہیں ہے، اور مرد کی گواہی میں اگر اضطراب وابہام ہے تو اُسے محض اِس وجہ سے قبول نہیں کیا جائے گا کہ وہ مرد ہے۔ عدالت اگر گواہوں کے بیانات اور دوسرے قرائن وحالات کی بنا پر مطمئن ہو جاتی ہے کہ مقدمہ ثابت ہے تو وہ لامحالہ اُسے ثابت قرار دے گی اور وہ اگر مطمئن نہیں ہوتی تو اُسے یہ حق بے شک، حاصل ہے کہ وہ دس مردوں کی گواہی کو بھی قبول کرنے سے انکار کر دے۔'' (۲۵-۲۷)

فحبہ عورتوں کے معاملے میں شہادت کے سوا، جہاں قرآن مجید نے 'منکم' کی شرط عائد کر کے اسے مسلمانوں کے ساتھ خاص کر دیا ہے، یہی معاملہ غیر مسلموں کی گواہی کا بھی ہے۔

استاذ محترم جاوید احمد صاحب غامدی لکھتے ہیں:

''یہاں یہ واضح رہے کہ ہمارے فقہا کی رائے اِس معاملے میں مختلف ہے۔

...فقہا نے اپنے نقطۂ نظر کی بنیاد سورۂ بقرہ کی جس آیت پر رکھی ہے، وہ یہ ہے:

وَاسۡتَشۡهِدُوۡا شَهِيۡدَيۡنِ مِنۡ رِّجَالِكُمۡ، فَاِنۡ لَّمۡ يَكُوۡنَا رَجُلَيۡنِ فَرَجُلٌ وَّامۡرَاَتٰنِ، مِمَّنۡ تَرۡضَوۡنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنۡ تَضِلَّ اِحۡدٰهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحۡدٰهُمَا الۡاُخۡرٰى. (۲۸۲:۲)

''اور تم (قرض کی دستاویز پر) اپنے مردوں میں سے دو آدمیوں کی گواہی کرا لو۔ اور اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں سہی، تمھارے پسندیدہ لوگوں میں سے۔ دو عورتیں اِس لیے کہ اگر ایک الجھے تو دوسری یاد دلا دے۔''

اِس آیت سے فقہا کا استدلال، ہمارے نزدیک دو وجوہ سے محل نظر ہے:

ایک یہ کہ واقعاتی شہادت کے ساتھ اس آیت کا سرے سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ یہ دستاویزی شہادت سے متعلق ہے۔ ہر عاقل جانتا ہے کہ دستاویزی شہادت کے لیے گواہ کا انتخاب ہم کرتے ہیں اور واقعاتی شہادت میں گواہ کا موقع پر موجود ہونا ایک اتفاقی معاملہ ہوتا ہے۔ ہم نے اگر کوئی دستاویز لکھی ہے یا کسی معاملے میں کوئی اقرار کیا ہے تو ہمیں اختیار ہے کہ اُس پر جسے چاہیں گواہ بنائیں، لیکن زنا، چوری، قتل، ڈاکا اور اِس طرح کے دوسرے جرائم میں، ظاہر ہے کہ

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جو شخص بھی موقع پر موجود ہوگا، وہی گواہ قرار پائے گا۔ چنانچہ شہادت کی اِن دونوں صورتوں کا فرق اِس قدر واضح ہے کہ اِن میں سے ایک کو دوسری کے لیے قیاس کا مبنیٰ نہیں بنایا جا سکتا۔

دوسری یہ کہ آیت کے موقع و محل اور اسلوب بیان میں اِس بات کی کوئی گنجایش نہیں ہے کہ اِسے قانون و عدالت سے متعلق قرار دیا جائے۔ اِس میں عدالت کو مخاطب کر کے یہ بات نہیں کہی گئی کہ اِس طرح کا کوئی مقدمہ اگر پیش کیا جائے تو مدعی سے اِس نصاب کے مطابق گواہ طلب کرو۔ اِس کے مخاطب ادھار کا لین دین کرنے والے ہیں اور اِس میں اُنھیں یہ ہدایت کی گئی ہے کہ وہ اگر ایک خاص مدت کے لیے اِس طرح کا کوئی معاملہ کریں تو اُس کی دستاویز لکھ لیں اور نزاع اور نقصان سے بچنے کے لیے اُن گواہوں کا انتخاب کریں جو پسندیدہ اخلاق کے حامل، ثقہ، معتبر اور ایمان دار بھی ہوں اور اپنے حالات و مشاغل کے لحاظ سے اِس ذمہ داری کو بہتر طریقے پر پورا بھی کر سکتے ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ اِس میں اصلاً مردوں ہی کو گواہ بنانے اور دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد کے ساتھ دو عورتوں کو گواہ بنانے کی ہدایت کی گئی ہے تاکہ گھر میں رہنے والی یہ بی بی اگر عدالت کے ماحول میں کسی گھبراہٹ میں مبتلا ہو تو گواہی کو ابہام و اضطراب سے بچانے کے لیے ایک دوسری بی بی اُس کے لیے سہارا بن جائے۔ اِس کے یہ معنی، ظاہر ہے کہ نہیں ہیں اور نہیں ہو سکتے کہ عدالت میں مقدمہ اُسی وقت ثابت ہوگا، جب کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورتیں اُس کے بارے میں گواہی دینے کے لیے آئیں۔ یہ ایک معاشرتی ہدایت ہے جس کی پابندی اگر لوگ کریں گے تو اُن کے لیے یہ نزاعات سے حفاظت کا باعث بنے گی۔ لوگوں کو اپنی صلاح و فلاح کے لیے اِس کا اہتمام کرنا چاہیے، لیکن مقدمات کا فیصلہ کرنے کے لیے یہ کوئی نصاب شہادت نہیں ہے جس کی پابندی عدالت کے لیے ضروری ہے۔ چنانچہ اِس سلسلہ کی تمام ہدایات کے بارے میں خود قرآن کا ارشاد ہے:

ذٰلِکُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰٓى اَلَّا تَرْتَابُوْٓا. (البقرہ ۲:۲۸۲)

''یہ ہدایات اللہ کے نزدیک زیادہ مبنی بر انصاف، گواہی کو زیادہ درست رکھنے والی اور زیادہ قرین قیاس ہیں کہ تم شبہات میں مبتلا نہ ہو۔'' (برہان ۲۷-۳۱)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

شادی کے بعد بیوی سے بے رغبتی

سوال: میں یو ایس میں رہتا ہوں۔ میں نے تین ماہ پہلے پاکستان آ کر شادی کی تھی۔ اب میری بیوی یو ایس میں میرے ساتھ ہے، لیکن میں اس میں کوئی رغبت محسوس نہیں کرتا، میرا سوال یہ ہے کہ اس صورت حال میں مجھے کیا کرنا چاہیے؟ (عبداللہ)

جواب: شادی ایک بہت سنجیدہ معاملہ ہے، اس کا فیصلہ بہت دیکھ بھال کر ہی کرنا چاہیے۔ لیکن اب جبکہ آپ شادی کر چکے ہیں تو ہم آپ کو یہی مشورہ دیں گے کہ اسے حتی الامکان نبھائیں۔ ای میل یا خط وغیرہ کی صورت میں چونکہ مشورہ دینے والے کے پاس معلومات بہت محدود ہوتی ہیں، اس لیے وہ کوئی بہت متعین بات نہیں کہہ سکتا۔ بہر حال، کچھ اصولی نوعیت کی باتیں میں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں۔

پہلی بات یہ ہے کہ آپ یہ دیکھیں کہ آپ کی بے رغبتی کی وجہ آپ کا اپنا کوئی غیر ضروری معیار تو نہیں ہے، عموماً شادی کی ابتدا میں انسان کے معیارات سطحی نوعیت کے ہوتے ہیں، لیکن جب زندگی ذرا سنجیدہ رنگ اختیار کرتی ہے تو انھی معیارات میں زمین و آسمان کا فرق پڑ جاتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ آپ اس پر غور کریں کہ اگر آپ کو اپنی بیوی میں ایک طرف کوئی خامی دکھائی دیتی ہے تو دوسری طرف اس میں کوئی نہ کوئی خوبی بھی موجود ہوگی جو آپ کو پسند ہو۔

تیسری بات یہ ہے کہ اگر آدمی بعض رویے اور بعض طور طریقے اپنا لے تو اس کے بارے میں دوسرے کی رائے بہت بدل جاتی ہے۔ اس چیز کو آپ دونوں میاں بیوی اپنے اپنے حوالے سے دیکھیں اور ایک دوسرے کو وہ تبدیلی تجویز کریں جو آپ دونوں کو ایک دوسرے کی نگاہ میں پسندیدہ بنا سکتی ہے۔

چوتھی بات یہ ہے کہ اگر معاملہ دوسرے کی عادات و اطوار کے بجائے محض اس کے حسن اور اس کے انداز و ادا کے نہ بھانے کا ہے تو پھر میں یہ گزارش کروں گا کہ یہ ایک ظاہری خوبی کی نفی ہے اور بے شک یہ اہم ہے، لیکن میاں بیوی کا تعلق اس سے کہیں زیادہ وسعتیں رکھتا ہے، لہٰذا اب خدا را

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

آپ اسے زیادہ اہمیت نہ دیں۔ البتہ اگر یہ معاملہ آپ کے لیے بہت ہی سنگین ہے، آپ محض اسی وجہ سے بیوی کے ہوتے ہوئے بالکل تنہائی کی زندگی گزار رہے ہیں اور آپ کو یہ خدشہ ہے کہ آپ گناہ میں پڑ جائیں گے تو پھر آپ باقی ممکنہ پہلوؤں کو سوچ سمجھ کر اس سے علیحدگی اختیار کر سکتے ہیں۔ لیکن یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر بیوی آپ سے الگ نہیں ہونا چاہتی اور آپ اسے درج بالا وجوہ کی بنا پر الگ کرنا چاہتے ہیں تو یہ اس پر ایک ظلم ہوگا، جس کی آپ کو اجازت نہیں دی جا سکتی سوائے اس بات کے کہ آپ بہت مجبور ہوں۔

پانچویں بات یہ ہے کہ اگر کوئی اور شخصیت طبیعت کو بھاتی ہے اور اس کے وجود نے آپ کی بیوی کو گہنا دیا ہے تو اس بات کو ایک فتنہ سمجھیں، دھوکا ہرگز نہ کھائیں اور پوری قوت سے اپنی اس ازدواجی زندگی کو سلامت رکھنے کی کوشش کریں۔

چھٹی بات یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو اپنی بیوی کی جگہ پر رکھ کر سوچیں کہ اگر آپ لڑکی ہوتے اور کوئی شخص اپنی مرضی سے آپ کے ساتھ شادی کر کے، تین ماہ بعد آپ کو بتاتا کہ تم مجھے پسند ہی نہیں آئی مجھے تمھارے اندر کوئی رغبت ہی محسوس نہیں ہوتی تو آپ کیسا محسوس کرتے اور آپ اس شخص سے کیا کہتے۔ ہمارے معاشرے میں مردوں کے لیے تو اس کا بہت امکان ہوتا ہے کہ وہ ایک عورت کو چھوڑ کر اپنی پسند کی دوسری عورت سے شادی کر لیں، لیکن عورتوں کے لیے یہ چانس بہت کم ہوتا ہے، کیونکہ عام طور پر لوگ شادی شدہ عورت سے شادی کرنے میں کوئی رغبت نہیں رکھتے۔

یہاں پر میں قرآن مجید کی ایک ہدایت بیان کرنا چاہوں گا جو زندگی کے بہت سے مرحلوں میں ہمارے لیے انتہائی کارآمد ہے۔ ارشاد باری ہے:

وَعَسٰٓی اَنْ تَکْرَهُوْا شَیْئًا وَّهُوَ خَیْرٌ لَّکُمْ وَعَسٰٓی اَنْ تُحِبُّوْا شَیْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّکُمْ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ. (البقرہ ۲:۲۱۶)

”اور یہ ہو سکتا ہے کہ تم کسی چیز کو اپنے لیے ناگوار خیال کرو، حالانکہ وہ تمھارے لیے بہتر ہو اور ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو اپنے لیے پسندیدہ سمجھو اور وہ تمھارے لیے بری ہو۔ اور اللہ جانتا ہے

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اور تم نہیں جانتے۔''

یہ آیت ہمیں اس سے روکتی ہے کہ ہم اپنے جذبات و رغبات کی اندھی پیروی کریں اور ہمیں یہ سکھاتی ہے کہ ہم مقدر پر راضی رہیں اور ہمیشہ دلیل ہی کی رہنمائی میں چلیں۔

ضمناً میں آپ کو یہ بھی کہنا چاہوں گا کہ آپ اس سلسلے میں نفسیات کے کسی ماہر سے بھی مشورہ کر سکتے ہیں۔

پردہ

سوال: اسلام میں عورتوں کے حجاب کے حوالے سے کیا تصور پایا جاتا ہے؟ کیا یہ ضروری ہے کہ وہ نامحرم افراد سے اپنے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں کو چھپائیں اور ان کے ساتھ درشتی سے بات کیا کریں؟ (محمد کامران)

جواب: بالغ عورت کے لیے پردے کا وہ تصور جو ہمارے ہاں پایا جاتا ہے، یہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ یہ بات غلط ہے کہ عورت کو نامحرموں سے اپنا چہرہ، ہاتھ اور پاؤں لازماً چھپانا چاہیے۔ اسی طرح یہ بات بھی غلط ہے کہ عورت کو مردوں کے ساتھ درشتی ہی سے بات کرنی چاہیے۔

صحیح بات یہ ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ان کے میل جول کے موقعوں کے حوالے سے کچھ ضروری آداب سکھائے گئے ہیں۔ ان آداب کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ نور میں موجود ہے۔ ان میں غض بصر، شرم گاہوں کی حفاظت اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کرنے کا حکم تو موجود ہے، لیکن نامحرموں سے اپنا چہرہ ڈھانکنے کا حکم موجود نہیں ہے۔

اس کے علاوہ سورۂ احزاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حوالے سے بعض احکام دیے گئے ہیں، ان میں بے شک یہ بات بھی موجود ہے کہ اگر کسی کو ان سے کوئی چیز مانگنی ہے تو وہ

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

پردے کی اوٹ سے مانگے اور اسی طرح منافقین کے ضرر سے بچنے کے لیے انھیں یہ بھی کہا گیا کہ وہ بلا تمیز ہر آنے والے سے نرمی اور تواضع سے بات نہ کیا کریں، بلکہ صاف اور سیدھی بات کیا کریں تاکہ جس کے دل میں کوئی خرابی موجود ہو، وہ کسی طمع میں گرفتار نہ ہو سکے، لیکن یہ احکام اصلاً، آپ کی ازواج ہی کے ساتھ خاص تھے، جیسا کہ سورۂ احزاب کے اپنے الفاظ سے پتا چلتا ہے۔ اس کے علاوہ اسی سورہ میں مدینے میں موجود منافقین کی شرارتوں سے بچنے کی غرض سے مسلمان عورتوں کو باہر نکلتے ہوئے اپنے اوپر بڑی چادر لینے کا حکم دیا گیا، سورہ کے الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ یہ حکم اس صورت حال سے نبٹنے کے لیے ایک حل کے طور پر دیا گیا تھا، اسے سورۂ نور میں موجود احکام کی طرح شریعت کا مستقل حصہ نہیں بنایا گیا تھا۔ پردے کے معاملے میں علماے امت میں اختلاف اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ انھوں نے ان سب احکام کو پوری امت سے متعلق سمجھ لیا۔

مزید تفصیل کے لیے آپ غامدی صاحب کی تصنیف ''میزان'' کے باب ''قانون معاشرت'' میں ''مرد و زن کا اختلاط'' کی بحث کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

رضاعی رشتوں میں نکاح

سوال: وہ بچہ جس نے اپنی نانی کا دودھ پیا ہو، کیا اس کا رشتہ اپنے ماموں اور خالاؤں کی بیٹیوں سے ہو سکتا ہے؟ (مسز افتخار چوہدری)

جواب: آپ نے جو صورت بتائی ہے، اس صورت میں یہ بچہ اپنے ماموں اور اپنی خالاؤں کا رضاعی بھائی ہے۔ چنانچہ اس رشتے سے اس کے ماموں اور اس کی خالاؤں کی بیٹیاں اس کی رضاعی بھتیجیاں اور بھانجیاں بنتی ہیں، لہٰذا ان کے ساتھ اس کا نکاح نہیں ہو سکتا۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جنسی اختلاط سے بے زاری

سوال: اسلام شوہر کو اس بیوی کے حوالے سے کیا تجویز دیتا ہے جو اس کے ساتھ جنسی اختلاط کے اعتبار سے خواہ مخواہ سرد ہو جائے اور اس عمل سے نفرت کرنے لگ جائے؟

(سعید الرحمٰن)

جواب: اگر میاں بیوی کے درمیان یہ صورت حال پیدا ہو جائے تو اس کی وجہ معلوم کرنی چاہیے، کیونکہ ایسا ہونا، یعنی جنس سے بے رغبتی فطری چیز نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی کچھ وجوہات ہوں گی۔ ہوسکتا ہے کہ اس کی وجہ میاں بیوی کی آپس کی بعض چھوٹی چھوٹی رنجشیں ہوں جو ایک لمبے عرصے سے چل رہی ہوں اور ان کی بنا پر عورت کے ہاں جذبات بالکل سرد پڑ گئے ہوں۔ یہ عمر کا تقاضا بھی ہوسکتا ہے اور اس کی وجہ کسی بیماری کا پیدا ہو جانا بھی ہوسکتا ہے۔ بہرحال وجوہات کی نوعیت طے کر کے انھیں دور کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ نے مرد کو جنس کے معاملے میں اپنی بیوی تک محدود رہنے کا حکم دیا ہے، اس لیے عورت کو یہ چاہیے کہ وہ اس معاملے میں مرد کے نارمل مطالبے کو پوری اہمیت دے اور اس کے ساتھ تعاون کی ہر ممکن کوشش کرے۔ اگر اس کے پاس کوئی عذر نہ ہو اور وہ جان بوجھ کر اس سے گریز کرے تو وہ عند اللہ قصوروار ہوگی۔

شادی سے پہلے جنسی تعلقات

سوال: کیا شادی سے پہلے آدمی کا اپنی ہونے والی بیوی سے جنسی تعلق قائم کرنا ناقابل معافی جرم، یعنی گناہ کبیرہ ہے؟ (جوناتھن سٹو)

جواب: شادی سے پہلے اپنی ہونے والی بیوی سے بھی جنسی تعلق قائم کرنا زنا ہی ہے اور بے شک

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

یہ گناہ کبیرہ ہے۔اس کے بارے میں قرآن مجید میں یہ فرمایا گیا ہے کہ:

''اور جو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو نہیں پکارتے، اللہ کی حرام کی ہوئی کسی جان کو سوائے حق کے ہلاک نہیں کرتے اور نہ زنا کے مرتکب ہوتے ہیں۔ جو کوئی یہ کام کرے گا، وہ اپنے گناہ کا بدلہ پائے گا، قیامت کے روز اُس کو مکرر عذاب دیا جائے گا اور اسی میں وہ ہمیشہ ذلت کے ساتھ پڑا رہے گا۔سوائے اس کے کہ کوئی (ان گناہوں کے بعد) توبہ کر چکا ہو اور ایمان لا کر عمل صالح کرنے لگا ہو۔ایسے لوگوں کی برائیوں کو اللہ بھلائیوں سے بدل دے گا اور وہ بڑا غفور و رحیم ہے۔''(الفرقان ۲۵:۶۸-۷۰)

ان آیات سے پتا چلتا ہے کہ بے شک زنا گناہ کبیرہ ہے اور اس کی سزا جہنم کا ابدی عذاب ہو سکتی ہے، لیکن اگر اللہ چاہے تو یہ سچی توبہ اور اصلاح سے بالکل معاف بھی ہو سکتا ہے۔

اپنی مزنیہ کی بیٹی سے شادی

سوال: مجھے درج ذیل سوالات کی وضاحت مطلوب ہے:

پہلا یہ کہ اگر کسی لڑکے نے کسی شادی شدہ عورت سے زنا کیا ہے تو کیا وہ اس عورت کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہے؟

دوسرا یہ کہ اگر اس لڑکے کا معاملہ اس عورت کے ساتھ زنا کے قریب، یعنی بوس و کنار وغیرہ تک تو پہنچا ہو، البتہ اس نے زنا نہ کیا ہو تو کیا اس صورت میں وہ اس عورت کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہے؟

تیسرا یہ کہ اگر زنا یا محض بوس و کنار کے زمانے میں وہ لڑکا تو نابالغ ہو اور عورت شادی شدہ ہو تو کیا اس صورت میں وہ اس عورت کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہے؟ (عبداللہ)

جواب: استاذ محترم غامدی صاحب کی تحقیق کے مطابق درج بالا تینوں صورتوں میں وہ لڑکا اس عورت کی بیٹی سے شادی کر سکتا ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

احناف کے نزدیک تینوں صورتوں میں یہ شادی ناجائز ہو گی، جبکہ شوافع کے نزدیک تینوں صورتوں میں یہ جائز ہے۔

غیر محرم سے اختلاط

سوال: درج ذیل سوالات کے بارے میں آپ کا نقطۂ نظر کیا ہے؟

پہلا یہ کہ کیا کوئی نوجوان اپنی ہم عمر رشتہ دار لڑکیوں سے گفتگو اور گپ شپ کی حد تک تعلق رکھ سکتا ہے اور کیا وہ انھیں دیکھ بھی سکتا ہے؟

دوسرا یہ کہ کسی لڑکی سے محبت کرنا، اس کے بارے میں سوچنا، شاعری کرنا اور خیال ہی خیال میں اسے چاہتے رہنا، کیا جائز ہے؟

تیسرا یہ کہ وہ نوجوان کم عمر رشتہ دار لڑکی جس کے بارے میں آدمی کا ذہن عشق و محبت کے جذبات سے خالی ہو، کیا اس سے گفتگو وغیرہ کرنا جائز ہے؟ (عبدالعزیز)

جواب: آپ کے ان سوالوں کے جواب میں یہ گزارش ہے کہ دین کا مقصد تزکیہ ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ انسان پاکیزہ بنے۔ اس میں شرم و حیا بھی موجود ہو، خدا خوفی بھی ہو اور پاکیزہ نفسی بھی ہو۔

چنانچہ اصل بات یہ ہے کہ غیر محرم افراد کا میل جول کسی معقول وجہ ہی سے اور کسی مقصد ہی کے لیے ہونا چاہیے، خواہ مخواہ اور محض گپ شپ کی خاطر یہ درست نہیں ہے۔ مرد اور عورت اپنی ساخت ہی کے اعتبار سے اس طرح کے بنائے گئے ہیں کہ انھیں ایک دوسرے کے ساتھ جنسی رغبت پیدا ہو، لہٰذا خواہ مخواہ میل ملاقات کے مواقع پیدا کرنا اور گفتگو کرنا، کسی صورت میں بھی درست نہیں، لیکن اگر کسی واقعی ضرورت یا مجبوری کے تحت غیر محرم افراد کو باہم ملنا جلنا پڑے تو اس کی اجازت ہے، لیکن اس صورت میں یہ ضروری ہے کہ غض بصر اور حفظ فروج کے ان آداب کو ملحوظ رکھا جائے جو اسلام نے بتائے ہیں۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

غامدی صاحب نے اپنی کتاب ''میزان'' کے باب ''قانون معاشرت'' میں ان آداب کو تفصیل سے بیان کیا ہے۔ان کا خلاصہ درج ذیل ہے:

''اسلام نے اختلاط مرد و زن کے درج ذیل آداب سکھائے ہیں:

۱۔ایک دوسرے کے گھروں میں جانے کی ضرورت پیش آجائے تو بے دھڑک اور بے پوچھے اندر داخل ہونا جائز نہیں ہے۔پہلے اجازت مانگنی چاہیے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اجازت عین گھر کے دروازے پر کھڑے ہو کر اور اندر جھانکتے ہوئے نہیں مانگنی چاہیے، اس لیے کہ اجازت مانگنے کا حکم تو دیا ہی اس لیے گیا ہے کہ گھر والوں پر نگاہ نہ پڑے۔

۲۔عورتیں اور مرد ایک دوسرے سے اپنی نظریں بچا کر رکھیں۔نگاہوں میں حیا ہو اور مرد و عورت ایک دوسرے کے حسن و جمال سے آنکھیں سینکنے، خط و خال کا جائزہ لینے اور ایک دوسرے کو گھورنے سے پرہیز کریں۔نہ وہ باہم نگاہ بھر کر دیکھیں اور نہ اپنی نگاہوں کو ایک دوسرے کو دیکھنے کے لیے بالکل آزاد چھوڑ دیں۔اس طرح کا پہرا اگر نگاہوں پر نہ بٹھایا جائے تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ میں یہ آنکھوں کا زنا ہے اور یہی وہ نگاہ ہے جس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو نصیحت فرمائی ہے کہ اسے فوراً پھیر لینا چاہیے۔

بریدہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: علی، ایک کے بعد دوسری نظر کو اس کا پیچھا نہیں کرنا چاہیے، اس لیے کہ پہلی تو معاف ہے، مگر دوسری معاف نہیں ہے۔

جریر بن عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضور سے پوچھا: اس طرح کی نگاہ اچانک پڑ جائے تو کیا کروں؟ فرمایا: فوراً نگاہ پھیر لو یا نیچی کر لو۔

۳۔باہمی میل جول کے موقعوں پر شرم گاہوں کی حفاظت کی جائے۔قرآن میں جگہ جگہ یہ تعبیر ناجائز شہوت رانی سے پرہیز کے لیے اختیار کی گئی ہے، لیکن اس سے متعلق سورۂ نور کی آیات میں قرینہ دلیل ہے کہ اس سے مراد عورتوں اور مردوں کا اپنے صنفی اعضا کو اچھی طرح ڈھانپ کر رکھنا ہے۔مدعا یہ ہے کہ مرد و زن ایک جگہ موجود ہوں تو چھپانے کی جگہوں کو اور بھی زیادہ اہتمام کے ساتھ چھپانا چاہیے۔اس میں ظاہر ہے کہ بڑا دخل اس چیز کو ہے کہ لباس

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

باقرینہ ہو۔ عورتیں اور مرد، دونوں ایسا لباس پہنیں جو زینت کے ساتھ صنفی اعضا کو بھی پوری طرح چھپانے والا ہو۔ پھر ملاقات کے موقع پر اس بات کا خیال رکھا جائے کہ اٹھنے بیٹھنے میں کوئی شخص برہنہ نہ ہونے پائے۔ شرم گاہوں کی حفاظت سے یہاں قرآن کا مقصود یہی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ مسلمانوں کی معاشرت میں غض بصر کے ساتھ یہ چیز بھی پوری طرح ملحوظ رکھی جائے۔

۴۔ عورتوں کے لیے، بالخصوص ضروری ہے کہ وہ زیب و زینت کی کوئی چیز اپنے قریبی اعزہ اور متعلقین کے سوا کسی شخص کے سامنے ظاہر نہ ہونے دیں۔ یہاں تک کہ مردوں کی موجودگی میں اپنے پاؤں زمین پر مار کر چلنے سے بھی پرہیز کرنا چاہیے کہ ان کی چھپی ہوئی زینت ظاہر نہ ہو جائے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی بنا پر عورتوں کے تیز خوشبو لگا کر باہر نکلنے کو سخت ناپسند فرمایا ہے۔'' (۴۶۴-۴۶۵)

تفصیل کے لیے آپ غامدی صاحب کی کتاب ''میزان'' کے باب ''قانون معاشرت'' میں اس سے متعلق بحث ''مرد و زن کا اختلاط'' کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔ اب ہم دوبارہ آپ کے سوالوں کی طرف آتے ہیں۔

آپ کے سوالات کسی واقعی ضرورت یا مجبوری سے متعلق نہیں ہیں، بلکہ میرا خیال ہے کہ آپ یہ دریافت کرنا چاہتے ہیں کہ (cousins) لڑکے لڑکی کے لیے اسلام میں کتنی آزادی ہے اور کتنی نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ بغیر کسی حقیقی مقصد اور حقیقی ضرورت کے کوئی آزادی نہیں ہے، مثلاً وہ کلاس فیلو ہیں اور انھیں ایک دوسرے کی مدد کی ضرورت ہے تو خالص اسی مدد کی نیت سے اور اسی کی حد تک وہ آپس میں بات چیت کر سکتے ہیں، گو اسلام پسند یہی کرے گا کہ اس کا کوئی اور بہتر حل نکالا جائے۔

جہاں تک دیکھنے کا تعلق ہے تو اس کی بھی کوئی ضرورت ہونی چاہیے، ورنہ محض اس وجہ سے دیکھنا کہ وہ ایک لڑکی ہے، یہ جائز نہیں ہے۔

انسان کو جس سے محبت ہو جائے، اس کے بارے میں وہ اضطراراً سوچتا رہتا ہے، اگر وہ شاعر ہے تو شاعری بھی کرے گا، یہ چیزیں ناجائز نہیں ہیں، جب تک کہ ان میں برائی اور گناہ کی سوچ

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

شامل نہ ہو۔ ویسے آدمی کو چاہیے کہ وہ اپنے آپ کو اس مصیبت سے نکالے، کیونکہ یہ اس کے کردار کے لیے برے اثرات کا باعث بن سکتا ہے۔ عشق سے نکلنے کا طریقہ یہ ہے کہ آدمی اسی یا کسی بھی لڑکی سے شادی کر لے اور اس کے بعد خدا پر توکل کرتے ہوئے حقیقت شناسی کا راستہ اختیار کرے۔

آپ کے آخری سوال کا جواب یہ ہے کہ جس لڑکی کے بارے میں آدمی کا ذہن عشق و محبت کے جذبات سے خالی ہو، اس کے بارے میں بھی صحیح رویہ یہی ہے کہ آدمی ضرورت کی حد تک ہی اس سے گفتگو کرے اور اس کے لیے اپنے اچھے سے اچھے جذبات کا بھی کسی بہتر ذریعے ہی سے اظہار کرے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

خاندانی منصوبہ بندی

سوال: کیا اسلام میں فیملی پلاننگ کی اجازت ہے؟ اور کیا فیملی پلاننگ کے محکمے میں ملازمت کرنا جائز ہے؟ (تنزیل نیازی)

جواب: اسلام کو فیملی پلاننگ پر کوئی اعتراض نہیں سوائے اس کے کہ کسی غلط عقیدے یا کسی غلط تصور کی بنا پر ایسا کیا جائے۔ کسی بھی معقول مقصد کے لیے فیملی پلاننگ کی جا سکتی ہے۔ استقرار حمل سے پہلے پہلے فیملی پلاننگ کے لیے جو طریقہ آپ کو اپنانا ہو، وہ اپنا سکتے ہیں۔

فیملی پلاننگ کے ادارے میں ملازمت پر بھی کوئی اعتراض نہیں ہے، الّا یہ کہ اس ادارے میں فیملی پلاننگ کے طریقے، اصول اور اس کے مقاصد دینی تعلیم سے متصادم ہوں، اگر ایسا ہو تو پھر ملازمت کرنا درست نہیں ہوگا۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

متفرق سوالات

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

پابند صلوٰۃ راشی

سوال: اس شخص کے بارے میں دین کیا کہتا ہے جو پنج وقتہ نماز ادا کرتا ہے، لیکن اس کے ساتھ وہ رشوت بھی لیتا اور دھوکا بھی دیتا ہے۔ (راجہ عبدالرحمٰن میمن)

جواب: حرام رزق کے ساتھ جو نماز پڑھی جاتی ہے، وہ اللہ کے ہاں مقبولیت نہیں پاتی، لیکن بات صرف اتنی ہی نہیں ہے، بلکہ انسان کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ وہ اپنے جس عمل کے ساتھ بھی دل کی گہرائی کے ساتھ چپکا ہو، وہی عمل بالآخر دوسرے اعمال پر غلبہ پالیتا ہے۔

یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس وقت اس شخص کی نماز سچے عابد کی نماز نہیں ہے، کیونکہ خدا کا سچا بندہ اپنے دل سے خدا کا فرماں بردار بھی ہوتا ہے، لیکن اگر یہ شخص اپنے جرائم کو آج یا آیندہ کسی وقت دل سے ناگوار جانتا، خود کو غلط قرار دیتا اور اللہ کے سامنے شرمندہ ہوتا رہتا ہے، گو یہ ابھی ان سے باز نہیں بھی آرہا تو یہ توقع کی جاسکتی ہے کہ اس کی نماز اس کی بداعمالیوں پر غلبہ پالے، یہ توبہ کر لے اور اپنے اچھے انجام کو پہنچے۔ البتہ، اگر معاملہ برعکس ہوا تو پھر توقع بھی برعکس ہی کی ہے، کیونکہ ارشاد باری ہے:

''البتہ جس نے کمائی کوئی بدی اور اس کے گناہ نے اس کو اپنے گھیرے میں لے لیا تو وہی لوگ دوزخ والے ہیں، وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے۔'' (البقرہ ۲:۸۱)

یعنی انسان خواہ کیسا ہی نمازی یا روزے رکھنے اور حج کرنے والا کیوں نہ ہو، اگر اس نے کسی ایک برائی کو سچے دل کے ساتھ اس طرح سے چمٹ کر اختیار کر لیا کہ وہ برائی اس پر چھا گئی اور اس کے گناہ نے اس کو اپنے گھیرے میں لے لیا تو اب اس کی سب نیکیاں برباد ہو جائیں گی اور وہ جہنم

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

میں جائے گا۔

سزا کا فرق

سوال: دنیا میں جرم کی سزا پانے کے حوالے سے امیر اور غریب میں اور صاحب اقتدار اور مجبور و بے کس میں فرق کیوں ہے؟ (راجہ عبدالرحمٰن میمن)

جواب: خدا نے یہ دنیا آزمایش کے لیے بنائی ہے۔ چنانچہ اُس نے اِس میں یہ گنجایش رکھی ہے کہ یہاں اگر کوئی اپنے دائرۂ اختیار میں عدل کرنا چاہے تو وہ عدل کر سکے، ظلم کرنا چاہے تو ظلم کر سکے، نیکی کرنا چاہے تو نیکی کر سکے اور بدی کرنا چاہے تو بدی کر سکے۔

یہی وجہ ہے کہ یہاں صاحب اقتدار افراد عام طور پر اپنے متعلقین کو جرائم کی سزا پانے سے بچا لیتے ہیں، لیکن اسی دنیا میں یہ بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ بعض صاحب اقتدار افراد خدا سے ڈرتے ہیں اور وہ ایسا نہیں کرتے۔ خدا کے نزدیک یہ افراد اتنے قیمتی ہوتے ہیں کہ وہ انھیں اپنی جنت کے لیے منتخب کر لیتا ہے۔ اس نے اسی مقصد کی خاطر یہ آزمایش گاہ بنائی ہے۔

چنانچہ آدمی کو پریشان ہونے کے بجاے یہ دیکھنا چاہیے کہ ہم خود اپنے (چھوٹے یا بڑے) دائرۂ اختیار میں خدا خوفی سے کام لے رہے ہیں یا نہیں، کیونکہ بس ابھی عدالت لگنے والی ہے اور ابھی فیصلہ ہونے والا ہے۔ وقت تیزی سے گزرتا چلا جا رہا ہے۔ ہر آدمی مسلسل اپنا اعمال نامہ لکھ رہا ہے، وہ ایک لمحے کے لیے بھی نہیں رک رہا۔ پھر جب موت کا فرشتہ آتا ہے تو وہ اپنا اعمال نامہ لکھنا بند کر دیتا ہے، بغیر کسی سے بات کیے چپ چاپ اس کے ساتھ چل دیتا ہے اور پھر وہ کبھی واپس نہیں آتا، پھر وہ کسی سے کوئی رابطہ نہیں رکھتا ہے۔ ہر آدمی ایسے ہی کر رہا ہے۔ دنیا کی یہ کہانی کتنی عجیب ہے۔ بس لازم ہے کہ ہر آدمی اپنی فکر کرے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

مذاہب سے گریز کی وجہ

سوال: دنیا کے سبھی مذاہب کے لوگ اپنے اپنے ادیان سے گریزاں کیوں ہیں؟

(محمد علی سجاد خان)

جواب: اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ مادیت پرستی کا دور ہے اور اس میں مابعد الطبیعیاتی تصورات قطع نظر اس سے کہ وہ مبنی بر دلیل ہوں یا مبنی بر وہم، بہر حال انسانی سوچ کے دائرے کی چیز نہیں رہتے۔ چنانچہ انسان مذہب سے اور مذہبی رسوم و رواج سے گریزاں ہو جاتا ہے۔

خواتین کا قبرستان میں جانا

سوال: کیا کوئی خاتون فاتحہ پڑھنے کے لیے اپنے طہر کے زمانے میں قبرستان میں جاسکتی ہے؟ (فاروق عالم صدیقی)

جواب: عورت طہر اور حیض دونوں زمانوں میں قبرستان میں جاسکتی ہے۔ قبرستان کا معاملہ مسجد کی طرح کا نہیں ہے۔ وہ کسی قبر پر کھڑے ہو کر دعاے مغفرت بھی کر سکتی ہے۔

فاتحہ پڑھنے کا عمل سنت سے ثابت نہیں ہے۔ البتہ دعاے مغفرت کرنا بالکل درست ہے۔

قبرستان کے گرد دیوار کی تعمیر

سوال: کیا قبرستان کے اردگرد دیوار تعمیر کی جاسکتی ہے؟ (فاروق عالم صدیقی)

جواب: اگر کسی جگہ اس حد بندی کی ضرورت ہو تو بالکل ایسا کیا جاسکتا ہے، اس میں کوئی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

حرج نہیں ہے۔

لونگ پہننے کی شرعی حیثیت

سوال: شادی شدہ عورتوں کے ناک میں سوراخ کرا کر لونگ پہننے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ کیا یہ ہندووں میں پائی جانے والی رسوم میں سے ہے؟ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہر صبح فرشتے انسانوں کی دنیا میں آ کر یہ دیکھتے ہیں کہ کون سی لڑکی شادی شدہ ہے اور کون سی نہیں اور وہ شادی شدہ لڑکی کو ناک کے اس لونگ ہی سے پہچانتے ہیں۔ اس بات کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ (راشد محمود)

جواب: عورتوں کا اپنی زیب وزینت کے لیے مختلف طریقے اختیار کرنا خالصتاً معاشرتی مسئلہ ہے اور یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ مختلف تہذیبیں ایک دوسرے پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اسلام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ ہمیں دوسری تہذیب سے غیر شرعی رسوم لینے سے منع کرتا ہے اور جو رسوم غیر شرعی نہیں ہیں، ان کو اپنا لینے پر اسے کوئی اعتراض نہیں ہوتا۔

ناک میں سوراخ کرا کر لونگ پہننا مسلمانوں نے خواہ ہندووں ہی سے لیا ہو، لیکن اب یہ خود بعض علاقوں کے مسلمانوں میں رائج ہو گیا ہے۔ ہمارے خیال میں اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کوئی اسے اختیار کرنا چاہتا ہے تو کر سکتا ہے۔ البتہ فرشتوں کے شادی شدہ لڑکیوں کو لونگ کے ذریعے سے پہچاننے کے حوالے سے جو بات آپ نے لکھی ہے، وہ محض افسانہ ہے، اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔

تصویر کا مسئلہ

سوال: کیا جان دار کی تصویر بنانا اسلام میں جائز نہیں ہے؟ تصویر کے بارے میں

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اسلام کا نقطۂ نظر کیا ہے؟ (فضل کریم بھٹی)

جواب: تصویر کے بارے میں عمومی نقطۂ نظر، یعنی یہ کہ جان دار کی تصویر ناجائز اور بے جان کی جائز ہے، یہ درست نہیں ہے۔ صحیح نقطۂ نظر یہ ہے کہ ہر وہ تصویر ناجائز ہے، جو کسی بھی درجے میں مظہر شرک ہے۔ یہی بات قرآن مجید کی واضح رہنمائی سے ہمارے سامنے آتی اور یہی احادیث صحیحہ سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوتی ہے۔ صحابہ اور تابعین کا فہم بھی یہی حکم لگاتا اور اُن کا عمل بھی اسی کے مطابق دکھائی دیتا ہے۔ یہی بات قدیم آسمانی مذاہب میں پائی جاتی ہے۔

قرآن وحدیث میں تصاویر پر جتنی تنقید بھی کی گئی ہے، وہ سب مشرکانہ تصاویر کے حوالے سے ہے۔ عام نوعیت کی تصاویر کا اس سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ البتہ یہ بات اپنی جگہ بالکل درست ہے کہ وہ تصاویر جن میں شرک کے علاوہ کوئی اور دینی یا اخلاقی خرابی پائی جاتی ہے، وہ بھی دینی طور پر بالکل ممنوع ہیں۔ لیکن تصویر پر بحیثیت تصویر، خواہ وہ جان دار کی ہو یا بے جان کی، دین کو کوئی اعتراض نہیں ہے۔ خدا کا دین تصویر بنانے کو صرف اور صرف اُس وقت ممنوع قرار دیتا ہے، جب اُس میں کوئی دینی یا اخلاقی خرابی پائی جاتی ہو۔

تحفظ حقوق نسواں بل

سوال: حکومت نے حال ہی میں ''تحفظ حقوق نسواں'' بل پاس کیا ہے۔ اس کے بارے میں بعض علما کا یہ کہنا ہے کہ اس بل کے نتیجے میں ملک میں جنسی آزادی جنم لے گی۔ اس میں آخر ایسی کیا غلطی ہے، جس کی بنا پر وہ ایسا کہہ رہے ہیں۔ میرے خیال میں اس سے پہلے عورتوں کے حق میں قانون انصاف پر مبنی نہیں تھا اور اس سے انھیں تحفظ ملا ہے۔ (عاقب خلیل خان)

جواب: جن لوگوں نے ''تحفظ حقوق نسواں'' بل پر یہ اعتراض کیا ہے کہ یہ جنسی آزادی کا

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

باعث بنے گا، انھوں نے اس پر درج ذیل اعتراضات کیے ہیں:

پہلا یہ کہ زنا بالجبر کی جو سزا قرآن و سنت نے بیان کی ہے اور جسے اصطلاح میں حد کہتے ہیں، اسے اس بل میں مکمل طور پر ختم کر دیا گیا ہے، اس کی رو سے زنا بالجبر کے کسی مجرم کو کسی بھی حالت میں شرعی سزا نہیں دی جا سکتی، بلکہ اسے ہر حال میں تعزیری سزا دی جائے گی۔

دوسرا یہ کہ حدود آرڈی نینس میں جس جرم زنا کو موجب تعزیر کہا گیا تھا، اسے اس بل میں فحاشی (Lewdness) کا نام دے کر اس کی سزا کم کر دی گئی ہے اور اس کے ثبوت کو مشکل تر بنا دیا گیا ہے۔ ثبوت کو مشکل تر بنانے کی وضاحت یہ ہے کہ اب زنا کے حوالے سے پولیس کوئی اقدام ہی تب کرے گی جب اسے دو گواہ میسر ہوں گے۔ نیز اس بل کے مطابق سولہ سال سے کم عمر خاتون، خواہ وہ حقیقتاً بالغ ہی کیوں نہ ہو، اس کے ساتھ اگر اس کی رضامندی کے بغیر یا رضامندی کے ساتھ زنا کیا گیا ہے تو ہر دو صورتوں میں مرد کو زنا بالجبر کا مرتکب قرار دیا جائے گا اور اس خاتون کو بری قرار دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ اس بل میں اور بھی بعض ایسے مسائل موجود ہیں جو جرم زنا کے خلاف قانون کو سست اور کمزور بناتے ہیں۔

ظاہر ہے کہ اس بل میں موجود یہ پہلو تشویش ناک ہیں۔

ہندو لڑکے سے مسلمان لڑکی کی شادی

سوال: کیا ہندو لڑکے کے ساتھ مسلمان لڑکی کا شادی کرنا جائز ہے؟ (محمد زبیر خان)

جواب: مسلمان مردوں کے لیے غیر مسلموں میں سے صرف اہل کتاب کی عورتوں سے نکاح جائز ہے، اس سے آگے بڑھنا درست معلوم نہیں ہوتا۔ چنانچہ ہمارے خیال کے مطابق ہندو لڑکے کے ساتھ مسلمان لڑکی کا شادی کرنا جائز نہیں ہے۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جہیز

سوال: جہیز کے بارے میں صحیح نقطۂ نظر کیا ہے؟ (محمد عمر بن عبداللہ)

جواب: شادی کے موقع پر والدین کا اپنی بیٹی کو جہیز دینا ایک معاشرتی رسم ورواج ہے۔ دین نہ اسے نکاح کی کوئی شرط قرار دیتا ہے اور نہ اس پر کوئی پابندی لگاتا ہے۔ اس کے نزدیک یہ طریقہ بھی درست ہے کہ لڑکے کی طرف سے دی گئی مہر کی رقم ہی سے یہ جہیز خرید لیا جائے اور یہ بھی درست ہے کہ لڑکی کے والدین اپنی خوشی اور سہولت سے بیٹی کو بطور جہیز جو دینا چاہیں وہ دیں۔ دین کو اس پر نہ کوئی اعتراض ہے اور نہ وہ اس کی کوئی ترغیب ہی دیتا ہے۔

البتہ، یہ ایک اہم بات ہے کہ اگر یہ جہیز ایک ایسی رسم کی صورت اختیار کر جائے جو معاشرے میں ظلم وزیادتی اور دیگر مفاسد کا باعث بن جائے، اس کے نتیجے میں شادی بیاہ مشکل ہو جائے، جیسا کہ ہمارے معاشرے کی صورت حال ہے تو پھر دین اسے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھتا اور مسلمانوں کو یہ ترغیب دلاتا ہے کہ وہ اس میں موجود خرابیوں کو لازماً دور کریں۔

اسلام میں موسیقی

سوال: کیا اسلام میں موسیقی حرام ہے؟ (عبدالرحمٰن میمن)

جواب: اسلام میں موسیقی حرام نہیں ہے، البتہ اگر موسیقی کے ساتھ کچھ حرام چیزیں (فواحش) شامل ہو جائیں تو پھر وہ حرام ہو گی۔ اسی طرح اگر موسیقی کی دھن ہی ایسی ہے کہ وہ انسان کے اندر سفلی جذبات پیدا کرنے کا باعث بنتی ہے تو ایسی موسیقی بھی اپنی دھن کی شناعت کے درجے کے مطابق مکروہ یا حرام ہو گی۔

اگر معاملہ یہ ہے کہ نہ موسیقی کی دھن وغیرہ میں کوئی خرابی ہے اور نہ اس کے ساتھ کسی حرام چیز

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ہی کی آمیزش ہے تو پھر اس صورت میں موسیقی جائز ہو گی، لیکن اس جائز موسیقی کا بھی ایک مسئلہ ہے اور وہ یہ کہ اس میں زیادہ اشتغال انسان کے تزکیے کے عمل کو خراب کرتا اور اسے خدا سے غافل کرتا ہے، چنانچہ یہی وجہ ہے کہ موسیقی میں اشتغال کو اشتغال بالادنیٰ (کم تر درجے کی چیز میں مشغول ہونا) سے تعبیر کیا گیا ہے۔

چنانچہ موسیقی جائز تو ہے، لیکن اس درج بالا ساری بات کے مطابق ہی موسیقی کے جواز کا مفہوم طے کرنا چاہیے۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اسلام میں پردے کا حکم

سوال: پردے کے بارے میں صحیح نقطۂ نظر کیا ہے؟ (صبیحہ خان)

جواب: بالغ عورت کے لیے پردے کا وہ تصور جو ہمارے ہاں پایا جاتا ہے، یہ قرآن وحدیث سے ثابت نہیں ہے۔ چنانچہ یہ بات غلط ہے کہ عورت کو نامحرموں سے اپنا چہرہ، ہاتھ اور پاؤں لازماً چھپانا چاہیے۔

صحیح بات یہ ہے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کو ان کے میل جول کے موقعوں کے حوالے سے کچھ ضروری آداب سکھائے گئے ہیں۔ ان آداب کا ذکر قرآن مجید کی سورۂ نور میں موجود ہے۔ ان میں غض بصر، شرم گاہوں کی حفاظت اور اپنی زینتیں ظاہر نہ کرنے کا حکم تو موجود ہے، لیکن نامحرموں سے اپنے چہرے ڈھانکنے کا حکم موجود نہیں ہے۔

چنانچہ ایک مسلمان خاتون نامحرموں کے سامنے اپنا چہرہ اور ہاتھ پاؤں کھلے رکھ سکتی ہے، اس کے علاوہ وہ ایسا لباس اور چادر وغیرہ پہنے گی جس سے اس کی زینتیں ہرگز ظاہر نہ ہوں۔ چہرہ کھلا رکھنے کا مطلب بھی یہ نہیں ہے کہ عورت کو چہرے کی زینتیں جان بوجھ کر نمایاں کرنے اور دکھانے کی اجازت دے دی گئی ہے۔ نہیں، بلکہ جس چیز کی اجازت دی گئی ہے، وہ یہ ہے کہ چہرے اور

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ہاتھوں وغیرہ کی حد تک جو زینت عام طور پر ظاہر ہو جایا کرتی ہے، اسلام میں اس کو روا رکھا گیا ہے۔ چنانچہ کوئی عورت چہرے کی زینت کو بھی جان بوجھ کر ظاہر نہیں کر سکتی۔

سورۂ نور کے علاوہ سورۂ احزاب میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج کے حوالے سے بعض احکام دیے گئے ہیں، ان میں یہ بات موجود ہے کہ اگر کسی کو ان سے کوئی چیز مانگنی ہے تو وہ پردے کی اوٹ سے مانگے، لیکن یہ اور اس طرح کے کچھ اور احکام اصلاً آپ کی ازواج ہی کے ساتھ خاص تھے، جیسا کہ سورۂ احزاب کے اپنے الفاظ سے پتا چلتا ہے۔ اسی سورہ میں مدینے میں موجود منافقین کی شرارتوں سے بچنے کی غرض سے مسلمان عورتوں کو باہر نکلتے ہوئے اپنے اوپر بڑی چادر لینے کا حکم دیا گیا، سورہ کے الفاظ سے پتا چلتا ہے کہ یہ حکم اس صورت حال سے نبٹنے کے لیے ایک حل کے طور پر دیا گیا تھا۔ اسے سورۂ نور میں موجود احکام کی طرح شریعت کا مستقل حصہ نہیں بنایا گیا تھا۔ پردے کے معاملے میں علماے امت میں اختلاف اس وجہ سے پیدا ہوا ہے کہ انھوں نے ان سب احکام کو بالواسطہ طور پر پوری امت سے متعلق سمجھ لیا ہے۔

اسلام میں حیا کا تصور

سوال: اسلام میں حیا کا کیا تصور ہے؟ کیا حیا صرف جنسی معاملات تک ہی محدود ہے یا اس کا دائرہ اس سے وسیع ہے، اگر وسیع ہے تو اور کون کون سی چیزیں اس کے دائرے میں آتی ہیں؟ (عائشہ خان)

جواب: حیا سے مراد وہ جھجک یا نفسیاتی رکاوٹ نہیں ہے جس کا باعث عام طور پر ہمارا خارج ہوتا ہے، بلکہ حیا انسان کے اندر پائی جانے والی وہ خوبی یا صفت ہے جس کی وجہ سے وہ غیر معروف اعمال سر انجام دینے میں انقباض (گھٹن) محسوس کرتا ہے۔

آدم و حوا علیہما السلام سے غلطی سرزد ہو جانے کے نتیجے میں جب ان پر ان کی شرم گاہیں کھل

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

گئیں تو وہ اس فطری حیا ہی کی وجہ سے خود کو پتوں سے ڈھانکنے لگے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ. (الاعراف ۷:۲۲)

''پھر جب انھوں نے اس درخت کا پھل چکھ لیا تو ان کی شرم گاہیں ان کے سامنے بے پردہ ہو گئیں اور وہ اپنے آپ کو باغ کے پتوں سے ڈھانکنے لگے۔''

شرم گاہوں کو چھپانے کا یہ اضطراری عمل اس فطری حیا ہی کا ظہور تھا، اس لیے کہ انسان فطری طور پر یہ جانتا ہے کہ شرم گاہیں چھپانے کی چیز ہیں۔

موسیٰ علیہ السلام نے مدین کے کنویں پر جن دو لڑکیوں کی بکریوں کو پانی پلایا تھا، ان میں سے ایک جب انھیں اپنے باپ کے پاس لے جانے کے لیے بلانے آئی تو اس وقت اس کے آنے میں حیا کی جو صفت نمایاں تھی، قرآن نے درج ذیل الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے:

فَجَآءَتْهُ اِحْدٰهُمَا تَمْشِيْ عَلَى اسْتِحْيَآءٍ قَالَتْ اِنَّ اَبِيْ يَدْعُوْكَ لِيَجْزِيَكَ اَجْرَ مَا سَقَيْتَ لَنَا. (القصص ۲۸:۲۵)

''پس ان میں سے ایک شرماتی ہوئی آئی، کہا کہ میرے والد آپ کو بلاتے ہیں تاکہ جو پانی آپ نے ہماری خاطر پلایا ہے، اس کا آپ کو صلہ دیں۔''

قرآن نے یہاں ایک کنواری عورت کی اس فطری حیا کا ذکر کیا ہے جو اسے کسی غیر محرم مرد سے بات کرتے ہوئے محسوس ہو سکتی ہے۔

اسی طرح ایک کریم النفس آدمی دوسرے کی عزت نفس کا خیال کرتے ہوئے بعض اوقات اس سے اپنا حق وصول کرنے میں بھی حیا محسوس کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلٰكِنْ اِذَا دُعِيْتُمْ فَادْخُلُوْا فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا وَلَا مُسْتَاْنِسِيْنَ لِحَدِيْثٍ اِنَّ ذٰلِكُمْ كَانَ يُؤْذِي النَّبِيَّ فَيَسْتَحْيٖ مِنْكُمْ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ. (الاحزاب ۳۳:۵۳)

''ہاں جب تمھیں (نبی کے گھر میں) کھانے پر بلایا جائے تو ضرور آؤ، پھر جب کھا چکو تو

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں لگے ہوئے بیٹھے نہ رہو، یہ باتیں نبی کو تکلیف دیتی ہیں، مگر وہ تم سے کہتے ہوئے شرماتے ہیں اور اللہ تعالیٰ حق کے اظہار میں نہیں شرماتا۔‘‘

یہ شرمانا دراصل دوسرے کی عزت نفس کا خیال کرتے ہوئے اس کا لحاظ کرنا ہے۔ چنانچہ اس حوالے سے بھی ایک کریم النفس آدمی کئی جگہوں پر شرم محسوس کرتا ہے۔ خدا ظاہر ہے کہ انسان کا خالق، رب اور معبود ہے، چنانچہ وہ اس سے بہت بالا ہے کہ کسی انسان کی عزت نفس اسے اپنا یا کسی دوسرے کا کوئی حق بیان کرنے سے روک دے۔

دین کے نزدیک حیا ایک بڑی قدر کی حیثیت رکھتی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے:

اَلْاِیْمَانُ بِضْعٌ وَّسِتُّوْنَ شُعْبَةً وَالْحَیَاءُ شُعْبَةٌ مِّنَ الْاِیْمَانِ. (بخاری، رقم ۹)

’’ایمان کی ستر سے کچھ اوپر شاخیں ہیں اور حیا ایمان کی ایک شاخ ہے۔‘‘

نیز آپ نے فرمایا:

اَلْحَیَاءُ کُلُّهُ خَیْرٌ. (مسلم، رقم ۳۷)

’’حیا تو خیر ہی خیر ہے۔‘‘

خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں آپ کے صحابۂ کرام بتاتے ہیں کہ آپ بہت حیادار تھے:

کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَشَدَّ حَیَاءً مِّنَ الْعَذْرَآءِ فِیْ خِدْرِهَا. (بخاری، رقم ۳۵۶۲)

’’نبی صلی اللہ علیہ وسلم پردے میں بیٹھنے والی کنواری لڑکی سے بھی زیادہ حیادار تھے۔‘‘

اس میں کوئی شک نہیں کہ بعض اوقات انسان کی فطرت مسخ ہو جاتی ہے یا بعض صورتوں میں وہ بالکل بے حس ہو جاتی ہے۔ چنانچہ پھر وہ کوئی حیا محسوس نہیں کرتا۔

بہرحال، اصولی بات یہ ہے کہ ایک سلیم الفطرت انسان تمام غیر معروف اعمال سرانجام دینے میں فطری طور پر حیا محسوس کرتا ہے۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

علم نجوم

سوال: علم نجوم (ستاروں کے علم) سے قسمت کا حال معلوم کرنا اسلام میں کیوں جائز نہیں؟ جبکہ آج کل اسے ایک سائنس ہی سمجھا جاتا ہے، اگر موسم کا حال جاننا جائز ہے تو علم نجوم سے اپنا حال معلوم کرنا کیوں جائز نہیں؟ (عائشہ خان)

جواب: علم نجوم کوئی سائنس نہیں ہے۔ اگر نجوم کا علم واقعی ایک سائنس قرار پا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو براہ راست مشاہدے اور تجربے کے ذریعے سے یہ یقینی خبر مل گئی ہے کہ آیندہ ہونے والے واقعات ستاروں کی مختلف گردشوں کے ذریعے سے ظاہر کیے جاتے ہیں، جیسا کہ ہم براہ راست تجربے اور مشاہدے سے یہ جانتے ہیں کہ غلے کے اگنے میں بارش یا پانی ایک بنیادی حیثیت رکھتا ہے۔ چنانچہ پھر اس صورت میں علم نجوم کو ایک سائنس قرار دیا جائے گا۔

ابھی تک اس علم کا سائنس ہونا اپنے پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا اور روایات میں بھی اس علم کے حق ہونے کے بارے میں کوئی بیان موجود نہیں ہے۔ چنانچہ یہ محض اندازہ اور خیال آرائی ہی ہے۔ اس کے اندر یا تو کوئی اصول اور قانون نہیں پایا جاتا یا پھر انسان ابھی تک اسے دریافت نہیں کر سکا۔ چنانچہ اس وقت انسان اسے نہ سائنس کے طور پر قبول کر سکتا ہے اور نہ کسی مذہبی خبر کی بنا پر، لہٰذا اس علم سے بچنا ہی چاہیے، کیونکہ یہ انسان کو شدید قسم کے وہموں میں مبتلا کر دیتا ہے اور وہ ستاروں کو موثر بالذات سمجھنے لگتا اور شرک میں مبتلا ہو جاتا ہے یا ان کے بارے میں غیر مذہبی اور غیر سائنسی (غیر علمی) بنیادوں، یعنی اوہام کی بنا پر کچھ صفات کا قائل ہو جاتا ہے اور یوں وہ 'افتراء علی اللّٰه' (خدا پر جھوٹ باندھنے) کا مجرم بنتا ہے۔

جہاں تک موسم کے بارے میں پیش گوئیوں کا تعلق ہے تو وہ خالصتاً مادی حالات کے سائنسی مشاہدہ کی بنا پر کی جاتی ہیں، جبکہ علم نجوم کا معاملہ یہ نہیں ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اسلام میں تقدیر کا تصور

سوال: اسلام میں تقدیر، مقدر اور قسمت کا کیا تصور ہے؟ بے شک ہم وہی کچھ کرتے ہیں جو ہمارے مقدر میں پہلے سے لکھا ہوتا ہے، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا ہم اپنی تقدیر کو بدل سکتے ہیں؟ (عائشہ خان)

جواب: تقدیر، مقدر اور قسمت یہ تینوں الفاظ عام طور پر ایک ہی معنی میں بولے جاتے ہیں۔ ان سے مراد انسان کے بارے میں خدا کے فیصلے ہیں۔ خدا کے بعض فیصلوں میں انسان مجبور ہوتا ہے، مثلاً یہ کہ وہ کہاں پیدا ہو گا، اس کے ماں باپ کون ہوں گے، اسے کتنی عمر ملے گی وغیرہ، وغیرہ۔ البتہ خدا کے بعض فیصلوں میں وہ اپنے افعال و اعمال کا ارادہ کرنے کی حد تک آزاد ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے اعمال کا ذمہ دار سمجھا جاتا ہے اور اسے ان پر نیکی یا بدی ملتی ہے۔

تقدیر کو اس طرح بیان کرنا کہ ''ہم وہی کچھ کرتے ہیں جو ہمارے مقدر میں پہلے سے لکھا ہوتا ہے'' یہ غلط فہمی پیدا کرتا ہے کہ شاید ہم مجبور محض ہیں یا یوں کہہ لیں کہ ہم بے جان پتلیاں ہیں جنھیں خدا جس طرح چاہتا ہے، نچاتا ہے۔ وہی ہم میں سے کسی کو جبراً قاتل بناتا ہے اور کسی کو جبراً مقتول، وہی کسی کو جبراً نیک بناتا ہے اور کسی کو جبراً بد۔ چنانچہ پھر اس سے کوئی شخص یہ نتیجہ بھی نکال سکتا ہے کہ اس دنیا میں ہونے والے جرائم اور اچھے اعمال کا ذمہ دار صرف خدا ہے، انسان تو معصوم ہیں، لیکن ظاہر ہے کہ یہ نتیجہ کسی صورت بھی درست نہیں ہے۔

صحیح بات یہ ہے کہ ہم جو اعمال بھی سر انجام دیتے ہیں، خدا کی اجازت کے ساتھ اپنی مرضی سے انجام دیتے ہیں۔ چنانچہ ہم اس لیے صالح کہلاتے ہیں کہ ہم نے خدا کی اجازت کو اپنی مرضی سے اس کی پسند کے مطابق استعمال کرتے ہوئے، نیک کام کیا ہوتا ہے اور اس لیے مجرم کہلاتے ہیں کہ ہم نے خدا کی اجازت کو اپنی مرضی سے اس کی پسند کے خلاف استعمال کر کے برا کام کیا ہوتا ہے۔

البتہ، اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا خدا مستقبل کو جانتا ہے تو اس کا جواب یہ ہو گا کہ ہاں بالکل

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اسے آیندہ ہونے والے سارے واقعات اور حالات کا پتا ہے، کیونکہ وہ عالم الغیب ہے، وہ زمانے کے وجود میں آنے سے پہلے اسے پوری تفصیلات کے ساتھ جاننے کی صلاحیت رکھتا ہے اور اگر یہ سوال کیا جائے کہ کیا آیندہ ہونے والے واقعات خدا کے جبر سے بالکل اسی طرح وجود پذیر ہوتے ہیں، جیسے اس کا علم ہوتا ہے؟ تو اس کا جواب ہوگا کہ نہیں، بلکہ جن چیزوں کو وہ جبراً ایک خاص طریقے پر کرنا چاہتا ہے، صرف انھیں وہ جبراً کرتا ہے اور جنھیں اختیار و ارادہ کی آزادی دیتا ہے، وہ اسی کے اذن سے، اپنے اختیار و ارادہ کے ساتھ کام کرتی ہیں۔ البتہ خدا کا علم دونوں کے بارے میں غلطی سے پاک ہوتا ہے۔

جن مواقع کے حوالے سے خدا نے یہ فیصلہ کیا ہوتا ہے کہ انسان اپنے لیے اپنی مرضی اور اپنے ارادے سے جس چیز کو طلب کرے گا، وہ اسے دے دی جائے گی، ان مواقع پر انسان کی تدبیر ہی سے اس کی تقدیر بنتی ہے۔

غیر قانونی ملازمت اور رزق حلال

سوال: جو لوگ جعلی کاغذات بنوا کر دوسرے ملکوں میں جاتے اور وہاں ملازمتیں کرتے ہیں، کیا ان کی آمدنی حلال ہوتی ہے؟ (فوزیاب اسلم)

جواب: جعلی کاغذات بنوانا بھی غلط ہے اور انھیں استعمال کر کے کسی ملک میں جانا اور وہاں رہنا بھی غلط ہے، لیکن اس غلطی کے نتیجے میں وہاں ملازمت یا مزدوری کر کے کمایا ہوا حلال رزق، حرام نہیں ہو جائے گا۔ البتہ اگر یہ شخص اس ملک کی حکومت سے اپنے لیے کچھ مراعات لیتا ہے تو وہ اس کے لیے جائز نہ ہوں گی یا اگر یہ اس حکومت سے بے روزگاری الاؤنس لیتا ہے تو وہ اس کے لیے حرام ہوگا۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جہیز میراث کا حصہ

سوال: ہمارے معاشرے میں عام طور پر بیٹیوں کو ماں باپ کی وراثت سے محروم رکھا جاتا ہے اور ان کے بھائی چاہتے ہیں کہ اپنے ماں باپ کی ساری میراث پر وہی قبضہ کر لیں، اس کے لیے وہ درج ذیل دو دلائل خاص طور پر پیش کرتے ہیں:

پہلا یہ کہ بہنوں کو چاہیے کہ وہ اپنی خوشی سے اپنا حصہ اپنے بھائیوں کے لیے چھوڑ دیں، کیا انھیں اپنے بھائیوں کا خیال نہیں ہے؟

دوسرا یہ کہ لڑکیوں کی شادیوں پر چونکہ ان کے والدین اور بھائیوں نے اخراجات بھی کیے ہیں اور انھیں جہیز بھی دیا ہے۔ لہٰذا ایک طرح سے وہ اپنا حصہ لے چکی ہیں اور اب ان کا میراث کا مطالبہ درست نہیں ہے۔

سوال یہ ہے کہ کیا بھائیوں کا یہ رویہ درست ہے اور کیا جہیز کو میراث کے حصے کا بدل کہا جا سکتا ہے؟ (فوزیہ اسلم)

جواب: ہمارے معاشرے میں یہ بات عام طور پر دیکھنے میں آتی ہے کہ صرف بھائی ہی نہیں والدین بھی بیٹیوں کو اپنی میراث سے محروم رکھنا چاہتے ہیں اور اس کے لیے وہ اپنی زندگی ہی میں طرح طرح کے حیلے بہانے اختیار کرتے ہیں۔

بہرحال، لڑکیوں کو میراث سے ان کے بھائی محروم رکھنا چاہیں یا ان کے والدین اپنی زندگی ہی میں اس کا کوئی حیلہ اختیار کریں، دونوں صورتوں میں یہ بات سرتاسر ظلم ہے اور خدا کے ہاں اس کی جواب دہی ہو گی۔ والدین کی میراث میں خدا نے جیسے بیٹوں کا حصہ رکھا ہے، اسی طرح بیٹیوں کا حصہ بھی رکھا ہے۔ حصہ کی مقدار کا فرق تو ضرور ہے، لیکن حصہ دار ہونے میں دونوں کو ایک جیسی حیثیت حاصل ہے۔ جو شخص کسی وارث کی اس حیثیت کو عملاً بدلتا ہے، وہ خدا کے فیصلے کو ناپسند کرتا اور اسے بدلتا ہے اور یہ چیز بہت بڑا جرم ہے۔ سورۂ نساء میں میراث کے سارے حصے بیان کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ وَمَنۡ يُّطِعِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ يُدۡخِلۡهُ جَنّٰتٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا وَذٰلِكَ الۡفَوۡزُ الۡعَظِيۡمُ. وَمَنۡ يَّعۡصِ اللّٰهَ وَرَسُوۡلَهٗ وَيَتَعَدَّ حُدُوۡدَهٗ يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَالِدًا فِيۡهَا وَلَهٗ عَذَابٌ مُّهِيۡنٌ.(۴:۱۳-۱۴)

''یہ اللہ کی ٹھیرائی ہوئی حدیں ہیں، (اِن سے آگے نہ بڑھو) اور (یاد رکھو کہ) جو اللہ اور اُس کے رسول کی فرماں برداری کریں گے، اُنھیں وہ ایسے باغوں میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ اُن میں ہمیشہ رہیں گے اور یہی بڑی کامیابی ہے۔ اور جو اللہ اور اُس کے رسول کی نافرمانی کریں گے اور اُس کی ٹھیرائی ہوئی حدوں سے آگے بڑھیں گے، اُنھیں ایسی آگ میں ڈالے گا جس میں وہ ہمیشہ رہیں گے اور اُن کے لیے رسوا کر دینے والی سزا ہے۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح طور پر بیان کر دیا ہے کہ خدا کی طرف سے میراث کے یہ طے شدہ حصے خدا کی حدیں ہیں۔ ان حصوں کو بدلنا یا انھیں پامال کرنا خدا کی حدوں کو توڑنا ہے اور جو خدا کی حدوں کو توڑے گا، اس کے لیے ایسی آگ ہوگی جس میں وہ ہمیشہ رہے گا اور اس کے لیے رسوا کر دینے والا عذاب ہوگا۔

جہیز کا میراث کے حصے سے کوئی تعلق نہیں۔ جہیز ایک معاشرتی رسم ہے۔ لڑکی کو ماں باپ کے جہیز دینے سے اس (لڑکی) کے حصے کی میراث میں سے ایک پائی بھی ادا نہیں ہوتی، لہٰذا وہ جہیز دیں یا نہ دیں، انھیں میراث میں حصہ دینا ہوگا۔

مزار پر دعا

سوال: ہمیں بزرگوں کے مزاروں پر جا کر کیا کہنا چاہیے اور کس طرح سے دعا کرنی چاہیے؟ (قاسم چٹھہ)

جواب: پہلی بات یہ ہے کہ ہمیں کسی بزرگ کے مزار پر کسی مشرکانہ عقیدے کے ساتھ ہرگز نہیں جانا چاہیے، ورنہ ہم اپنے عقیدے ہی کی خرابی کی بنا پر خدا کے ہاں سخت سزا کے مستحق قرار

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

پائیں گے۔ مشرکانہ عقیدے سے ہماری مراد یہ ہے کہ آدمی کسی قبر والے بزرگ کے بارے میں کوئی ایسا خیال رکھے جس کی بنیاد قرآن وسنت میں موجود نہ ہو۔ مثلاً، یہ کہ ان سے دعا مانگی جا سکتی ہے، یہ حاجتیں پوری کرتے ہیں، یہ بگڑی بنا دیتے ہیں، ان سے مدد لی جا سکتی ہے، یہ ہمارے حالات سے واقف ہو جاتے ہیں، ہم جہاں کہیں سے انھیں پکاریں، یہ ہماری پکار سن لیتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔

دوسری بات یہ ہے کہ بزرگوں کی قبر پر جا کر خدا سے ان کی مغفرت اور ان کے درجات کی بلندی کے لیے دعا کرنی چاہیے۔

نظر بد

سوال: نظر بد کی کیا حقیقت ہے؟ لوگ اس کے علاج کے لیے سرخ مرچوں کو جلا کر مریض کو سنگھاتے ہیں، کیا یہ صحیح ہے؟ (سائرہ ناہید)

جواب: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: 'ان العین حق'، ''بے شک نظر کا لگ جانا سچ ہے۔'' (بخاری، رقم ۵۷۴۰، ۵۹۴۴؛ مسلم، رقم ۲۱۸۷، ۲۱۸۸)

نظر بد کیا چیز ہے؟

یہ غالباً بعض کیفیتوں میں انسان کی آنکھ سے نکلنے والے وہ اثرات ہیں جو دوسرے شخص پر خدا کے اذن سے اثر انداز ہوتے اور اسے بیمار وغیرہ کر دیتے ہیں۔ ان اثرات کا معاملہ بالکل وہی ہے جو عام انسانی اقدامات کا معاملہ ہوتا ہے، جیسا کہ ایک آدمی (خدا کے قانون کے تحت) دوسرے کو پتھر مار کر زخمی کر سکتا ہے، اسی طرح بعض لوگوں کی نظر بھی خدا ہی کے اذن سے دوسرے پر اثر انداز ہو جاتی ہے۔ نظر مؤثر بالذات ہرگز نہیں ہوتی جو کچھ ہوتا ہے، خدا کے قانون ہی کے تحت ہوتا ہے۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

نظر اگر لگ گئی ہو تو اس کو اتارنے کے لیے لوگوں نے مختلف حل تلاش کیے ہیں، سرخ مرچوں کو جلا کر سنگھانا، انھی میں سے ایک ہے۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نظر اتارنے کے لیے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ طریقہ اختیار کیا کہ جس آدمی کی نظر لگی تھی، اس کے وضو کا مستعمل پانی نظر کے مریض پر ڈالا۔

ہمارا خیال ہے کہ نظر بد کے اثرات جو کہ شاید نفسیاتی ہوتے ہیں یا کسی اور طرح کے غیر مادی اثرات ہوتے ہیں، انھیں دور کرنے کے لیے یہ طریقے لوگوں نے اپنے تجربات سے ایجاد کیے ہیں، ان میں اگر کوئی مشرکانہ بات نہ ہو تو انھیں اختیار کیا جا سکتا ہے۔

جس طرح عام بیماری میں ہم خدا سے شفا کے طالب ہوتے ہیں، کیونکہ شفا اسی کی طرف سے ملتی ہے، اسی طرح نظر بد سے شفا کے معاملے میں بھی دوا کے ساتھ اللہ ہی کی پناہ پکڑی جائے گی اور اسی سے دعا کی جائے گی۔

مشرکانہ اعمال والے فرقوں میں شادی بیاہ کا مسئلہ

سوال: مسلمانوں کے جن فرقوں میں مشرکانہ اعمال وتصورات پائے جاتے ہیں، کیا ان میں شادی کرنا جائز ہے؟ (سلمان طاہر)

جواب: اسلام میں مسلمان مرد کی شادی، مشرک عورت سے اور مسلمان عورت کی شادی، مشرک مرد سے بالکل ممنوع ہے، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

وَلَا تَنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكٰتِ حَتّٰى يُؤۡمِنَّ ، وَلَاَمَةٌ مُّؤۡمِنَةٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكَةٍ، وَّلَوۡ اَعۡجَبَتۡكُمۡ، وَلَاتُنۡكِحُوا الۡمُشۡرِكِيۡنَ حَتّٰى يُؤۡمِنُوۡا، وَلَعَبۡدٌ مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ، وَّلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ. (البقرہ ۲:۲۲۱)

”اور مشرک عورتوں سے نکاح نہ کرو، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ اور (یاد رکھو کہ) ایک

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

مسلمان لونڈی مشرک شریف زادی سے بہتر ہے، اگر چہ وہ تمھیں کتنی ہی بھلی لگے۔ اور اپنی عورتیں مشرکین کے نکاح میں نہ دو، جب تک وہ ایمان نہ لے آئیں۔ اور (یاد رکھو کہ) ایک مسلمان غلام مشرک شریف زادے سے بہتر ہے، اگر چہ وہ تمھیں کتنا ہی بھلا لگے۔''

ان آیات کا صاف مطلب یہ ہے کہ وہ مرد جو دین توحید سے وابستہ ہے، وہ دین شرک سے وابستہ کسی عورت کے ساتھ شادی نہیں کر سکتا اور نہ دین توحید سے وابستہ عورت کی شادی دین شرک سے وابستہ کسی مرد کے ساتھ کی جا سکتی ہے۔

مسلمانوں کے سارے ہی گروہ یا فرقے دین توحید سے وابستہ ہیں۔ ان میں سے کسی کو بھی ہم دین شرک سے وابستہ قرار نہیں دے سکتے۔ ان میں جو شرک نظر آتا ہے، وہ تاویل کا شرک ہے، یعنی جسے ہم مشرکانہ بات کہتے ہیں، وہ اسے توحید کے عین مطابق سمجھتے ہیں۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ وہ خود جسے توحید کے خلاف سمجھتے ہیں، اس سے نفرت کرتے ہیں۔

اس صورت حال میں کیا کرنا چاہیے؟ اس کی رہنمائی ہمیں قرآن مجید سے ملتی ہے، ارشاد باری ہے:

وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ ، اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ، مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ، وَلَا مُتَّخِذِيْٓ اَخْدَانٍ . (المائدہ ۵:۵)

''اور تم سے پہلے کے اہل کتاب کی پاک دامن عورتیں بھی (حلال ہیں)، جب تم اُن کے مہر ادا کرو، اِس شرط کے ساتھ کہ تم بھی پاک دامن رہنے والے ہو، نہ بدکاری کرنے والے اور نہ چوری چھپے آشنا بنانے والے۔''

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہود و نصاریٰ اپنے علم اور عمل، دونوں میں شرک کی نجاست سے آلودہ تھے، لیکن چونکہ وہ اصلاً توحید ہی کو مانتے تھے، یعنی وہ خود کو توحید کے بجائے شرک سے منسوب کرنا ہرگز پسند نہ کرتے تھے، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کے ساتھ اتنی رعایت کی کہ ان کی پاک دامن عورتوں سے مسلمانوں کو نکاح کی اجازت دے دی۔

یہ معاملہ ان اہل کتاب کا ہے جو نہ صرف علم و عمل کے اعتبار سے شرک میں ملوث تھے، بلکہ

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر ایمان بھی نہیں رکھتے تھے، جبکہ مسلمانوں کے سبھی فرقے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان رکھتے ہیں۔ چنانچہ ہمارا خیال ہے کہ مسلمانوں کے ان فرقوں میں جنھیں ہم شرکیہ اعمال و تصورات میں ملوث دیکھتے ہیں، شادی کرنے میں قانوناً اور شرعاً کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔

پختہ قبر بنانا

سوال: پکی قبر بنانے کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ (محمد شاکر)

جواب: قبروں کو پائدار بنانے کا تصور درست نہیں ہے۔ خدا نے تو اس قوم کی بھی تعریف نہیں کی جو پہاڑوں میں اپنے زندہ لوگوں کے لیے بڑے پائدار گھر بناتی تھی، لہٰذا پکی قبریں خدا کے نزدیک قابل تعریف کیسے ہو سکتی ہیں؟ چنانچہ قبریں کچی ہی بنانی چاہییں۔

قبر کو نمایاں صورت میں بنانا

سوال: کیا ہمارے لیے اپنے عزیزوں کی قبریں نمایاں بنانی جائز ہیں یا وہ سادہ ہی بنی چاہییں؟ (محمد شاکر)

جواب: قبروں کو نمایاں صورت میں بنانا درست نہیں ہے، اس کی کوئی حقیقی ضرورت تو ہوتی نہیں اور دین میں اس طرح کا کوئی حکم موجود نہیں ہے۔ یہ بس انسان کا اپنا شوق ہی ہوتا ہے اور اس میں خطرے کا یہ پہلو بھی موجود ہے کہ یہ چیز بعض لوگوں کے ہاں قبر پرستی کا ذریعہ بن سکتی ہے۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

عورتوں کا قبرستان میں جانا

سوال: کیا عورتیں قبرستان میں جا سکتی ہیں؟ (محمد شاکر)

جواب: عورتیں قبرستان جا سکتی ہیں۔ اس میں شرعاً کوئی قباحت نہیں ہے۔ البتہ قبرستان، چونکہ عام طور پر آبادیوں سے ہٹ کر نسبتاً ویران جگہوں پر ہوتے ہیں، اس لیے خواتین کا وہاں تنہا جانا خطرناک ہو سکتا ہے۔ چنانچہ اس پہلو سے ضرور احتیاط کرنی چاہیے۔

قبروں پر فاتحہ خوانی

سوال: قبرستان میں فاتحہ کسی خاص قبر پر پڑھنا درست ہے یا سب قبرستان والوں کے لیے ہی پڑھنا ہو گی؟ (محمد شاکر)

جواب: فاتحہ عموماً ایصال ثواب کے لیے پڑھی جاتی ہے۔ یہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا یہ (فاتحہ پڑھنا) کوئی دینی عمل نہیں ہے۔

البتہ مردوں کے لیے دعاے مغفرت کرنی چاہیے، کیونکہ یہ چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

کسی خاص شخص کی قبر پر کھڑے ہو کر خاص اس کے لیے بھی دعاے مغفرت کی جا سکتی ہے اور قبرستان کے سب مردوں کے لیے بھی دعاے مغفرت کی جا سکتی ہے۔

آیات قرآن پڑھ کر دم کرنا

سوال: کیا ہم آیات قرآن پڑھ کر اپنے اوپر دم کر سکتے ہیں؟ (فریدہ شاکر)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جواب: آیات قرآن پڑھ کر اپنے اوپر دم کیا جا سکتا ہے، کیونکہ یہ چیز دین میں ثابت ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے مرض الموت میں آپ پر دم کرتی تھی۔

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ كَانَ إِذَا اشْتَكٰى يَقْرَأُ عَلٰى نَفْسِهِ بِالْمُعَوِّذَاتِ وَيَنْفُثُ فَلَمَّا اشْتَدَّ وَجَعُهُ كُنْتُ أَقْرَأُ عَلَيْهِ وَاَمْسَحُ بِيَدِهِ رَجَاءَ بَرَكَتِهَا. (بخاری، رقم ۵۰۱۶)

''عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار ہوتے تو اپنے اوپر معوذات پڑھ کر پھونکتے تھے۔ پھر جب آپ بہت بیمار ہوئے تو میں یہ سورتیں پڑھ کر آپ ہی کا ہاتھ برکت کے لیے، آپ کے جسم پر پھیرا کرتی تھی۔''

آیات قرآنی کا تعویذ

سوال: کیا آیات قرآنی کو تعویذ بنا کر گلے میں ڈالا جا سکتا ہے؟ (فریدہ شاکر)

جواب: آیات قرآنی کو تعویذ بنا کر گلے میں ڈالنے کا ثبوت ہمیں قرآن وحدیث سے نہیں ملتا، لہٰذا ایسا کرنا صحیح نہیں ہے۔

کاروبار کی ترقی کے لیے سورۂ مزمل کا ختم

سوال: کیا کاروبار کی ترقی کے لیے سورۂ مزمل کا ختم کرایا جا سکتا ہے؟ (فریدہ شاکر)

جواب: کاروبار کی ترقی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے، لیکن سورتوں کے ختم کرانا درست نہیں ہے، کیونکہ یہ چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت نہیں ہے۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

نور یا بشر

سوال: کیا یہ بات صحیح ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم بشر نہیں تھے، بلکہ آپ نور سے تخلیق کیے گئے تھے، جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے؟ (ثاقب علی کاظمی)

جواب: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بشر کے بجائے نور منوانے کے لیے جتنی احادیث پیش کی جاتی ہیں، وہ سب کی سب انتہائی ضعیف ہیں۔ صحیح احادیث میں اس طرح کی کوئی بات نہیں ہے۔

البتہ، اس بحث سے متعلق قرآن مجید میں درج ذیل آیت موجود ہے جو ہمارے خیال میں، اس ضمن میں فیصلہ کن ہے۔

ارشاد باری ہے:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ. (الکہف ۱۸: ۱۱۰)

''تم کہو میں تو بس تمھاری مثل ایک بشر ہوں۔''

اس کا مطلب یہ ہے کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنھیں اللہ تعالیٰ نے اپنی رسالت کے لیے چنا ہے، وہ اپنی نوع میں دوسرے انسانوں کی مثل ایک بشر ہیں، نہ کہ جن یا فرشتہ وغیرہ۔ اگر آپ فرشتہ ہوتے تو آپ کا مادۂ تخلیق نور ہوتا، اگر آپ جن ہوتے تو مادۂ تخلیق آگ ہوتا، لیکن آپ چونکہ بشر ہیں تو دوسرے انسانوں کی طرح آپ کا مادۂ تخلیق بھی مٹی ہے۔ یہ وہ حقیقت ہے جسے قرآن نے بیان کیا ہے۔

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بشریت پر درج ذیل آیات بھی دلالت کرتی ہیں۔ ارشاد باری ہے:

وَلَقَدْ صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ فَاَبٰٓی اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا. وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰی تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ یَنْۢبُوْعًا. اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِیْرًا. اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَیْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِیَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِیْلًا. اَوْ یَكُوْنَ لَكَ بَیْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰی فِی السَّمَآءِ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِیِّكَ حَتّٰی تُنَزِّلَ

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

عَلَيۡنَا كِتٰبًا نَّقۡرَؤُهٗ قُلۡ سُبۡحَانَ رَبِّىۡ هَلۡ كُنۡتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوۡلًا.
وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَ هُمُ الۡهُدٰۤى اِلَّاۤ اَنۡ قَالُوۡۤا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوۡلًا. قُلۡ لَّوۡ كَانَ فِى الۡاَرۡضِ مَلٰٓئِكَةٌ يَّمۡشُوۡنَ مُطۡمَئِنِّيۡنَ لَنَزَّلۡنَا عَلَيۡهِمۡ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوۡلًا. (الاسراء ۱۷: ۸۹-۹۵)

’’اور ہم نے لوگوں کے لیے اس قرآن میں طرح طرح سے ہر قسم کی حکمت کی باتیں بیان کی ہیں، لیکن اکثر لوگ انکار ہی پر اڑے ہوئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ہم تو تمھاری بات ماننے کے نہیں، جب تک تم ہمارے لیے زمین سے کوئی چشمہ نہ جاری کر دو یا تمھارے پاس کھجوروں اور انگوروں کا کوئی باغ نہ ہو جائے پھر تم اس کے بیچ بیچ میں نہریں نہ دوڑا دو یا تم ہم پر آسمان سے ٹکڑے نہ گرا دو، جیسا کہ تم دعویٰ کرتے ہو یا اللہ اور فرشتوں کو سامنے نہ لا کھڑا کرو یا تمھارے پاس سونے کا کوئی گھر نہ ہو جائے یا تم آسمان پر نہ چڑھ جاؤ اور ہم تمھارے چڑھنے کو بھی ماننے کے نہیں، جب تک تم وہاں سے ہم پر کوئی کتاب نہ اتار دو جسے ہم پڑھیں کہہ دو کہ میرا رب پاک ہے، میں تو بس ایک بشر ہوں، اللہ کا رسول۔

اور ان لوگوں کو ایمان لانے سے، جبکہ ان کے پاس ہدایت آ گئی نہیں مانع ہوئی، مگر یہ چیز کہ انھوں نے کہا: کیا اللہ نے ایک بشر ہی کو رسول بنا کر بھیجا ہے؟ کہہ دو: اگر زمین میں فرشتے اطمینان سے چلتے پھرتے ہوتے تو ہم ان پر آسمان سے کسی فرشتے ہی کو رسول بنا کر اتارتے۔‘‘

ان آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت اصرار کے ساتھ اور بڑے صریح طور پر ایک بشر رسول قرار دیا گیا ہے۔

بعض لوگوں نے درج ذیل آیت سے یہ مفہوم لینے کی کوشش کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نور تھے۔

ارشاد باری ہے:

قَدۡ جَآءَكُمۡ مِّنَ اللّٰهِ نُوۡرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيۡنٌ. (المائدہ ۵: ۱۵)

’’آیا ہے تمھارے پاس اللہ کی جانب سے ایک نور اور روشن کتاب۔‘‘

اس آیت میں نور سے مراد نور ہدایت، یعنی قرآن مجید ہے، اگلے الفاظ میں اسی کو روشن کتاب

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ تمھارے پاس اللہ کی جانب سے ایک نور ہدایت، یعنی روشن کتاب آ چکی ہے۔

یہاں نور سے مراد کتاب مبین ہی ہے، لیکن بعض مفسرین نے نور سے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیا ہے۔ بالفرض اگر ہم ان مفسرین کی رائے مان بھی لیں تو درج بالا آیات جن میں آپ کی بشریت کا ذکر ہوا ہے، ان کی روشنی میں اس آیت میں موجود نور کے لفظ کو لازماً مجازی معنوں ہی میں لینا ہو گا۔ مثلاً، آپ کی ذات نورانیت کی حامل ہے یا آپ نور ہدایت ہیں وغیرہ، لیکن اگر ہم اس آیت میں نور کے لفظ کو اس کے حقیقی معنوں میں لیں اور یہ کہیں کہ آپ بشر نہیں، بلکہ نور ہیں تو آیات قرآنی میں صریح تضاد لازم آئے گا جو کہ ناممکن ہے۔

قرآن مجید میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نور ہدایت ہونے کے پہلو کو کئی طریقوں سے بیان کیا گیا ہے، مثلاً آپ کو 'سِرَاجًا مُّنِيرًا' (روشن چراغ) کہا گیا ہے، یہاں بھی ظاہر ہے کہ ان الفاظ کا مجازی مفہوم (ہدایت کے روشن چراغ) ہی پیش نظر ہے، ورنہ تو یہ ماننا پڑے گا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نعوذ باللہ انسان نہیں، بلکہ چراغ تھے۔

نذر و نیاز

سوال: نذر و نیاز کی دینی حیثیت کیا ہے؟ (ثاقب علی کاظمی)

جواب: نذر و نیاز اگر خالصتاً اللہ کے لیے ہو تو یہ بالکل جائز اور موجب اجر و ثواب ہے، لیکن اگر یہ غیر اللہ کے نام کی ہو، جیسا کہ حضرت حسین کے نام کی نیاز دی جاتی ہے یا کسی بزرگ وغیرہ کے نام کی ہو تو پھر یہ توحید کے خلاف ہے اور صریحاً ناجائز ہے۔

اگر کوئی نیاز اللہ ہی کے لیے دی گئی ہے، لیکن اس سے کسی کی روح کو ثواب پہنچانا مقصود ہے تو اس نیاز کو غلط تو نہیں کہا جائے گا، البتہ کسی کی روح کو ایصال ثواب کرنا، چونکہ دین میں ثابت نہیں،

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

لہٰذا ہمارے خیال میں ایصال ثواب کا یہ عمل غلط اور بے کار رہو گا۔

حب علی میں غلو

سوال: حضرت علی کو باقی تین خلفا سے بہت زیادہ مرتبہ کیوں دیا جاتا ہے؟ شیعوں کا ایک گروہ انھیں خدا بھی کہا کرتا تھا۔ (ثاقب علی کاظمی)

جواب: احادیث میں چاروں خلفا کے مناقب ملتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حضرت علی کی رشتہ داری ان کے لیے ایک بڑی عزت وشرف کی بات تھی، گو باقی تینوں صحابہ کا مرتبہ بھی بہت بلند ہے، لیکن مسلمانوں میں چونکہ خلافت کا معاملہ عبداللہ بن سبا کے اٹھائے ہوئے فتنے کی وجہ سے ایک خطرناک سیاسی قضیے کی صورت اختیار کر گیا تھا، اس لیے بعض لوگوں نے فتنے کی آگ بھڑکانے کے لیے حضرت علی کی شان میں کئی ایسی باتیں گھڑیں جو غیر حقیقی تھیں۔ خود حضرت علی رضی اللہ عنہ کو ان باتوں سے شدید اختلاف تھا، اس اجمال کی کچھ تفصیل درج ذیل ہے:

عبداللہ بن سبا دراصل، ایک یہودی تھا جو اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے لیے مسلمان ہوا تھا۔ اس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خلافت کے آخری دور میں سبائی فتنے کا آغاز کیا۔ ابن سبا کو خلیفۂ وقت سے ذاتی دشمنی تھی۔ اس نے خلافت عثمانی کو درہم برہم کرنے کے لیے حب علی اور حب 'اہل بیت' (فاطمہ، حسن اور حسین رضی اللہ عنہم) کا نعرہ لگایا اور اس مقصد کے لیے اس نے اور اس کے ہم نواؤں نے طرح طرح کی احادیث وضع کیں۔ انھی سبائیوں کے ہاں علی رضی اللہ عنہ کی الوہیت کا عقیدہ پایا جاتا تھا۔ ''لسان المیزان'' میں ابن حجر نے یہ بیان کیا ہے کہ علی رضی اللہ عنہ نے اپنے دور اقتدار میں انھیں آگ میں جلا دیا تھا۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

عیدمیلا دالنبی

سوال: دین میں عیدمیلا دالنبی کی کیا حیثیت ہے؟ (ثاقب علی کاظمی)

جواب: عیدالفطر اور عیدالاضحیٰ، دونوں عیدیں دین میں ثابت ہیں، کیونکہ یہ دونوں عیدیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کے حکم سے اپنی امت کو دی ہیں۔ عیدمیلا دالنبی کا معاملہ یہ نہیں ہے۔ سارے صحابۂ کرام اور تابعین اس سے ناواقف تھے۔ یہ عید ان کے ہاں نہیں پائی جاتی تھی، کئی سو سال بعد مسلمانوں میں یہ عید شروع ہوئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کی وجہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت ہی ہوگی، لیکن سوال یہ ہے کہ کیا آپ کی محبت کا حق ادا کرنے کے لیے ہم اپنی طرف سے کوئی نیا دینی عمل ایجاد کر سکتے اور اسے اختیار کر سکتے ہیں؟ ہمارے خیال میں اس کا جواب واضح طور پر نفی میں ہے۔

ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حق ادا کرنے کے لیے وہی طریقے اختیار کرنے چاہییں جو خود اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھائے ہیں اور خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں سکھائے ہیں اور جنھیں ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اور دیگر صحابۂ کرام اختیار کیا کرتے تھے۔

ہماری مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت کا حق ادا کرنے کے لیے ان کی اطاعت کرنے اور ان پر درود و سلام بھیجنے کا حکم دیا، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اپنی اطاعت کرنا اور آپ پر درود و سلام بھیجنا سکھایا اور صحابۂ کرام نے نبی کی اطاعت کر کے اور آپ پر درود و سلام پڑھ کر ہمیں دکھایا۔

خدا، رسول اور صحابۂ کرام سے آگے نکلتے ہوئے نیا دین ایجاد کرنے کی جسارت سنگین ترین جرم ہے۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کافر اور غیر مسلم میں فرق

سوال: عام طور پر ہر غیر مسلم کو کافر کہا جاتا ہے، کیا یہ صحیح ہے کہ ہر غیر مسلم کافر ہوتا ہے یا ان دونوں میں فرق ہے؟ (نوید عامر)

جواب: کافر سے مراد وہ شخص ہے جو جان بوجھ کر حق کا انکار کرتا ہے، یعنی جس کے سامنے اسلام پیش کیا گیا یا اس نے خود سے اس کا مطالعہ کیا اور پھر اس کی سمجھ میں یہ بات آ گئی کہ یہ حق ہے اور اسے قبول کرنا حق پرستی کا تقاضا ہے، لیکن اس نے جان بوجھ کر اس کو جھٹلا دیا اور اسے نہیں مانا تو ایسا شخص خدا کے نزدیک کافر شمار ہو گا۔

جو لوگ اسلام کو نہیں مان رہے، اگر ان کا معاملہ یہ ہے کہ وہ یہ جانتے ہیں کہ یہ حق ہے اور اسے ماننا ان کے لیے لازم ہے، لیکن اس کے باوجود وہ اس کا انکار کرتے ہیں تو بے شک وہ لوگ کافر شمار ہوں گے۔

غیر مسلم سے ہر وہ شخص مراد ہے جو مسلمان نہیں ہے اور ہمارے علم کی حد تک وہ جان بوجھ کر اسلام کا انکار بھی نہیں کر رہا کہ اسے کافر کہا جائے۔

دنیا کے بے شمار لوگ جو مسلمان نہیں ہیں، ان کا معاملہ کیا ہے؟ وہ کافر ہیں یا غیر مسلم؟ اس سوال کا جواب یہ ہے کہ چونکہ ہم ان کے دل میں جھانک کر یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ وہ اسلام کو جان بوجھ کر جھٹلا رہے ہیں یا وہ اس میں معذور ہیں، لہٰذا ہم انھیں غیر مسلم تو کہیں گے، لیکن کافر نہیں کہہ سکتے۔

ہر کلمہ گو کے لیے جنت

سوال: لوگوں میں عام طور پر یہ خیال پایا جاتا ہے کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا، وہ جنت میں ضرور جائے گا، کیا یہ بات صحیح ہے؟ (نوید عامر)

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جواب: اصولاً تو یہ بات بالکل صحیح ہے کہ جس نے کلمہ پڑھ لیا، وہ ان شاء اللہ ضرور جنت میں جائے گا، لیکن اس بات کا مطلب کیا ہے؟ کیا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے زندگی میں ایک دفعہ بے خیالی سے کلمہ پڑھ لیا، وہ جنت میں جائے گا یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے زندگی میں دکھاوے کے لیے کلمہ پڑھ لیا، وہ جنت میں جائے گا یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے زندگی میں ایک دفعہ اخلاص کے ساتھ کلمہ پڑھ لیا خواہ اس کے بعد وہ زندگی بھر کلمہ کی مخالفت ہی کرتا رہے اور زندگی اس کے خلاف ہی گزارتا رہے، وہ ضرور جنت میں جائے گا یا اس کا مطلب یہ ہے کہ جس نے اخلاص کے ساتھ کلمہ پڑھا، پھر وہ اس پر قائم رہا (خواہ اس سے چھوٹے موٹے گناہ بھی ہوئے ہوں) تو ایسا شخص جنت میں ضرور جائے گا۔ ہمارے خیال میں یہ آخری بات ہی صحیح بات ہے۔ کلمہ کو پڑھنے کا مطلب ہی یہ ہے کہ یہ اخلاص کے ساتھ ہمیشہ کے لیے پڑھا گیا ہو۔ خدا کو مخلص کلمہ گو ہی پسند ہے، غیر مخلص کلمہ گو پسند نہیں۔

ڈاڑھی کی اہمیت

سوال: مسلمان کے لیے ڈاڑھی رکھنا کتنا ضروری ہے؟ (نوید عامر)

جواب: استاذ محترم جاوید احمد صاحب غامدی کی رائے کے مطابق ڈاڑھی سنت تو نہیں ہے، لیکن اگر کوئی شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں ڈاڑھی رکھتا ہے تو اس کا نبی سے اظہار محبت کا یہ عمل اس کے لیے باعث اجر و ثواب ہوگا۔

نماز میں دل کا نہ لگنا

سوال: نماز میں پہلے میرا دل لگتا تھا، مگر اب نہیں لگتا۔ چنانچہ توجہ سے نماز پڑھنا بہت

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

مشکل ہو گیا ہے، اس مسئلے کا کیا حل ہے؟ (نوید عامر)

جواب: اس کا حل یہ ہے کہ آدمی صالح نمازیوں کی صحبت میں بیٹھے، ممکن حد تک اپنی موت کو یاد کرے، اٹھتا بیٹھتا خدا کے دھیان میں رہے، جنت اور دوزخ کا ذکر خود بھی کرے اور لوگوں سے بھی سنے اور اپنی اصلاح کے لیے کسی تربیت کرنے والے صالح شخص سے رابطہ و تعلق رکھے۔

خیراتی ادارے سے تنخواہ لینا

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سوال: میں ایک این جی او میں جنرل منیجر ہوں۔ یہ این جی او اپنے پیش نظر کاموں کے لیے لوگوں سے زکوٰۃ، صدقات، فطرانہ، قربانی کی کھالیں وغیرہ بطور اعانت (Donations) لیتی ہے۔ کیا اس ادارے میں کام کرنے والے لوگوں کے لیے اپنی محنت کے عوض تنخواہیں اور کمیشن وغیرہ لینا جائز ہے؟ (طارق مقبول)

جواب: جس طرح کسی بھی ادارے کے ملازمین کے لیے اپنی محنت کا معاوضہ لینا بالکل درست اور جائز ہے، اسی طرح خیراتی اداروں کے ملازمین کے لیے بھی اپنی محنت کا معاوضہ لینا بالکل درست اور جائز ہے۔ اس میں کسی طرح کی بھی کوئی قباحت نہیں، بلکہ وہ شخص جس کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اس ادارے کو اپنی خدمات بغیر معاوضے کے پیش کرے، وہ بھی اگر اپنی محنت کا معاوضہ لیتا ہے تو اس کے لیے بھی یہ بالکل درست ہوگا۔ جہاں تک خدا سے اجر پانے کا تعلق ہے تو اگر کسی خیراتی ادارے کے تنخواہ دار ملازمین حسن نیت سے ادارے کے مشن میں اپنی ذمہ داریاں ادا کریں گے تو وہ ان شاء اللہ نیکی کے اس کام میں خدا سے اپنا اجر بھی پائیں گے۔

البتہ، جو شخص اپنی مرضی سے بغیر معاوضے کے کام کرنا چاہے، وہ بے شک کرے، وہ ان شاء اللہ اپنی نیت کے مطابق اللہ سے اجر پائے گا۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

نبی a کی تعریف میں مبالغہ

سوال: ہمارے ہاں بعض مذہبی گروہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں انتہائی مبالغہ کرتے ہیں، آپ براہ مہربانی اس کے بارے میں اپنا نقطۂ نظر بیان فرمائیں۔

(شیخ طیب معاویہ)

جواب: ارشاد باری ہے:

قُلۡ یٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَا تَغۡلُوۡا فِیۡ دِیۡنِكُمۡ غَیۡرَ الۡحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوۡۤا اَهۡوَآءَ قَوۡمٍ قَدۡ ضَلُّوۡا مِنۡ قَبۡلُ وَاَضَلُّوۡا كَثِیۡرًا وَّضَلُّوۡا عَنۡ سَوَآءِ السَّبِیۡلِ.

(المائدہ ۵:۷۷)

''کہہ دو، اے اہل کتاب، اپنے دین میں بے جا غلو نہ کرو اور ان لوگوں کی بدعات کی پیروی نہ کرو جو اس سے پہلے گمراہ ہوئے اور جنھوں نے بہتوں کو گمراہ کیا اور جو راہ راست سے بھٹک گئے۔''

نیز ارشاد باری ہے:

یٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلۡنٰكَ خَلِیۡفَةً فِی الۡاَرۡضِ فَاحۡكُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ بِالۡحَقِّ وَلَا تَتَّبِعِ الۡهَوٰی فَیُضِلَّكَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَضِلُّوۡنَ عَنۡ سَبِیۡلِ اللّٰهِ لَهُمۡ عَذَابٌ شَدِیۡدٌۢ بِمَا نَسُوۡا یَوۡمَ الۡحِسَابِ. (ص ۳۸:۲۶)

''اے داؤد، ہم نے زمین میں تجھے اقتدار دیا ہے، پس تو لوگوں کے مابین حق کے ساتھ فیصلہ کرنا اور اپنی خواہش کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمھیں اللہ کی راہ سے ہٹا دے، بے شک جو لوگ اللہ کی راہ سے بھٹک جاتے ہیں، ان کے لیے سخت عذاب ہے، اس وجہ سے کہ انھوں نے روز حساب کو بھلائے رکھا۔''

ان دونوں آیات سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ دین جیسی حق بات میں بھی اگر آدمی غلو کو اختیار کرے تو وہ راہ راست سے بھٹک جاتا ہے۔ دین میں غلو کرنے کا مطلب یہ ہے کہ انسان دین

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

میں اللہ کے بتائے ہوئے اعتدال اور توازن کو بگاڑ دے، مثلاً خدا نے کسی چیز کو جو مقام دیا ہو، انسان اس چیز کو اس سے بڑے مقام پر کھڑا کر دے، جیسا کہ عیسائیوں نے اللہ کے بندے اور اس کے رسول عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ کا بیٹا بنا دیا یا یہود نے اپنے علما کو اللہ کے سوا اپنا رب بنا لیا یا عیسائیوں نے رہبانیت کو دین کی اعلیٰ صورت قرار دے دیا، وغیرہ وغیرہ۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں انسان انتہائی خلاف حق بات کہتا اور سخت گمراہ ہو جاتا ہے۔ اس غلو کی وجہ یقیناً یہی ہوتی کہ انسان حق کے بجائے اپنی خواہش کی پیروی کرتا ہے۔ چنانچہ وہ حق سے بہت دور نکل جاتا ہے۔

سورۂ ص میں بیان کردہ یہ بات بھی بالکل صحیح ہے کہ انسان خواہش نفس کی پیروی تبھی کرتا ہے جب وہ اپنے روز حساب کو بھلا دیتا ہے، کیونکہ اس کے بعد پھر حق اس کا مسئلہ نہیں رہتا۔

یہ بات درست ہے کہ ہمارے ہاں بعض گروہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں انتہائی مبالغے سے کام لیتے ہیں، ان کا یہ رویہ سراسر غلط ہے، کیونکہ اس کے نتیجے میں اللہ کا قائم کردہ توازن اور اعتدال بالکل بگڑ جاتا ہے۔

کسی بھی حقیقت کو مبالغے سے بیان کرنا، لوگوں میں بہت سی غلط فہمیوں کا باعث بنتا اور ان کے دین کو یکسر بدل کر رکھ دیتا ہے۔ ایسا نہیں کہ یہ کوئی معمولی جرم ہے، بلکہ یہ بڑا سنگین جرم ہے اور یہ یقینی بات ہے کہ اس کی پرسش بھی بہت سخت ہوگی، جیسا کہ سورۂ مائدہ کی درج ذیل آیات سے واضح ہے:

وَاِذۡ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ ءَاَنۡتَ قُلۡتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوۡنِىۡ وَاُمِّىَ اِلٰهَيۡنِ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ قَالَ سُبۡحٰنَكَ مَا يَكُوۡنُ لِىۡۤ اَنۡ اَقُوۡلَ مَا لَيۡسَ لِىۡ بِحَقٍّ اِنۡ كُنۡتُ قُلۡتُهٗ فَقَدۡ عَلِمۡتَهٗ تَعۡلَمُ مَا فِىۡ نَفۡسِىۡ وَلَاۤ اَعۡلَمُ مَا فِىۡ نَفۡسِكَ اِنَّكَ اَنۡتَ عَلَّامُ الۡغُيُوۡبِ. مَا قُلۡتُ لَهُمۡ اِلَّا مَاۤ اَمَرۡتَنِىۡ بِهٖۤ اَنِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ رَبِّىۡ وَرَبَّكُمۡ وَكُنۡتُ عَلَيۡهِمۡ شَهِيۡدًا مَّا دُمۡتُ فِيۡهِمۡ فَلَمَّا تَوَفَّيۡتَنِىۡ كُنۡتَ اَنۡتَ الرَّقِيۡبَ عَلَيۡهِمۡ وَاَنۡتَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدٌ. اِنۡ تُعَذِّبۡهُمۡ فَاِنَّهُمۡ عِبَادُكَ وَاِنۡ تَغۡفِرۡ لَهُمۡ فَاِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ. قَالَ

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ. (۵:۱۱۶-۱۱۹)

''اور یاد کرو، جبکہ اللہ پوچھے گا: اے عیسیٰ ابن مریم، کیا تم نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھے اور میری ماں کو اللہ کے سوا معبود بناؤ۔ وہ جواب دے گا: تو پاک ہے، میرے لیے کیسے روا تھا کہ میں وہ بات کہوں جس کا مجھے کوئی حق نہیں۔ اگر میں نے یہ بات کہی ہے تو تو اسے جانتا ہے۔ تو جانتا ہے جو کچھ میرے جی میں ہے، پر میں نہیں جانتا جو تیرے جی میں ہے۔ غیب کی باتوں کو جاننے والا تو بس تو ہی ہے۔ میں نے تو ان سے وہی بات کہی تھی جس کا تو نے مجھے حکم دیا تھا کہ اللہ کی بندگی کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمھارا بھی۔ اور میں ان پر گواہ رہا جب تک میں ان میں موجود رہا۔ پھر جب تو نے مجھے اٹھا لیا تو تو ہی ان پر نگران رہا اور تو تو ہر چیز پر گواہ ہے ہی۔ اگر تو ان کو سزا دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر تو ان کو بخش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔ اللہ فرمائے گا آج کے دن سچوں کو ان کا سچ نفع دے گا۔''

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے بڑے صریح اور واشگاف الفاظ میں ایک جلیل القدر پیغمبر سے یہ سوال کیا ہے کہ اس کی قوم نے اس کے اور اس کی ماں کے بارے میں جو غلو اختیار کیا تھا، کیا خود اس نے انھیں اس کا حکم دیا تھا۔ معلوم ہوا کہ غلو کے اس جرم میں اگر (نعوذ باللہ) اللہ کا پیغمبر بھی شامل ہوتا تو وہ بھی خدا کے سخت عتاب سے ہرگز نہ بچ سکتا۔

چنانچہ یہ بڑی سنگین بات ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ان کے بارے میں وہ بات کہے جو خود اللہ اور اس کے رسول نے نہیں کہی، لہٰذا جو لوگ اپنی خواہش نفس کی پیروی کرتے ہوئے دین میں اس طرح کا غلو اختیار کریں گے وہ اللہ کی پرسش سے ہرگز نہ بچ سکیں گے۔

البتہ، یہ بات ذہن میں رہے کہ کسی کی تعریف کا وہ شوخ انداز یا وہ ادبی اسلوب دین میں ممنوع نہیں ہے جو اپنے اندر مبالغے کا پہلو تو رکھتا ہے، لیکن وہ کوئی دینی مسئلہ پیدا نہیں کرتا۔

جید علما میں اختلاف کی وجہ

سوال: اس کی کیا وجہ ہے کہ اسلام کی بہت سادہ باتوں کو بھی بعض بڑے بڑے علما

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

نہیں سمجھ سکے، حالانکہ ان کے عالم اور بڑے ہونے میں کوئی بحث نہیں۔ مثلاً، یہ بات بڑی سادہ اور واضح ہے کہ سورۂ احزاب کی کئی آیات کا تعلق محض نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں سے ہے، لیکن اسے سب مسلمان خواتین کے لیے عام مانا گیا، ایسا کیوں ہوا؟ اور جو بات بہت واضح تھی، وہ مقبول کیوں نہیں ہوئی؟ (جنید حسن)

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ سورۂ احزاب کی بعض آیات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں ہی کے لیے احکام دیے گئے ہیں، جیسا کہ درج ذیل آیات میں ہم واضح طور پر دیکھ رہے ہیں، لیکن اس کے باوجود کیا معاملہ اتنا سادہ ہے کہ کوئی دوسرا عالم ہماری رائے سے الگ کوئی اور رائے قائم کر ہی نہیں سکتا۔ آیئے، ہم ان آیات کا مطالعہ کرتے اور زیر بحث مسئلے پر غور کرتے ہیں۔ ارشاد باری ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ اِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا فَتَعَالَيْنَ اُمَتِّعْكُنَّ وَاُسَرِّحْكُنَّ سَرَاحًا جَمِيْلًا. وَاِنْ كُنْتُنَّ تُرِدْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالدَّارَ الْاٰخِرَةَ فَاِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْمُحْسِنٰتِ مِنْكُنَّ اَجْرًا عَظِيْمًا. يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّاْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا. وَمَنْ يَّقْنُتْ مِنْكُنَّ لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتَعْمَلْ صَالِحًا نُّؤْتِهَآ اَجْرَهَا مَرَّتَيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهَا رِزْقًا كَرِيْمًا.

يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ اِنِ اتَّقَيْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ. فَيَطْمَعَ الَّذِيْ فِيْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّقُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا. وَقَرْنَ فِيْ بُيُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِيَّةِ الْاُوْلٰى وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِيْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا. وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا. (الاحزاب ۳۳: ۲۸-۳۴)

”اے نبی، اپنی بیویوں سے کہہ دو، اگر تم دنیا اور اس کی زینتوں کی طالب ہو تو پھر آؤ، میں

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

تمھیں دے دلا کر خوب صورتی کے ساتھ رخصت کر دوں اور اگر تم اللہ، اس کے رسول اور آخرت کے گھر کی طالب ہو تو اطمینان رکھو کہ اللہ نے تم میں سے خوبی کے ساتھ نباہ کرنے والیوں کے لیے بہت بڑا اجر تیار کر رکھا ہے۔ اے نبی کی بیویو، تم میں سے جو کوئی کھلی بے حیائی کی مرتکب ہو گی تو اس کے لیے دوگنا عذاب ہو گا، اور یہ بات اللہ کے لیے آسان ہے۔ اور جو تم میں سے اللہ اور اس کے رسول کی فرماں بردار بنی رہیں گی اور نیک عمل کریں گی تو اسے ہم دُہرا اجر دیں گے۔ اور ہم نے ان کے لیے باعزت رزق تیار کر رکھا ہے۔

اے نبی کی بیویو، تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، (چنانچہ) اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو لہجے میں نرمی اختیار نہ کرو کہ جس کے دل میں خرابی ہو، وہ تمھارے بارے میں کسی طمع خام میں مبتلا ہو جائے اور صاف سیدھی بات کیا کرو۔ اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور پہلی جاہلیت کی طرح سج دھج نہ دکھاتی پھرو، اور نماز کا اہتمام رکھو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ و رسول کی فرماں برداری کرو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے، اِس گھر کی بیبیو کہ تم سے (وہ) گندگی دور کرے (جو یہ منافق تم پر تھوپنا چاہتے ہیں) اور تمھیں پوری طرح پاک کر دے۔ اور تمھارے گھروں میں اللہ کی آیتوں اور اُس کی نازل کردہ حکمت کی جو تعلیم ہوتی ہے، (اپنے ملنے والوں سے) اُس کا چرچا کرو۔ بے شک، اللہ بڑا ہی دقیقہ شناس ہے، وہ پوری طرح خبر رکھنے والا ہے۔''

اسی سورہ کے ایک دوسرے مقام پر ارشاد فرمایا:

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا، لَا تَدْخُلُوْا بُیُوْتَ النَّبِیِّ اِلَّآ اَنْ یُّؤْذَنَ لَکُمْ اِلٰی طَعَامٍ غَیْرَ نٰظِرِیْنَ اِنٰہُ، وَلٰکِنْ اِذَا دُعِیْتُمْ فَادْخُلُوْا، فَاِذَا طَعِمْتُمْ فَانْتَشِرُوْا، وَلَا مُسْتَاْنِسِیْنَ لِحَدِیْثٍ. اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ یُؤْذِی النَّبِیَّ فَیَسْتَحْیٖ مِنْکُمْ، وَاللّٰہُ لَا یَسْتَحْیٖ مِنَ الْحَقِّ. وَاِذَا سَاَلْتُمُوْھُنَّ مَتَاعًا، فَسْئَلُوْھُنَّ مِنْ وَّرَآءِ حِجَابٍ. ذٰلِکُمْ اَطْھَرُ لِقُلُوْبِکُمْ وَقُلُوْبِھِنَّ. وَمَا کَانَ لَکُمْ اَنْ تُؤْذُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ، وَلَآ اَنْ تَنْکِحُوْٓا اَزْوَاجَہٗ مِنْ بَعْدِہٖٓ اَبَدًا. اِنَّ ذٰلِکُمْ کَانَ عِنْدَ اللّٰہِ عَظِیْمًا اِنْ تُبْدُوْا شَیْئًا اَوْ تُخْفُوْہُ، فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِکُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمًا. لَا جُنَاحَ عَلَیْھِنَّ فِیْٓ اٰبَآئِھِنَّ، وَلَآ اَبْنَآئِھِنَّ، وَلَآ اِخْوَانِھِنَّ، وَلَآ

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اَبْنَآءِ اِخْوَانِهِنَّ، وَلَآ اَبْنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ، وَلَا نِسَآئِهِنَّ، وَلَا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُنَّ، وَاتَّقِيْنَ اللّٰهَ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ شَهِيْدًا. (۳۳: ۵۳-۵۵)

''ایمان والو، نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو، الاّ یہ کہ تمھیں کسی وقت کھانے کے لیے آنے کی اجازت دی جائے۔ اِس صورت میں بھی اُس کے پکنے کا انتظار کرتے ہوئے نہ بیٹھو۔ ہاں، جب بلایا جائے تو آؤ۔ پھر جب کھا لو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں لگے ہوئے بیٹھے نہ رہو۔ یہ باتیں نبی کے لیے باعث اذیت تھیں، مگر وہ تمھارا لحاظ کرتے رہے اور اللہ حق بتانے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ اور نبی کی بیویوں سے تمھیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ طریقہ تمھارے دلوں کے لیے بھی زیادہ پاکیزہ ہے اور اُن کے دلوں کے لیے بھی۔ اور تمھارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ جائز ہے کہ اُن کے بعد اُن کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بڑی سنگین بات ہے۔ تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ اِن (بیبیوں) پر، البتہ اِس معاملے میں کوئی گناہ نہیں کہ اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجوں اور اپنے بھانجوں اور اپنے میل جول کی عورتوں اور اپنے غلاموں کے سامنے ہوں۔ اور اللہ سے ڈرتی رہو، بیبیو، بے شک، اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔''

ان سب آیات میں صریح طور پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بیویوں ہی سے خطاب کیا گیا ہے۔ اس میں کوئی اختلاف کر ہی نہیں سکتا۔ اختلاف اس جگہ ہوتا ہے کہ ان آیات سے معلوم ہونے والے احکام اور ہدایات کا دائرۂ اطلاق کیا صرف ازواج نبی صلی اللہ علیہ وسلم تک ہی محدود ہے؟

ذیل میں پہلے ہم استاذ محترم جاوید احمد صاحب غامدی کا نقطۂ نظر بیان کرتے ہیں اور پھر اس کے بعد انھی آیات میں بیان کردہ بعض احکام کے اس امتداد کو بیان کریں گے جو بعض دوسرے علما کے نقطۂ نظر کے مطابق لازم ہے۔

زیر بحث آیات کے بارے میں غامدی صاحب کا نقطۂ نظر حسب ذیل ہے:

''نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب کی رعایت سے اور خاص آپ کی ازواج مطہرات کے لیے بھی اس سلسلہ کی بعض ہدایات اسی سورۂ احزاب میں بیان ہوئی ہیں۔ عام مسلمان مردوں اور

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

عورتوں سے ان ہدایات کا اگرچہ کوئی تعلق نہیں ہے، لیکن بعض اہل علم چونکہ اِن کی تعمیم کرتے ہیں، اِس لیے ضروری ہے کہ اِن کی صحیح نوعیت بھی یہاں واضح کر دی جائے۔

سورہ پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مدینہ کے وہی اشرار اور منافقین جن کا ذکر اوپر ہوا ہے، جب رات دن اِس تگ و دو میں رہنے لگے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات سے متعلق کوئی اسکینڈل پیدا کریں تاکہ عام مسلمان بھی آپ سے برگشتہ اور بدگمان ہوں اور اسلام اور مسلمانوں کی اخلاقی ساکھ بھی بالکل برباد ہو کر رہ جائے تو اللہ تعالیٰ نے اِس فتنے کا سد باب اِس طرح کیا کہ پہلے ازواج مطہرات کو یہ اختیار دے دیا کہ وہ چاہیں تو دنیا کے عیش اور اُس کی زینتوں کی طلب میں حضور سے الگ ہو جائیں اور چاہیں تو اللہ و رسول اور قیامت کے فوز و فلاح کی طلب گار بن کر پورے شعور کے ساتھ ایک مرتبہ پھر یہ فیصلہ کر لیں کہ اُنھیں اب ہمیشہ کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہی رہنا ہے۔ اِس کے بعد فرمایا کہ وہ اگر حضور کے ساتھ رہنے کا فیصلہ کرتی ہیں تو اُنھیں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینی چاہیے کہ آپ کی رفاقت سے جو مرتبہ اُنھیں حاصل ہوا ہے، اُس کے لحاظ سے اُن کی ذمہ داری بھی بہت بڑی ہے۔ وہ پھر عام عورتیں نہیں ہیں۔ اُن کی حیثیت مسلمانوں کی ماؤں کی ہے۔ اِس لیے وہ اگر صدق دل سے اللہ و رسول کی فرماں برداری اور عمل صالح کریں گی تو جس طرح اُن کی جزا دہری ہے، اِسی طرح اگر اُن سے کوئی جرم صادر ہوا تو اُس کی سزا بھی دوسروں کی نسبت سے دہری ہوگی۔ اُن کے باطن کی پاکیزگی میں شبہ نہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اُنھیں لوگوں کی نگاہ میں بھی ہر طرح کی اخلاقی نجاست سے بالکل پاک دیکھنا چاہتا ہے۔ یہ اُن کے مقام و مرتبہ کا تقاضا ہے اور اِس کے لیے یہ چند باتیں اپنے شب و روز میں اُنھیں لازماً ملحوظ رکھنی چاہییں:

اول یہ کہ وہ اگر خدا سے ڈرنے والی ہیں تو ہر آنے والے سے بات کرنے میں نرمی اور تواضع اختیار نہ کیا کریں۔ عام حالات میں تو گفتگو کا پسندیدہ طریقہ یہی ہے کہ آدمی تواضع اختیار کرے، لیکن جو حالات اُنھیں درپیش ہیں، اُن میں اشرار و منافقین مروت اور شرافت کے لہجے سے دلیر ہوتے اور غلط فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اِس سے اُنھیں یہ توقع پیدا ہو جاتی ہے کہ جو وسوسہ اندازی وہ اُن کے دلوں میں کرنے کی کوشش کر رہے ہیں، اُس میں انھیں کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ اِس

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

لیے ایسے لوگوں سے اگر بات کرنے کی نوبت آئے تو بالکل صاف اور سادہ انداز میں اور اِس طرح بات کرنی چاہیے کہ اگر وہ اپنے دل میں کوئی برا ارادہ لے کر آئے ہیں تو اُنھیں اچھی طرح اندازہ ہو جائے کہ یہاں اُن کے لیے کامیابی کا کوئی امکان نہیں ہے:

یٰنِسَآءَ النَّبِیِّ، لَسْتُنَّ کَاَحَدٍ مِّنَ النِّسَآءِ، اِنِ اتَّقَیْتُنَّ فَلَا تَخْضَعْنَ بِالْقَوْلِ فَیَطْمَعَ الَّذِیْ فِیْ قَلْبِهٖ مَرَضٌ وَّ قُلْنَ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا. (۳۳:۳۲)

''نبی کی بیویو، تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، (اِس لیے) اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو لہجے میں نرمی اختیار نہ کرو کہ جس کے دل میں خرابی ہے، وہ کسی طمع خام میں مبتلا ہو جائے اور (اِس طرح کے لوگوں سے) صاف سیدھی بات کیا کرو۔''

دوم یہ کہ اپنے مقام و مرتبہ کی حفاظت کے لیے وہ گھروں میں ٹک کر رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جس ذمہ داری پر اُنھیں فائز کیا ہے، اُن کے سب انداز اور رویے بھی اُس کے مطابق ہونے چاہییں۔ لہٰذا کسی ضرورت سے باہر نکلنا ناگزیر ہو تو اُس میں بھی زمانۂ جاہلیت کی بیگمات کے طریقے پر اپنی زیب و زینت کی نمایش کرتے ہوئے باہر نکلنا جائز نہیں ہے۔ اُن کی حیثیت اور ذمہ داری، دونوں کا تقاضا ہے کہ اپنے گھروں میں رہ کر شب و روز نماز اور زکوٰۃ کا اہتمام رکھیں اور ہر معاملے میں پوری وفاداری کے ساتھ اللہ اور رسول کی اطاعت میں سرگرم ہوں۔ تاہم کسی مجبوری سے باہر نکلنا ہی پڑے تو اسلامی تہذیب کا بہترین نمونہ بن کر نکلیں اور کسی منافق کے لیے انگلی رکھنے کا کوئی موقع نہ پیدا ہونے دیں:

وَقَرْنَ فِیْ بُیُوْتِكُنَّ وَلَا تَبَرَّجْنَ تَبَرُّجَ الْجَاهِلِیَّةِ الْاُوْلٰی وَاَقِمْنَ الصَّلٰوةَ وَاٰتِیْنَ الزَّكٰوةَ وَاَطِعْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَیْتِ، وَیُطَهِّرَكُمْ تَطْهِیْرًا. (۳۳:۳۳)

''اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور پہلی جاہلیت کی طرح سج دھج نہ دکھاتی پھرو، اور نماز کا اہتمام رکھو اور زکوٰۃ دیتی رہو اور اللہ و رسول کی فرماں برداری کرو۔ اللہ تو یہی چاہتا ہے، اِس گھر کی بیبیو کہ تم سے (وہ) گندگی دور کرے (جو یہ منافق تم پر تھوپنا چاہتے ہیں) اور تمھیں پوری طرح پاک کر دے۔''

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

سوم یہ کہ اللہ کی آیات اور ایمان و اخلاق کی جو تعلیم اُن کے گھروں میں دی جا رہی ہے، دوسری باتوں کے بجاے وہ اپنے ملنے والوں سے اُس کا چرچا کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اُنھیں جس کام کے لیے منتخب فرمایا ہے، وہ یہی ہے۔ اُن کا مقصد زندگی اب دنیا اور اُس کا عیش و عشرت نہیں، بلکہ اِسی علم و حکمت کا فروغ ہونا چاہیے:

وَاذْكُرْنَ مَا يُتْلٰى فِيْ بُيُوْتِكُنَّ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ وَالْحِكْمَةِ. اِنَّ اللّٰهَ كَانَ لَطِيْفًا خَبِيْرًا. (۳۳: ۳۴)

''اور تمھارے گھروں میں اللہ کی آیتوں اور اُس کی (نازل کردہ) حکمت کی جو تعلیم ہوتی ہے، (اپنے ملنے والوں سے) اُس کا چرچا کرو۔ بے شک، اللہ بڑا ہی دقیقہ شناس ہے، وہ پوری طرح خبر رکھنے والا ہے۔''

اِس کے بعد بھی معلوم ہوتا ہے کہ اشرار اپنی شرارتوں سے باز نہیں آئے۔ چنانچہ اِسی سورہ میں آگے اللہ تعالیٰ نے نہایت سختی کے ساتھ چند مزید ہدایات اِس سلسلہ میں دی ہیں۔

فرمایا ہے کہ اب کوئی مسلمان بن بلائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے گھروں میں داخل نہ ہو سکے گا۔ لوگوں کو کھانے کی دعوت بھی دی جائے گی تو وہ وقت کے وقت آئیں گے اور کھانا کھانے کے فوراً بعد منتشر ہو جائیں گے، باتوں میں لگے ہوئے وہاں بیٹھے نہ رہیں گے۔

آپ کی ازواج مطہرات لوگوں سے پردے میں ہوں گی اور قریبی اعزہ اور میل جول کی عورتوں کے سوا کوئی اُن کے سامنے نہ آئے گا۔ جس کو کوئی چیز لینا ہو گی، وہ بھی پردے کے پیچھے ہی سے لے گا۔

پیغمبر کی بیویاں مسلمانوں کی مائیں ہیں۔ جو منافقین ان سے نکاح کے ارمان اپنے دلوں میں رکھتے ہیں، اُن پر واضح ہو جانا چاہیے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ازواج مطہرات سے کسی کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ اُن کی یہ حرمت ہمیشہ کے لیے قائم کر دی گئی ہے۔ لہٰذا ہر صاحب ایمان کے دل میں احترام و عقیدت کا وہی جذبہ ان کے لیے ہونا چاہیے جو وہ اپنی ماں کے لیے اپنے دل میں رکھتا ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے لوگوں کی یہ باتیں باعث اذیت رہی ہیں۔ اب وہ متنبہ ہو جائیں کہ اللہ کے رسول کو اذیت پہنچانا کوئی بچوں کا کھیل نہیں ہے۔ یہ بڑی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ہی سنگین بات ہے۔ یہاں تو ہو سکتا ہے کہ کوئی شخص اپنی کسی نازیبا سے نازیبا حرکت کے لیے بھی کوئی عذر تراش لے، لیکن وہ پروردگار جو دلوں کے بھید تک سے واقف ہے، یہ باتیں اس کے حضور میں کسی کے کام نہ آ سکیں گی:

يٰاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا، لَا تَدۡخُلُوۡا بُيُوۡتَ النَّبِيِّ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡذَنَ لَـكُمۡ اِلٰى طَعَامٍ غَيۡرَ نٰظِرِيۡنَ اِنٰٮهُ، وَلٰـكِنۡ اِذَا دُعِيۡتُمۡ فَادۡخُلُوۡا فَاِذَا طَعِمۡتُمۡ فَانْتَشِرُوۡا، وَلَا مُسۡتَاۡنِسِيۡنَ لِحَدِيۡثٍ. اِنَّ ذٰلِكُمۡ كَانَ يُؤۡذِى النَّبِىَّ فَيَسۡتَحۡىٖ مِنۡكُمۡ، وَاللّٰهُ لَا يَسۡتَحۡىٖ مِنَ الۡحَـقِّ. وَاِذَا سَاَلۡتُمُوۡهُنَّ مَتَاعًا فَسۡـَٔلُوۡهُنَّ مِنۡ وَّرَآءِ حِجَابٍ. ذٰ لِكُمۡ اَطۡهَرُ لِقُلُوۡبِكُمۡ وَقُلُوۡبِهِنَّ. وَمَا كَانَ لَـكُمۡ اَنۡ تُؤۡذُوۡا رَسُوۡلَ اللّٰهِ وَلَاۤ اَنۡ تَـنۡكِحُوۡۤا اَزۡوَاجَهٗ مِنۡۢ بَعۡدِهٖۤ اَبَدًا. اِنَّ ذٰ لِكُمۡ كَانَ عِنۡدَ اللّٰهِ عَظِيۡمًا. اِنۡ تُبۡدُوۡا شَيۡـًٔـا اَوۡ تُخۡفُوۡهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمًا. لَا جُنَاحَ عَلَيۡهِنَّ فِىۡۤ اٰبَآئِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآئِهِنَّ وَلَاۤ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اِخۡوَانِهِنَّ وَلَاۤ اَبۡنَآءِ اَخَوٰتِهِنَّ وَلَا نِسَآئِهِنَّ وَلَا مَا مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُهُنَّ وَاتَّقِيۡنَ اللّٰهَ، اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ شَهِيۡدًا. (۳۳: ۵۳-۵۵)

''ایمان والو، نبی کے گھروں میں داخل نہ ہو، الّا یہ کہ تمھیں کسی وقت کھانے کے لیے آنے کی اجازت دی جائے۔ اِس صورت میں بھی اُس کے پکنے کا انتظار کرتے ہوئے نہ بیٹھو۔ ہاں، جب بلایا جائے تو آؤ۔ پھر جب کھا لو تو منتشر ہو جاؤ اور باتوں میں لگے ہوئے بیٹھے نہ رہو۔ یہ باتیں نبی کے لیے باعث اذیت تھیں، مگر وہ تمھارا لحاظ کرتے رہے اور اللہ حق بتانے میں کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ اور نبی کی بیویوں سے تمھیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ طریقہ تمھارے دلوں کے لیے بھی زیادہ پاکیزہ ہے اور اُن کے دلوں کے لیے بھی۔ اور تمھارے لیے جائز نہیں کہ تم اللہ کے رسول کو تکلیف دو اور نہ یہ جائز ہے کہ اُن کے بعد اُن کی بیویوں سے نکاح کرو۔ یہ اللہ کے نزدیک بڑی سنگین بات ہے۔ تم کوئی بات ظاہر کرو یا چھپاؤ، اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔ اِن (بیبیوں) پر، البتہ اِس معاملے میں کوئی گناہ نہیں کہ اپنے باپوں اور اپنے بیٹوں اور اپنے بھائیوں اور اپنے بھتیجوں اور اپنے بھانجوں اور اپنے میل جول کی عورتوں اور اپنے غلاموں کے سامنے ہوں۔ اور اللہ سے ڈرتی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

رہو، بیبیو۔ بے شک، اللہ ہر چیز پر نگاہ رکھتا ہے۔'' (میزان ۴۷۱-۴۷۴)

اب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ زیر بحث آیات میں موجود وہ کون سے احکام ہیں جنھیں عام مسلمانوں کے لیے بھی ضروری یا کم از کم بہتر قرار دیا گیا ہے اور ان احکام کی اس تعمیم کی وجہ کیا ہے۔

مثلاً، درج ذیل آیت سے یہ اصول نکالا گیا کہ عورتوں کو بھی سب اجنبیوں سے سپاٹ لہجے میں بات کرنی چاہیے، حالانکہ یہ حکم ایک خاص صورت حال کی وجہ سے صرف ازواج مطہرات کو دیا گیا تھا:

''نبی کی بیویو، تم عام عورتوں کی طرح نہیں ہو، (اِس لیے) اگر تم اللہ سے ڈرتی ہو تو لہجے میں نرمی اختیار نہ کرو کہ جس کے دل میں خرابی ہے، وہ کسی طمع خام میں مبتلا ہو جائے اور (اِس طرح کے لوگوں سے) صاف سیدھی بات کیا کرو۔'' (۳۲:۳۳)

اسی طرح درج ذیل آیت سے یہ اخذ کیا گیا ہے کہ عورت کا دائرۂ کار اس کا گھر ہے اور اسے لازماً اپنے گھروں تک ہی محدود رہنا چاہیے:

''اور اپنے گھروں میں ٹک کر رہو اور پہلی جاہلیت کی طرح سج دھج نہ دکھاتی پھرو۔''

(۳۳:۳۳)

اور درج ذیل آیت سے یہ اخذ کیا گیا کہ ہر اجنبی کے لیے یہی بہتر ہے کہ وہ کسی عورت سے بات کرے یا کوئی چیز مانگے تو درمیان میں پردے کی اوٹ ہونی چاہیے:

''اور نبی کی بیویوں سے تمھیں کچھ مانگنا ہو تو پردے کے پیچھے سے مانگا کرو۔ یہ طریقہ تمھارے دلوں کے لیے بھی زیادہ پاکیزہ ہے اور اُن کے دلوں کے لیے بھی۔'' (۵۳:۳۳)

ان آیات کی تعمیم کرنے والوں کے ہاں تعمیم کی وجہ یہ رہی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات عام مسلمان عورتوں کے لیے نمونہ ہیں، لہٰذا جو حکم انھیں دیا جا رہا ہے، وہ ان کے واسطے سے عام مسلمان عورتوں تک ممتد ہوتا ہے۔ یہ بات کوئی ایسی غلط نہیں، کیونکہ وہ امت کی مائیں ہیں اور ماں اگر اپنی بیٹیوں کے لیے نمونہ نہیں ہوگی تو اور کون ہوگا۔ چنانچہ ان کے نقطۂ نظر کو بالکل بے بنیاد نہیں کہا جا سکتا۔ البتہ یہ الگ بات ہے کہ کوئی محقق یہ ثابت کر دے کہ سورہ کا

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

موضوع، اس میں زیر بحث مسائل اور آیات کا سیاق وسباق اس بات کو لازم کرتے ہیں کہ ان باتوں کو ازواج مطہرات ہی کے ساتھ خاص مانا جائے۔ استاذ محترم غامدی صاحب نے انھی بنیادوں پر ان آیات کے بارے میں عام راے سے مختلف راے قائم کی ہے۔

اس طریقے سے جب غور وفکر کی بنیادیں ہی مختلف ہو جاتی ہیں یا دوسرے لفظوں میں غور وفکر کے اصول مختلف ہو جاتے ہیں تو پھر ان باتوں میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے جن میں عام آدمی کے خیال میں بالکل نہیں ہونا چاہیے۔ یہ اختلاف دراصل، بڑے علما کی عظمت اور ان کے علم کی گہرائی ہی کو ظاہر کرتا ہے۔ اور ہمارا معاملہ یہ ہے کہ جب ہم ایک بڑے پہاڑ کے دامن میں کھڑے ہو کر کسی دوسرے بڑے پہاڑ کو دور سے دیکھتے ہیں تو وہ ہمیں چھوٹا نظر آتا ہے، حالانکہ ہو سکتا ہے کہ وہ اس سے زیادہ بڑا ہو۔

ڈاڑھی کی فرضیت

سوال: اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈاڑھی سے متعلق صحیح احادیث بھی اسے فرض ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں تو پھر امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام احمد بن حنبل جیسے جلیل القدر ائمہ نے اسے فرض کیوں سمجھا ہے؟ (جنید حسن)

جواب: حدیث میں ڈاڑھی کے حوالے سے جو الفاظ آئے ہیں، وہ فعل امر کے صیغے میں آئے ہیں، جیسا کہ 'اُعْفُوا اللُّحٰی' (ڈاڑھی بڑھاؤ)، 'وَ وَفِّرُوا اللُّحٰی' (ڈاڑھی بڑھاؤ)، 'اَوْفُوا اللُّحٰی' (ڈاڑھی بڑھاؤ)، 'اَرْخُوا اللُّحٰی' (ڈاڑھی لمبی چھوڑ دو)، یہ سب فعل امر کے صیغے ہیں۔ فعل امر سے جو حکم دیا جاتا ہے، اسے فقہا نے عموماً واجب قرار دیا ہے، بلکہ یہ اصول بیان کیا ہے کہ 'اَلْاَمْرُ لِلْوُجُوْبِ' یعنی صیغۂ امر وجوب کو بیان کرنے کے لیے آتا ہے، الاّ یہ کہ قرائن سے کچھ اور ثابت ہو جائے۔ چنانچہ اس اعتبار سے اگر دیکھیں تو ان لوگوں کی بات بالکل درست معلوم

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

ہوتی ہے کہ ڈاڑھی رکھنا واجب ہے۔

لیکن ان احادیث کے بارے میں استاذ محترم غامدی صاحب کہتے ہیں کہ یہ ڈاڑھی سے متعلق نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی مستقل حکم کو بیان نہیں کر رہیں، یعنی یہ احادیث ہمیں یہ نہیں بتاتیں کہ آپ نے ڈاڑھی کو ایک سنت کی حیثیت سے جاری فرمایا ہے، بلکہ ان میں ڈاڑھی اور مونچھوں کے اس متکبرانہ انداز کو اختیار کرنے سے مسلمانوں کو روکا گیا ہے جو بعض لوگ اس ماحول میں شوقیہ طور پر اختیار کر لیتے تھے۔

تصوف کی اہمیت کی وجہ

سوال: یہ حقیقت ہے کہ قرآن وحدیث میں تصوف کی کوئی بنیاد نہیں ہے، لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ برصغیر کے اکثر علما نے اس کے باوجود اسے کیوں اختیار کیا؟

(جنید حسن)

جواب: اس میں کوئی شک نہیں کہ تصوف میں موجود نظریات کی بنیاد قرآن مجید میں نہیں ہے، مثلاً وحدۃ الوجود ہی کے نظریے کو دیکھ لیں، اس کے مطابق خدا کے وجود کے ساتھ کسی دوسرے وجود کو ماننا ہی شرک ہے۔ تصوف میں انسان کی ساری جدوجہد اس لیے ہوتی ہے کہ وہ صفات خداوندی کا مظہر بنے، یعنی وہ ایسا وجود بنے جس سے خدا کی صفات کا ظہور ہو۔

ایسا نہیں ہوا کہ مسلمان علما نے اسے اسلام کے مقابل میں رکھ کر ایک دوسرے دین کی حیثیت سے قبول کیا ہے، بلکہ انھوں نے دین کی ایسی تعبیر اختیار کر لی جس کے نتیجے میں وہ اسلام کی شاہ راہ سے ہٹ کر تصوف کی وادی میں گھس گئے۔ اس راہ بدلنے کی وضاحت یہ ہے کہ انھوں نے عبد و معبود کے اس تعلق عبادت کو (جس کا عملی اظہار شریعت نے نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی صورت میں متعین کر دیا تھا) خدا کے ساتھ بندے کے عشق سے تعبیر کیا اور پھر تقاضاے عشق کی تکمیل کے لیے اسلام

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

کی بیان کردہ شریعت سے آگے بڑھتے ہوئے مختلف شریعت وضع کر لی، جسے وہ طریقت اور حقیقت کہتے ہیں اور فنا فی الشیخ کی ابتدائی منزل سے فنا فی اللہ اور بقا باللہ کی انتہائی منازل کی طرف جانے والے راستے کو اپنی 'صراط مستقیم' قرار دے لیا۔ چنانچہ بات کہاں سے کہاں جا پہنچی۔

ہمارے خیال میں ان کے اس بھٹکنے کے پیچھے خدا کے ساتھ انتہائی محبت ہی کا جذبہ کارفرما رہا ہے، جیسا کہ عیسائیوں کے ہاں رہبانیت اختیار کرنے کے پیچھے خدا کی رضا کے حصول کا جذبہ کارفرما رہا ہے۔

مسلمان علما کے پاس اس سے بچنے کا راستہ یہی تھا کہ وہ اپنی ذہانت و فطانت کو وحی کے قدموں میں ڈال دیتے اور اپنے جذبوں پر خدا کے حکم کو غالب رکھتے ہوئے تمسک بالقرآن اختیار کرتے۔

اسلام میں تقدیر کا تصور

سوال: اسلام میں تقدیر کا تصور کیا ہے؟ کیا یہ انسانی سمجھ سے بالا کوئی چیز ہے اور اس کے بارے میں سوچنے سے روکا گیا ہے؟ (جنید حسن)

جواب: تقدیر کا لفظ انسان کے بارے میں خدا کے فیصلوں پر بھی بولا جاتا ہے اور اس سے متعلق خدا کی اس بات پر بھی بولا جاتا ہے جو وہ (اللہ) اپنے علم کامل سے کہتا ہے۔

خدا کے فیصلوں کی حکمتیں بھی انسان کے دماغ سے بہت اونچی ہوتی ہیں اور اس کا علم کامل بھی انسان کی پہنچ سے باہر ہے، پس تقدیر ہر دو صورت میں خدا کا وہ راز ہے جو انسان کی گرفت سے بالا ہے، لہٰذا اس پر سوچنا ممکن ہی نہیں۔ چنانچہ جو آدمی اپنے قد کاٹھ سے اونچی بات پر غور کرنے کی جسارت کرتا ہے، وہ ظاہر ہے کہ گمراہی کے راستے ہی کو اپناتا ہے۔ ھذا ما عندی و العلم عند اللہ۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

فطرت کے مسخ ہونے سے مراد

سوال: فطرت سے کیا مراد ہے؟ کیا انسان کی فطرت ایک خالی سلیٹ نہیں ہے؟ جس پر کچھ بھی لکھا جا سکتا ہے؟ اور کیا ایسا نہیں ہے کہ آج کل انسانوں کی اکثریت کی فطرت مسخ ہو چکی ہے؟ ان سوالات کی روشنی میں یہ بتائیں کہ غامدی صاحب کی درج ذیل عبارت کا کیا مطلب ہے؟

''...اِس میں شبہ نہیں کہ اُس کی یہ فطرت کبھی کبھی مسخ بھی ہو جاتی ہے، لیکن دنیا میں انسانوں کی عادات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ اُن کی ایک بڑی تعداد اِس معاملے میں بالعموم غلطی نہیں کرتی۔ چنانچہ خدا کی شریعت نے بھی اِن جانوروں کی حلت و حرمت کو اپنا موضوع نہیں بنایا، بلکہ صرف یہ بتا کر کہ تمام طیبات حلال اور تمام خبائث حرام ہیں، انسان کو اُس کی فطرت ہی کی رہنمائی پر چھوڑ دیا ہے۔'' (میزان ۳۶)

(جنید احمد)

جواب: یہ بات صحیح نہیں ہے کہ انسان ایک خالی سلیٹ ہوتا ہے اور اس پر اس کا ماحول جو چاہے لکھ دیتا ہے، بلکہ صحیح بات وہ ہے جو حدیث میں بیان ہوئی ہے کہ ہر انسان فطرت اسلام پر پیدا ہوتا، پھر اس کے والدین اسے یہودی، نصرانی یا مجوسی بنا دیتے ہیں۔ یعنی ہر انسان کی سلیٹ پر اسلام اپنی اجمالی صورت میں لکھا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اس لکھے ہوئے پر گرد ڈال کر (مٹا کر نہیں) اسے اپنے کسی مسلک پر لے آتے ہیں۔ اگر وہ اس کی فطرت کو مٹا سکتے ہوں تو پھر تو اسے کبھی اسلام یاد دلایا ہی نہیں جا سکتا۔

آپ کہتے ہیں کہ آج انسانوں کی اکثریت کی فطرت مسخ ہو چکی ہے، کیونکہ وہ سانپ وغیرہ کھا رہے ہیں۔ کیا آپ کی مراد یہ ہے کہ انسان کی فطرت اپنے اندر یہ بنیادی تبدیلی پیدا کر چکی ہے کہ اب وہ پاکیزہ اشیا کے بجائے خبیث اشیا کھائے گی اور اب اسے خوشبودار پھل کے بجائے بدبودار پاخانہ خوشگوار لگے گا یا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ انسانوں کی اکثریت، بلکہ سارے ہی انسان آج

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

بھی اپنی اس فطرت سے تو نہیں ہٹے کہ وہ پاکیزہ چیزیں ہی پسند کریں اور خبیث چیزوں ہی سے نفرت کریں۔ چنانچہ انھیں آج بھی خوشبودار پھل ہی اچھا لگتا ہے اور بدبودار پاخانہ لازماً برا لگتا ہے، البتہ مسئلہ یہاں پیدا ہوا ہے کہ کیا چیز خبیث ہے اور کیا طیب ہے، اسے طے کرنے میں وہ غلطی کرنے لگ گئے ہیں۔

اگر آپ یہ دوسری بات کہتے ہیں تو اس سے ہمیں اتفاق ہے کہ انسان طیب وخبیث کے اطلاق میں غلطی کھا گیا ہے، لیکن یہ غلطی اس نے آج ہی نہیں، ماضی میں بھی کھائی ہے۔ مثلاً، آپ جان دار اشیا کے معاملے میں ان کی حلت وحرمت اور ان کے خبیث وطیب ہونے کے پہلو سے فقہا کے باہمی اختلافات کو دیکھیے۔ ذیل میں ہم انھیں بیان کیے دیتے ہیں:

امام ابو حنیفہ کی رائے یہ ہے کہ سمندر کا ہر مردار حلال نہیں، صرف مچھلی ہی حلال ہے۔ امام احمد بن حنبل کہتے ہیں کہ مینڈک اور مگرمچھ کے علاوہ سمندر کا باقی سب مردار حلال ہے۔ ابن ابی لیلیٰ، امام شافعی اور امام مالک کہتے ہیں کہ سمندر کا ہر مردار حلال ہے (کچھوا، مینڈک، مگرمچھ حتیٰ کہ عجیب الخلقت جانور بھی)۔ امام ابو حنیفہ، امام شافعی، اشہب اور اصحاب مالک رحمہم اللہ، یہ سب کہتے ہیں کہ درندوں کا گوشت حرام ہے، لیکن علما کے مابین درندے کی تعریف میں اختلاف ہے۔ امام ابو حنیفہ کہتے ہیں کہ گوشت کھانے والا ہر جانور درندہ ہے، حتیٰ کہ ہاتھی، گوہ، بلی اور یربوع (چوہے کی طرح کا جانور) بھی درندے ہیں، لہٰذا یہ سب حرام ہیں۔ امام شافعی کہتے ہیں کہ حرام درندے وہ ہیں جو انسان پر حملہ کرتے ہیں، جیسے شیر، چیتا اور بھیڑیا۔ چنانچہ ان کے نزدیک گوہ اور لومڑی کا گوشت کھایا جا سکتا ہے۔ جمہور علما پالتو گدھوں کے گوشت کو حرام قرار دیتے ہیں، البتہ حضرت ابن عباس اور عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہما گدھے کے گوشت کو حلال قرار دیتے ہیں۔ ایک روایت کے مطابق امام مالک اسے مکروہ کہتے ہیں۔ امام مالک، امام ابو حنیفہ اور علما کی ایک جماعت کے نزدیک گھوڑے کا گوشت حرام ہے، لیکن امام شافعی، امام ابو یوسف، امام محمد اور علما کا ایک گروہ اسے حلال قرار دیتا ہے۔ حشرات الارض جیسے مینڈک، کیکڑا، کچھوا اور اس طرح کے دوسرے جانور امام شافعی

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کے نزدیک حرام ہیں، لیکن دوسرے فقہا کے نزدیک یہ حلال ہیں، البتہ بعض علما نے انھیں صرف مکروہ کہا ہے۔

علما کے درمیان یہ اختلاف اس دائرے میں ہوا ہے کہ فلاں فلاں جانوروں میں سے کس پر طیب ہونے کا اطلاق ہوتا ہے اور کس پر خبیث ہونے کا۔ آپ دیکھیے کہ اطلاق کا یہ اختلاف انھیں ایک دوسرے سے کتنا مختلف کر دیتا ہے۔ اگر حلال اور حرام جانوروں کی کوئی فہرست نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی جانب سے ہمیں مل جاتی تو یہ اختلاف نہ ہوتا، لیکن اس طرح کی کوئی فہرست ہمیں نہیں دی گئی، بلکہ حلت وحرمت کا ایک اصول (طیبات وخبائث) انسان کو دے دیا گیا اور اسے کہا گیا کہ وہ اس کی روشنی میں جانوروں کا حلال وحرام طے کرے۔ اب ظاہر ہے کہ یہ اطلاق اسے اپنی عقل وفطرت ہی کی روشنی میں کرنا تھا، وہ اس کے علاوہ اور کر ہی کیا سکتا تھا۔ چنانچہ اس نے یہی کیا ہے۔

اب مجھے آپ بتائیے کہ غامدی صاحب نے اس سے ہٹ کر اور کیا بات کی ہے، البتہ انھوں نے جو نئی بات کہی ہے، وہ یہ ہے کہ اگر کہیں اختلاف ہو جائے تو اس اختلاف کو ذریت ابراہیم کے رجحان کی روشنی میں حل کیا جائے۔

چنانچہ جہاں تک غامدی صاحب کے اس جملے کا تعلق ہے کہ:

> ''دنیا میں انسانوں کی عادات کا مطالعہ بتاتا ہے کہ ان کی ایک بڑی تعداد اس معاملے میں بالعموم غلطی نہیں کرتی۔''

تو اس کا مطلب وہی ہے جو اوپر بیان ہوا ہے کہ انسانوں کی اکثریت نے کبھی ایسا فیصلہ نہیں کیا کہ وہ طیبات کی جگہ خبائث کو اپنائے، یعنی بکروں اور گایوں کے بجائے بھیڑیوں، ریچھوں، چیتوں، شیروں اور ہاتھیوں کو اپنی خوراک بنائے، البتہ یہ تو ہو ہی سکتا ہے کہ کسی علاقے کے لوگ بعض خبیث چیزوں کو طیب سمجھنے لگ جائیں۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

صحابۂ کرام کی صحیح تصویر

سوال: صحابہ کی جو تصویر ہمیں قرآن میں دکھائی دیتی ہے، وہ بہت خوب ہے اور بہت عمدہ ہے، لیکن انھی حضرات کی جو تصویر ہمیں تاریخ کے آئینے میں نظر آتی ہے، وہ بہت افسوس ناک اور بہت تکلیف دہ ہے، اس تصویر میں یہ لوگ بعض موقعوں پر عام انسانی صفات سے بھی عاری دکھائی دیتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ (جنید احمد)

جواب: صحابہ کے حوالے سے یہ سوال جو آپ نے اٹھایا ہے، یہ ہمیں اس پر مجبور کرتا ہے کہ ہم یک دم تاریخ کو جھوٹ اور باطل باتوں کا پلندہ کہہ کر رد کر دیں اور یہ کہہ دیں کہ ہمارے پاس اپنی تاریخ میں سے کچھ بھی موجود نہیں ہے اور جو کچھ موجود ہے، وہ ہمارے دشمنوں کی اڑائی ہوئی، جھوٹی باتیں ہیں۔ کیا ہمارا ایسا کرنا درست ہوگا؟

میرا خیال ہے کہ وہ ساری تاریخ جو ہمارے پاس موجود ہے، وہ ساری کی ساری جھوٹ نہیں ہے، بلکہ اس میں جھوٹ کے ساتھ ساتھ سچ بھی موجود ہے۔ چنانچہ یہ ضروری ہے کہ قرآن وحدیث کے جید علما ہماری تاریخ پر تحقیقی کام کریں اور حتی الامکان خالص سچ کو سامنے لانے کی کوشش کریں۔

لیکن اس کے ساتھ ہمیں یہ خیال بھی نہیں کرنا چاہیے کہ صحابۂ کرام کا معاملہ بالکل فرشتوں والا تھا، یعنی جن کے ہاں کسی اختلاف اور جھگڑے کا کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ میرا خیال ہے کہ اختلاف اور لڑائی جھگڑا چھوٹے لوگوں میں بھی ہوتا ہے اور بڑے لوگوں میں بھی، یہ برے لوگوں میں بھی ہوتا ہے اور اچھے لوگوں میں بھی۔ بس فرق یہ ہوتا ہے کہ برے لوگ اپنے اختلاف اور لڑائی جھگڑے میں مجموعی طور پر اپنے اخلاق کو برقرار نہیں رکھ پاتے اور وہ ہر قدم اٹھانے کو تیار ہو جاتے ہیں، لیکن اچھے لوگ اپنے اختلاف اور لڑائی جھگڑے میں مجموعی طور پر اپنے اخلاقی معیار سے نہیں گرتے، بلکہ بعض اوقات اس طرح کے جھگڑوں میں ان کی شخصیت کی وہ خوبیاں سامنے آتی ہیں، جو عام طور پر نہیں دیکھی جا سکتیں یا دوسرے لفظوں میں آپ یوں کہہ لیں کہ چھوٹے اور برے لوگوں

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کی لڑائی ان کی چھوٹائی اور برائی کو نمایاں کرتی ہے اور بڑے اور اچھے لوگوں کی لڑائی ان کی بڑائی اور اچھائی کو نمایاں کرتی ہے۔

سائل کی مرضی کے خلاف راے رکھنے کا گناہ

سوال: غامدی صاحب نے یہ کیوں کہا ہے کہ مولانا مودودی کی حسن طبیعت میں حسن فطرت کی جھلک تھی، جبکہ وحید الدین کی کتاب ''تعبیر کی غلطی'' پڑھنے سے آدمی صاف طور پر یہ جان لیتا ہے کہ مودودی صاحب محض اس وجہ سے وحید الدین کے اٹھائے ہوئے سوال کا جواب نہیں دیتے کہ انھوں نے چھوٹے ہو کر ان کی پیش کردہ تعبیر دین پر اعتراض کی جرأت کی ہے۔ مولانا مودودی صاحب کے اس متکبرانہ رویے کے بعد غامدی صاحب کیسے یہ کہتے ہیں کہ ان کی طبیعت میں حسن فطرت کی جھلک تھی؟ (جنید احمد)

جواب: اگر آدمی کسی شخص کے پاس رہ کر اس کی خوبیوں سے متاثر ہو جائے تو پھر اس کے بارے میں وہ آسانی سے بدظن نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ حتی الامکان یہ کوشش کرتا ہے کہ اس کے عمل کی اچھی سے اچھی توجیہ کرے۔ سورۂ نور میں ہمیں حکم بھی یہی دیا گیا ہے کہ ہم مومن مردوں اور مومن عورتوں کے بارے میں حسن ظن رکھیں۔

غامدی صاحب سے ایک دفعہ اس موضوع پر بات ہوئی تھی تو انھوں نے کہا کہ وحید الدین کو جواب دینے سے مولانا مودودی کے گریز کرنے کی وجہ غالباً یہ ہے کہ انھوں نے یہ محسوس کر لیا تھا کہ وحید الدین نے میرے سامنے علماے امت کی اکثریت کو لا کر کھڑا کر دیا ہے اور اب اگر میں اس پر گفتگو کرتا ہوں تو مجھے استدلال کی زبان میں اپنا یہ اعتماد بیان کرنا پڑے گا کہ یہ سب علما غلطی پر ہیں اور میں فلاں فلاں آیات کی رو سے حق پر ہوں۔ غامدی صاحب کا خیال ہے کہ مولانا مودودی جیسے شریف النفس آدمی نے اس بات کو گوارا نہیں کیا کہ وہ محض ایک شخص کے اصرار پر

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جلیل القدر علماے امت کو کسی بنیادی بات میں اس طرح براہ راست رد کریں۔ اس کے بجاے انھوں نے یہی کافی سمجھا کہ وہ اپنی راے مثبت طریقے سے بیان کر دیں اور علماے امت پر براہ راست تنقید کے طریقے کو اختیار نہ کریں، لہٰذا انھوں نے مولانا وحید الدین کے ساتھ بحث چھیڑنے کے بجاے ان سے پیچھا چھڑانے والی بات کی۔

یہ ساری بات مولانا مودودی کے بارے میں غامدی صاحب کے حسن ظن سے پھوٹی ہے، کیونکہ ان کے تجربے کے مطابق مولانا مودودی ایک اعلیٰ کردار کے آدمی تھے اور یہی وجہ ہے کہ وہ یہ نہیں کہتے کہ مولانا مودودی نے اپنے تکبر کی وجہ سے وحید الدین سے اعراض کیا ہے، بلکہ وہ ان کی شخصیت کے بارے میں اچھی بات ہی کہتے ہیں۔

شیعہ حضرات سے بنیادی اختلاف

سوال: غامدی صاحب کے نزدیک مسلمانوں کا اور شیعہ حضرات کا اصل اختلاف امامت کا ہے، لیکن میرے نزدیک یہ ایک جزوی اختلاف ہے، میرے خیال میں ان کے ساتھ توحید، رسالت، ارکان اسلام، بلکہ اسلام کے ہر حکم پر شدید نوعیت کے اختلافات ہیں۔ (جنید احمد)

جواب: شیعہ حضرات سے ہمارا اصل اختلاف امامت ہی کا ہے، کیونکہ باقی اختلافات تو اُس کی کوکھ سے جنم لیتے ہیں، جیسا کہ قادیانیوں کے ساتھ ہمارا اصل اختلاف ختم نبوت کا ہے۔ قادیانی اس کے علاوہ جو کچھ بھی کہتے ہیں، اپنے اس نبی کی بنیاد پر کہتے ہیں جسے وہ مانتے ہیں اور ہم نہیں مانتے۔ اسی طرح شیعہ حضرات اصلاً، امامت کی بنیاد پر کھڑے ہیں اور وہ وہیں سے اپنا استدلال پیش کرتے اور ہم سے اختلاف کرتے ہیں۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جادو کے توڑ کی اجازت

سوال: اگر کسی آدمی کو اپنی تعلیم یا کاروبار وغیرہ میں ناکامی پر ناکامی ہو رہی ہو اور اسے اپنے ہاں ناکامی کی عام ممکنہ وجوہات میں سے کوئی وجہ بھی دکھائی نہ دے رہی ہو تو کیا ایسا ممکن ہے کہ اس پر جادو کی نوعیت کے کوئی اثرات ہوں۔ اگر ایسا ممکن ہے تو کیا اس کے توڑ کے لیے عملیات کے ماہرین کی طرف رجوع کرنا شرعاً درست ہے؟

(ڈاکٹر فرخ رضا)

جواب: اس دنیا میں جس طرح مادی علوم موجود ہیں، اسی طرح نفسی علوم بھی موجود ہیں۔ ان سارے علوم سے جو کام بھی لیا جاتا ہے، وہ یقیناً اللہ ہی کے اذن سے ہوتا ہے۔ چنانچہ ایسا ممکن ہے کہ کسی آدمی پر کسی سفلی علم کی وجہ سے کوئی برے اثرات مرتب ہو رہے ہوں۔ ایسی صورت میں ان ماہرین عملیات سے رجوع کیا جا سکتا ہے جو شریعت کے تحت رہتے ہوئے آپ کو کوئی عمل وغیرہ بتائیں اور خود آپ کو بھی اس پر متنبہ رہنا چاہیے کہ ان کے بتائے ہوئے عمل میں کوئی شرکیہ بات یا دینی اعتبار سے غلط بات موجود نہ ہو۔

ابوجہل کی نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری

سوال: عام طور پر یہ مشہور ہے کہ ابوجہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا، یہ بات صحیح نہیں لگتی، کیونکہ وہ تو ہشام کا بیٹا تھا۔ برائے مہربانی آپ یہ بتائیں کہ شجرۂ نسب کے اعتبار سے حضور کے ساتھ اس کی کیا رشتہ داری تھی؟ (عزیز احمد)

جواب: نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا شجرۂ نسب درج ذیل ہے:

محمد بن عبداللّٰہ بن عبد المطلب بن ھاشم بن عبد مناف بن قصی بن

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

كلاب بن مرة بن كعب بن لوی القريشی.

ابو جہل کا نام عمرو بن ہشام تھا۔ اس کا شجرۂ نسب درج ذیل ہے:

عمرو بن هشام بن المغيرة بن عبدالله بن عمر بن مخزوم بن يقظة بن مرة بن كعب بن لوی القريشی.

اس اعتبار سے ابو جہل کا شجرۂ نسب مُرّہ بن کعب پر جا کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے، یعنی مُرّہ دونوں کے جد اعلیٰ ہیں۔ مُرّہ سے نیچے دونوں شاخوں کو ترتیب سے دیکھیں تو ابو جہل بہت دور کے رشتے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چچازاد تھا، نہ کہ چچا۔

نیل پالش کے ساتھ نماز

سوال: کیا عورت نیل پالش لگا کر نماز پڑھ سکتی ہے؟ (خلیل اندرے)

جواب: اگر باوضو ہو کر نیل پالش لگائی گئی ہو تو پھر جب بھی وضو ٹوٹے، نیل پالش اتار کر وضو کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس نیل پالش کے سمیت ہی دوبارہ وضو کر کے نماز ادا کی جا سکتی ہے۔

عورت کا سر ڈھانکنا

سوال: کیا عورت کے لیے ہر وقت اپنا سر ڈھانکنا لازم ہے؟ (خلیل اندرے)

جواب: سورۂ نور میں مسلمان عورتوں کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سر کی اوڑھنیوں سے اپنے گریبانوں کو ڈھانکیں۔ ان الفاظ سے گریبانوں کو ڈھانکنے کا حکم تو واضح طور پر معلوم ہوتا ہے، لیکن یہ بات صریح طور پر معلوم نہیں ہوتی کہ سر کی اوڑھنی سر پر لینا لازم ہے، مستحب ہے یا یہ محض عرب

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

خواتین کا ایک رواج تھا۔

البتہ ابوداؤد کی ایک حدیث سے ہمیں یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں عورت کے لیے سر کی اوڑھنی ضروری ہے۔ ''بالغ عورتیں سر کی اوڑھنی لیے بغیر نماز پڑھیں تو اللہ تعالیٰ اسے قبول نہیں کرتے۔'' (ابوداؤد، رقم ۶۴۱)

اس سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں سر کی اوڑھنی کا سر پر ہونا لازم ہے۔اس کے ساتھ ہی یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ نماز سے باہر آنے کے بعد بھی، چونکہ ہم خدا کی بندگی ہی میں ہوتے ہیں، اس لیے پسندیدہ بات یہی ہے کہ عام حالات میں بھی عورت کا سر ڈھکا ہونا چاہیے۔

ازار کا ٹخنوں سے اونچا ہونا

سوال: کیا ازار کو ٹخنوں سے اونچا رکھنا لازم ہے؟ (احسن خان)

جواب: ازار کی وہ قسم جسے بعض لوگ تکبر کی وجہ سے ٹخنوں سے نیچا رکھتے ہیں، اسے (تکبر کی نیت کے ساتھ یا اس کے بغیر ہر حال میں) ٹخنوں سے اونچا رکھنا ضروری ہے، کیونکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اونچا رکھنے کا حکم دیا ہے۔اسی طرح قمیص یا عمامہ میں اگر تکبر کی وجہ سے کوئی ساخت، بناوٹ یا انداز اختیار کیا جاتا ہے تو اسے بھی (تکبر کی نیت کے ساتھ یا اس کے بغیر ہر حال میں) ترک کرنا ضروری ہے۔

رفع عیسیٰ علیہ السلام

سوال: عیسیٰ علیہ السلام کی وفات ہوئی ہے یا وہ زندہ اٹھا لیے گئے ہیں؟ اگر وہ اٹھا لیے گئے ہیں تو وہ دو ہزار سال سے بغیر کھائے پیے زندہ کیسے ہیں؟ اور وہ کہاں رہ رہے

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

ہیں؟ (کاشف نثار)

جواب: عیسیٰ علیہ السلام کو وفات دی گئی تھی اور وفات کے بعد آپ کے جسم کو بھی اٹھا لیا گیا تھا۔ قرآن مجید میں اس کا ذکر درج ذیل آیت میں موجود ہے۔ ارشاد باری ہے:

اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰى اِنِّىْ مُتَوَفِّيْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَىَّ. (آل عمران ۳:۵۵)

''جب اللہ نے کہا: اے عیسیٰ، میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تجھے وفات دوں گا اور اپنی طرف اٹھا لوں گا۔''

اس آیت سے یہ پتا چلتا ہے کہ یہود عیسیٰ علیہ السلام کو ہرگز قتل نہیں کر سکے تھے، جیسا کہ ان کا دعویٰ ہے، البتہ اللہ نے انھیں وفات دی تھی اور پھر ان (کے بے جان جسم) کو یہود کے ہاتھوں مثلہ ہونے سے بچانے کے لیے، اپنے پاس اٹھا لیا تھا۔ چنانچہ صحیح بات یہی ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام وفات پا چکے ہیں۔

یہ سوالات بے کار ہیں کہ ''اگر وہ اٹھا لیے گئے ہیں تو دو ہزار سال سے وہ بغیر کھائے پیے زندہ کیسے ہیں؟ اور وہ کہاں رہ رہے ہیں؟''

کیونکہ اگر خدا نے انھیں زندہ اٹھایا ہے تو وہ اپنے پاس جہاں چاہے گا، انھیں جگہ دے دے گا یہ اس کے لیے کیا مشکل ہے اور جو رزق وہ چاہے گا، انھیں کھانے کے لیے دے دے گا اس میں کون سی بات مستبعد ہے۔

اسلام میں زنا کی سزا

سوال: میں اپنی سوتیلی بھتیجی کے ساتھ زنا کر بیٹھا ہوں، اپنے گناہ کے کفارے کے لیے مجھے کیا کرنا ہوگا اور اسلام میں اس جرم کی کیا سزا ہے؟ (عبداللہ)

جواب: ظاہر ہے کہ زنا ایک بڑا جرم ہے۔ دنیا میں بھی اس کی سزا بہت سخت ہے، لیکن آخرت میں تو بہت ہی شدید ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.almawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

ارشاد باری ہے:

''اور جو کوئی ان گناہوں (شرک، قتل اور زنا) کا مرتکب ہوگا، وہ اپنے گناہوں کے انجام سے دوچار ہوگا، قیامت کے دن اس کے عذاب میں درجہ بدرجہ اضافہ کیا جائے گا اور وہ اس میں خوار ہو کر ہمیشہ رہے گا، مگر جو توبہ کر لیں گے، ایمان لائیں گے اور عمل صالح کریں گے تو اللہ ان کی برائیوں کو بھلائیوں سے بدل دے گا اور اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔''

(الفرقان ۲۵: ۶۸-۷۰)

آپ نے اس گناہ کی جو صورت بیان کی ہے، وہ اپنے اندر مزید شناعت رکھتی ہے، لہٰذا آپ خدا سے اپنے گناہ کی بہت معافی مانگیں، روزے رکھیں اور سچی توبہ کریں، کیونکہ توبہ سے ہر گناہ معاف ہو جاتا ہے اور آیندہ ایسے کسی گناہ کے قریب بھی نہ پھٹکیں۔

اسلام میں زنا کی سزا سو کوڑے ہے، البتہ بعض خاص صورتوں میں اس کے ساتھ عبرت ناک طریقے سے قتل کرنے کی سزا بھی شامل ہو جاتی ہے۔ سنگ ساری اس قتل ہی کی ایک شکل ہے۔ کسی مجرم کو یہ سزا تب ملتی ہے جب اس کا مقدمہ قاضی کے سامنے آ جائے اور وہ اس کے بارے میں اس سزا کا فیصلہ سنا دے۔

لیکن اگر اللہ کسی کے گناہ کی پردہ پوشی کرتا ہے اور اس کا گناہ قاضی کے سامنے نہیں آتا تو اسے خود بھی چاہیے کہ وہ اپنے گناہ کو چھپائے اور اللہ سے انتہائی توبہ کرے تاکہ قیامت کو جب کامل انصاف کے لیے سب مقدمے اللہ کی عدالت میں لگیں گے اور ہر ہر گناہ کو دیکھا جائے گا تو اس وقت یہ شخص جہنم کی سزا سے بچ جائے۔

روزہ و نماز کے لیے اوقات کا تعین

سوال: جن علاقوں میں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے، ان میں نمازیں

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کیسے پڑھی جائیں گی اور روزے کیسے رکھے جائیں گے؟ (ندیم الحق)

جواب: جن علاقوں میں چھ ماہ کا دن اور چھ ماہ کی رات ہوتی ہے۔ کیا ان میں آدمی چھ ماہ سوتا اور چھ ماہ جاگا کرتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسا نہیں ہے، بلکہ وہ دن اور رات کی لمبائی اور چھوٹائی سے قطع نظر اپنے لیے چوبیس گھنٹے کا پروگرام بناتا ہے۔ اور پھر اس کے مطابق وہ کھاتا پیتا، سوتا جاگتا اور دیگر کام کاج کرتا ہے۔ حالانکہ مسلسل دن یا مسلسل رات چل رہی ہوتی ہے۔ چنانچہ کیا مشکل ہے کہ آدمی اسی طرح چوبیس گھنٹوں میں اپنی پنج وقتہ نمازوں کے اوقات اور سال کے روزوں کو کسی قریبی علاقے کے اوقات کے مطابق متعین کر لے۔

خلائی شٹل میں نماز کی ادائیگی

سوال: 'Space shuttle' چالیس منٹوں میں زمین کے گرد ایک چکر پورا کر لیتی ہے، یعنی ان چالیس منٹوں کے بعد اس پر سورج دوبارہ طلوع ہو جاتا ہے، چنانچہ سوال یہ ہے کہ اس کے اندر رہنے والے دن بھر کی پانچ نمازیں ان چالیس منٹوں میں کیسے ادا کر سکتے ہیں؟ (ندیم الحق)

جواب: یہ بات بہت غلط ہے کہ اگر 'Space shuttle' زمین کے گرد اپنا چکر چالیس منٹ میں طے کر لے گی تو ہم یہ کہیں گے کہ اس کے اندر رہنے والوں کی زندگی ان چالیس منٹوں ہی میں ایک دن کم ہوگئی ہے۔ چنانچہ ان پر یہ لازم ہے کہ وہ ان چالیس منٹوں ہی میں اپنی چوبیس گھنٹوں پر پھیلی ہوئی ساری ذمہ داریاں ادا کر لیا کریں۔

انسان اس زمین پر پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ جب تک اس کے لیے وقت کی رفتار وہی رہے گی جو زمین پر ہے، اس وقت تک اس کا دن وہی ہوگا جو زمین کا دن ہے، نہ کہ چالیس منٹ وغیرہ۔

اس بات کو ایک دوسرے زاویے سے دیکھیں۔ آپ سہولت کے لیے یہ فرض کریں کہ سائنس

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

نے بہت ترقی کر لی ہے اور اب 'Space shuttle' صرف ایک سیکنڈ میں زمین کے گرد ۳۶۵ چکر پورے کرنے لگ گئی ہے تو کیا اب انسان کی عمر ستر یا اسی سال کے بجاے ستر یا اسی سیکنڈ ہوا کرے گی۔

حرام کاموں میں شناعت کا فرق

سوال: شراب بیچنے اور جوئے میں حصہ لینے میں اور قدم قدم پر جائز کاموں کے لیے رشوت دینے میں شناعت کے لحاظ سے کیا فرق ہے؟ (احمد سعید)

جواب: دل کی رضا ورغبت کے ساتھ شراب بیچنے اور جوئے میں حصہ لینے میں اور نظام کی خرابی کی وجہ سے قدم قدم پر جائز کاموں کے لیے مجبوراً رشوت دینے میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ پہلی چیز سرتا سر گناہ ہے اور دوسری میں مجبوراً آدمی کے لیے سرے سے کوئی گناہ ہی نہیں۔ جو رشوت کسی سے ناجائز کام کرانے کے لیے اس کو دی جاتی ہے، وہ رشوت دینا گناہ ہے۔ اپنا حق وصول کرنے کے لیے اگر آپ کو کسی محکمے کے افسروں کو کچھ تاوان دینا پڑتا ہے تو آپ کے لیے یہ گناہ نہیں ہے۔

امت کا تہتر فرقوں میں تقسیم ہونا اور نظم اجتماعی کی پیروی

سوال: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ یہود ۷۱ فرقوں میں تقسیم ہوئے، عیسائی ۷۲ فرقوں میں تقسیم ہوئے تھے اور میری امت تہتر (۷۳) فرقوں میں تقسیم ہوگی، ان میں سے ایک کے سوا سب کے سب فرقے جہنمی ہوں گے اور وہ ناجی فرقہ، وہ ہوگا جو میرے

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اور میرے صحابہ کی راہ پر ہوگا۔ اس حدیث کا مطلب کیا ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ تم جماعت المسلمین اور ان کے امام کے ساتھ جڑ کر رہو، اس کا کیا مطلب ہے؟ کیونکہ آج کل جتنے فرقے بھی موجود ہیں ان میں سے ہر ایک اپنے آپ کو صحیح قرار دیتا ہے، لہٰذا یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ آدمی کس کا ساتھ دے اور کس کا نہ دے؟ (سلمان اشرف)

جواب: مسلمانوں کے تہتر فرقوں میں بٹ جانے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان تہتر میں سے ایک اہل حدیث کا فرقہ ہے، دوسرا احناف کا اور تیسرا شوافع کا۔ نہیں، بلکہ یہ سب اہل سنت ہی کا گروہ ہے۔ ان میں سے کسی کو بھی امت کی سطح پر نہ گمراہ قرار دیا گیا ہے اور نہ دیا جا سکتا ہے، یہ وہ فرقے نہیں ہیں۔ گمراہ فرقہ تو وہ ہوتا ہے جو دین کے معاملے میں اصول و عقائد ہی میں مختلف ہو یا دوسرے لفظوں میں جس کا دین کتاب و سنت پر مبنی نہ ہو۔ چنانچہ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ ہماری امت پر ایک ایسا دور آئے گا جب اس طرح کے صریح گمراہ فرقوں کی تعداد بہتر ہو جائے گی اور اس وقت صرف ایک ہی یعنی تہترواں فرقہ صحیح دین کا حامل ہوگا۔ میرے خیال میں اس وقت یہ صورت حال بالکل نہیں ہے۔

جہاں تک اس حدیث کا تعلق ہے جس میں جماعت المسلمین اور ان کے امام کے ساتھ جڑ کر رہنے کا حکم دیا گیا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ تم مسلمانوں کے سیاسی نظم کے ساتھ جڑ کر رہو، ان سے کٹ کر یا ان کے باغی بن کر نہ رہو۔ یہ حدیث مسلمانوں سے یہ کہہ رہی ہے کہ وہ اپنے ملک میں انارکی کی صورت حال ہرگز پیدا نہ ہونے دیں۔

آپ نے مختلف جماعتوں اور گروہوں کی اپنے بارے میں اس بات کا ذکر کیا ہے کہ ہم ہی جماعت المسلمین ہیں اور ہمارے ہی لیڈر سے جڑنے کا نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا تو یہ محض ان کی خوش خیالی ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

تعویذ سے بیماری کا علاج

سوال: کیا تعویذ کے ذریعے سے بیماری کا علاج کیا جا سکتا ہے؟ (زاہد محمد اسلم)

جواب: اشیا اور کلمات کے روحانی خواص اور تاثیرات کا علم ایک حقیقت ہے۔ چنانچہ آیات الٰہی پڑھ کر دم کرنے کا ذکر احادیث میں موجود ہے۔ جہاں تک تعویذوں کا معاملہ ہے تو یہ چیز نبی صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ سے ثابت نہیں ہے، لہٰذا ہمارے خیال میں دم کرنا یا کرانا تو درست ہے، لیکن تعویذ وغیرہ سے بچنا چاہیے۔ اور اپنی بیماری اور دیگر مشکلات کے لیے اللہ سے دعا کریں۔ خدا کے ہاں مانگنے سے ملتا ہے۔ آدمی کو ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ اگر خدا کسی چیز کو مقدر میں نہیں کرتا تو اس میں بڑی حکمت ہوتی ہے۔ آدمی کو اس لیے خود کو راضی بہ رضا رکھنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

قضا نمازوں اور روزوں کا فدیہ

سوال: میں اپنے مرحوم والد کی ۶۶ سال کی چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزوں کا فدیہ دینا چاہتا ہوں، مجھے یہ بتایا جائے کہ میں یہ فدیہ کتنا دوں اور کیسے دوں؟ (محمد یونس خان)

جواب: نمازوں کا کوئی فدیہ نہیں ہوتا، یہ آدمی کو خود ہی ادا کرنا ہوتی ہیں۔ اگر کسی نے ادا نہیں کیں اور وہ فوت ہو گیا ہے تو آپ اس کے لیے دعاے مغفرت کر سکتے ہیں، اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر سکتے۔

وہ بوڑھا آدمی جو روزے نہ رکھ سکتا ہو یا ایسا مریض جسے صحت یابی کی امید نہ ہو، وہ اپنے روزوں کا فدیہ دے سکتا ہے۔ ایک روزے کا فدیہ ایک مسکین کو دو وقت کا کھانا کھلانا ہے، لیکن اگر اس نے خود یہ فدیہ نہیں دیا اور وہ وفات پا گیا ہے اور مرنے سے پہلے اس نے فدیہ دینے کی کوئی وصیت بھی نہیں کی تو پھر آپ اس کی طرف سے یہ فدیہ ادا نہیں کر سکتے۔ بس ان کے لیے آپ خدا

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

سے معافی کی دعا ہی کر سکتے ہیں۔

واقعۂ غدیر خم اور ولایت علی

سوال: غدیر خم کی روایت کی کیا حیثیت ہے اور اس کی بنا پر شیعہ حضرات اپنا جو موقف بیان کرتے اس کی کیا حقیقت ہے؟ (جہاں زیب شیروانی)

جواب: اس روایت کی اکثر اسناد ضعیف ہیں اور بعض حسن ہیں مثلاً ترمذی، رقم ۳۶۴۶، لیکن یہ بھی غریب روایت ہے۔ اس حدیث میں اصل بات یہ کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا کہ 'مَنْ كُنتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ'، ان الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جس کا میں حلیف، یعنی دوست اور ساتھی ہوں، اس کا علی بھی حلیف ہے۔ ان الفاظ میں آپ نے حضرت علی کے بارے میں اپنے اس اعتماد کا اظہار کیا ہے کہ علی کو مجھ سے محبت ہے اور وہ تعلق کے معاملے میں مجھ سے الگ ہو کر نہیں چلیں گے۔

شیعہ حضرات ان الفاظ کو سیاسی مفہوم دیتے ہیں، حالانکہ ان الفاظ کا یہ مطلب نہیں ہو سکتا کہ جن لوگوں کا آج میں امیر ہوں، کل ان کا امیر علی ہوگا، کیونکہ ان الفاظ کے مطابق یہ ولایت دونوں میں بہ یک وقت موجود ہونی چاہیے، یعنی دونوں حضرات کو ایک ہی وقت میں یہ ولایت حاصل ہونی چاہیے۔ چنانچہ ظاہر ہے کہ یہ ولایت کسی صورت میں بھی سیاسی نہیں ہو سکتی، کیونکہ نظم اجتماعی میں لازماً ایک وقت میں ایک ہی امیر ہوتا ہے۔

سیدزادی کا غیر سید سے نکاح

سوال: سید خاندانوں میں خاص طور پر لڑکیوں کے رشتے غیر سیدوں میں نہیں کیے

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جاتے جس کے نتیجے میں گوناگوں مسائل پیدا ہوتے ہیں۔ کیا یہ بات قرین انصاف ہے اور کیا اسلام نے ایسا کوئی حکم دیا ہے؟ (سائرہ عارف)

جواب: اسلام میں ایسی کوئی بات نہیں پائی جاتی، بلکہ اسلام تو ذات پات ہی کے تصور کے خلاف ہے۔ کسی بھی مسلمان لڑکی کا رشتہ کسی بھی مسلمان لڑکے کے ساتھ ہوسکتا ہے۔ ذات پات کے تصورات لوگوں کے اپنے بنائے ہوئے ہیں جن کی دین میں کوئی حیثیت نہیں، ان سے بسا اوقات بہت فتنے پیدا ہو جاتے ہیں۔ سادات خاندانوں میں باہر رشتہ نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو باقی مسلمانوں کی نسبت مقدس تصور کرتے ہیں، حالانکہ اس کی کوئی بنیاد نہیں ہے۔ قرآن مجید نے صاف طور پر یہ کہہ دیا ہے کہ اللہ کے نزدیک شرف و عزت کا معیار تقویٰ ہے۔ اس حوالے سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اصلاح کی جو کوششیں کی ہیں، ان کی ایک مثال یہ درج ذیل واقعہ ہے۔

عربوں کے ہاں آزاد اور غلام میں زمین آسمان کا فرق سمجھا جاتا تھا۔ اگر کوئی غلام آزاد کر بھی دیا جاتا، تب بھی اس کا درجہ معاشرے میں آزاد آدمی کی بہ نسبت بہت کم رہتا تھا۔ معزز گھرانے کی کوئی آزاد خاتون اس کے ساتھ نکاح کرنے کا تصور تک نہ کرسکتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات واضح کرنے کے لیے کہ اسلام کی پسندیدہ معاشرت میں، انسانی اور معاشرتی سطح پر، آزاد اور غلام کے مابین کوئی فرق نہیں ہے، اپنے خاندان کی ایک آزاد خاتون زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا کا نکاح اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ سے کرنا چاہا۔ زینب، نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سگی پھوپھی کی بیٹی تھیں۔ ان کی پرورش عرب کے معزز ترین گھرانے میں ہوئی تھی۔ جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید کے لیے، حضرت زینب کے ساتھ نکاح کا پیغام دیا تو ان کے رشتہ داروں نے اسے منظور نہیں کیا اور خود حضرت زینب نے بھی اس رشتے کو اپنے لیے پسند نہیں کیا۔ ان کے اپنے الفاظ جو روایات میں آتے ہیں، وہ یہ ہیں: ''میں نسب کے اعتبار سے زید سے برتر ہوں، میں قریش کی شریف زادی ہوں۔'' لیکن جب انھیں معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس پر اصرار ہے کہ یہ نکاح ہو تو انھوں نے اور ان کے خاندان والوں نے فوراً سر تسلیم خم کر دیا۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

چنانچہ ہمیں بھی اس حوالے سے اصلاح کی ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔ البتہ، ایک بات ذہن میں رہے کہ کسی جگہ رشتہ طے کرتے ہوئے اس بات کا خیال ضرور رکھنا چاہیے کہ لڑکا اور لڑکی اپنے کلچر، رسوم و رواج اور خاندانی عادات واطوار کے اعتبار سے ایسے مختلف نہ ہوں کہ ان کے مابین نباہ ہی نہ ہو سکے۔ اس لیے سید خاندان کے لوگ اپنی بیٹی کا رشتہ خواہ سید خاندان میں کریں یا غیر سید خاندان میں وہ رشتہ کرتے وقت یہ خیال ضرور رکھیں کہ اس سید خاندان یا غیر سید خاندان کا کلچر، رسوم و رواج اور خاندانی عادات واطوار ایسے مختلف نہ ہوں کہ دونوں کے مابین نباہ ہی نہ ہو سکے۔

اسلام میں لونڈی و غلام کی حیثیت

سوال: اسلام میں ایک آدمی کو کتنی لونڈیاں رکھنے کی اجازت ہے؟ کیا وہ ان کے اخراجات کا بھی ذمہ دار ہوگا اور کیا وہ ان سے جنسی تعلق بھی رکھ سکتا ہے؟ اسی طرح ایک عورت کتنے غلام رکھ سکتی ہے اور کیا وہ بھی ان سے جنسی تعلق رکھ سکتی ہے؟ (ہارون احمد)

جواب: لونڈی اور غلام اسلام کی پیداوار نہیں ہیں۔ اسلام نے انسان کو غلامی ختم کرنے کی طرف دھکیلا ہے۔ قرآن مجید میں لونڈی اور غلاموں کا معاملہ اس حیثیت سے زیر بحث آیا ہے کہ یہ معاشرے میں موجود ہیں، انھیں ایک دم سے ختم نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ جب تک یہ معاشرے میں موجود ہیں، اس وقت تک کے لیے اسلام نے اس بات کو قبول کیا ہے کہ لونڈیوں اور غلاموں کے آقا ان سے اپنا کام کاج کرا سکتے ہیں۔ چنانچہ ان کی لازمی ضروریات کو احسن طریقے سے پورا کرنا ان کے آقاؤں کی ذمہ داری قرار دی ہے۔

کوئی آدمی کتنے غلام اور کتنی لونڈیاں رکھے، اس کا فیصلہ ہمیشہ سے انسان نے خود ہی کیا ہے، اسلام نے اس میں کوئی مداخلت نہیں کی۔ اس نے بس ان کے ساتھ حسن سلوک کی تعلیم دی ہے، انھیں آزاد کرنا ایک بڑی نیکی قرار دیا ہے اور اس حوالے سے کچھ مزید اقدامات بھی کیے ہیں۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

لونڈی کے ساتھ جنسی تعلق اس کا مالک رکھا ہی کرتا تھا، اسلام نے اس پر کوئی پابندی نہیں لگائی۔ البتہ، اس تعلق کے حوالے سے لونڈی کو اس کے مالک تک محدود کر دیا ہے۔

کوئی عورت جتنے چاہے غلام رکھ سکتی ہے، لیکن وہ ان کے ساتھ کوئی جنسی تعلق نہیں رکھ سکتی۔ یہ اسلام میں ممنوع ہے۔

علم نجوم، دست شناسی اور علم الاعداد کی حقیقت

سوال: اسلام میں علم نجوم، دست شناسی اور علم الاعداد کی کیا حیثیت ہے؟ کیا خطرات سے بچنے کے لیے ان علوم کو استعمال کیا جا سکتا ہے؟ (سمیرا اکبر)

جواب: ابھی تک ان علوم کا سائنس ہونا پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا اور دین میں ان کی کوئی بنیاد موجود نہیں ہے۔ یہ محض اندازے اور خیال آرائی کے علوم ہیں۔ ان کے اندر یا تو کوئی اصول اور قانون نہیں پایا جاتا یا پھر انسان ابھی تک انھیں دریافت نہیں کر سکا۔ چنانچہ ان سے آدمی کو بچنا چاہیے، کیونکہ یہ اسے شدید قسم کے وہموں میں مبتلا کر دیتے ہیں۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ انھیں اپنی حفاظت کے لیے استعمال کرنے میں کیا حرج ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ علوم اگر سائنس ثابت ہو جاتے تو پھر ان سے لازماً یہی کام لیا جاتا، جیسا کہ سائنسی چیزوں، مثلاً بلٹ پروف جیکٹس وغیرہ سے لیا جاتا ہے، لیکن اب جبکہ یہ سائنس نہیں ہیں، کیونکہ ان میں 'Logic' اور 'reasoning' کا کوئی معیار نہیں ہے تو ان سے وہ کام کیسے لیا جا سکتا ہے جو سائنسی علوم سے لیا جاتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ علوم انسان کو بس وہم ہی میں مبتلا کرتے ہیں۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

استخارہ اور خیر کی طلب

سوال: استخارہ کرنے کی صورت میں جو جواب آئے، اس کی مخالفت کرنا درست ہے یا نہیں؟ (اعظم)

جواب: ایسا نہیں کہ دعاے استخارہ سے ہمارا خدا کے ساتھ رابطہ ہو جاتا ہے اور ہم اپنے مسئلے میں خدا کی بات یقینی صورت میں معلوم کر لیتے ہیں۔ اگر ایسا ہوتا تو پھر ظاہر ہے کہ اس کی مخالفت صریحاً غلطی ہوتی۔

دعاے استخارہ دراصل، خدا سے خیر طلب کرنے کی دعا ہے۔ یہ دعا درج ذیل ہے:

''اے اللہ، میں تیرے علم کے واسطے سے تجھ سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت کے واسطے سے قدرت طلب کرتا ہوں، اور تجھ سے تیرے فضل عظیم کا سوال کرتا ہوں، اس لیے کہ تو قدرت رکھتا ہے اور میں قدرت نہیں رکھتا، اور تو جانتا ہے، میں نہیں جانتا اور تو علام الغیوب ہے۔ اے اللہ، اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین اور میری زندگانی اور میرے انجام کار کے لحاظ سے بہتر ہے تو اسے میرے لیے مقدر کر دے اور آسان بنا دے، پھر اس میں برکت پیدا کر دے اور اگر تیرے علم میں یہ کام میرے دین اور میری زندگانی اور میرے انجام کار کے لحاظ سے برا ہے تو اس کو مجھ سے اور مجھے اس سے پھیر دے۔ (پروردگار)، میرے لیے خیر کو مقدر فرما، وہ جہاں کہیں بھی ہو، پھر مجھے اس سے راضی کر دے۔''

اس میں ہم اللہ سے اس کے علم کے مطابق جو چیز بہتر ہو، وہ طلب کرتے ہیں۔ جب یہ دعا قبول ہوتی ہے تو ایسا نہیں ہوتا کہ اشارے کے ذریعے سے خدا ہمیں اپنا کوئی فیصلہ سنا دیتا ہے، بلکہ دعا کی قبولیت کی صورت میں وہ اس چیز کو جو ہمارے لیے بہتر ہو، اسے ہمارے مقدر میں لکھ دیتا ہے، اس کے بارے میں ہمارا تردد ختم کر دیتا ہے، وہی ہماری پسند اور ہماری راے بن جاتی ہے، لہٰذا جو بات خواب وغیرہ میں ہم دیکھیں، اگر اس پر ہمارا دل نہیں جم رہا اور وہ ہمیں صحیح محسوس نہیں ہو رہی تو پھر اسے نہیں ماننا چاہیے۔ البتہ، اگر وہ ہمارے علم و عقل کے مطابق ہمیں بہتر محسوس ہو تب

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmedghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس پر عمل کر لینا چاہیے، کیونکہ دعا کی قبولیت کی صورت میں خدا کے نزدیک جو بات بہتر ہے، اس نے مقدر ہو جانا ہے۔

خدا سے دعا مانگنے کے لیے دل کا اخلاص ضروری ہے۔ انسان کا پہلے سے بہت نیک ہونا لازم نہیں ہے۔

غیر مسلم ریاست میں ملازمت

سوال: کیا کسی مسلمان کے لیے دین میں اس بات کی اجازت ہے کہ وہ کسی غیر مسلم ریاست میں اپنی ملازمت یا اپنے کاروبار کے لیے مستقل اقامت اختیار کرے؟

(فیاض احمد)

جواب: ہمارے نزدیک دینی اعتبار سے اس بات میں کوئی حرج نہیں ہے کہ آپ اپنی ملازمت یا اپنے کاروبار کے لیے کسی غیر مسلم ریاست میں مستقل طور پر قیام پذیر ہوں، سوائے اس کے کہ آپ کے لیے وہاں اپنے دین پر قائم رہنا ہی مشکل ہو جائے۔

غامدی صاحب نے اپنی کتاب ''میزان'' کے مقدمے ''دین حق'' میں اسی مسئلے کو اس طرح سے بیان کیا ہے:

''بندۂ مومن کے لیے اگر کسی جگہ اپنے پروردگار کی عبادت پر قائم رہنا جان جوکھم کا کام بن جائے، اُسے دین کے لیے ستایا جائے، یہاں تک کہ اپنے اسلام کو ظاہر کرنا ہی اُس کے لیے ممکن نہ رہے تو اُس کا یہ ایمان اُس سے تقاضا کرتا ہے کہ اُس جگہ کو چھوڑ کر کسی ایسے مقام کی طرف منتقل ہو جائے جہاں وہ علانیہ اپنے دین پر عمل پیرا ہو سکے۔ قرآن اِسے ''ہجرت'' کہتا ہے۔ زمانۂ رسالت میں جب اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے براہ راست اِس کی دعوت دی گئی تو اِس سے گریز کرنے والوں کو قرآن نے جہنم کی وعید سنائی ہے۔ سورۂ نساء میں ہے:

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

اِنَّ الَّذِيۡنَ تَوَفّٰهُمُ الۡمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ، قَالُوۡا: فِيۡمَ كُنۡتُمۡ ؟ قَالُوۡا: كُنَّا مُسۡتَضۡعَفِيۡنَ فِى الۡاَرۡضِ. قَالُوۡۤا:اَلَمۡ تَكُنۡ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً فَتُهَاجِرُوۡا فِيۡهَا، فَاُولٰٓئِكَ مَاۡوٰهُمۡ جَهَنَّمُ وَسَآءَ تۡ مَصِيۡرًا.(۴:۹۷)

''جن لوگوں کی روحیں فرشتے اس حال میں نکالیں گے کہ (دوسروں کے ڈر سے اپنے ایمان و اسلام کو چھپا کر) وہ اپنی جانوں پر ظلم ڈھائے ہوئے تھے، اُن سے وہ پوچھیں گے: یہ تم کس حال میں پڑے رہے؟ وہ جواب دیں گے: ہم اِس ملک میں مجبور اور بے بس تھے۔ فرشتے کہیں گے: کیا اللہ کی زمین وسیع نہ تھی کہ تم اُس میں ہجرت کر جاتے؟ یہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانا جہنم ہے اور وہ بڑا ہی برا ٹھکانا ہے۔'' (۷۵)

زندگی کا مقصد اور بیعت

سوال: مجھے اپنے بارے میں ایسا لگتا ہے کہ میں غلط راستے پر چل رہا ہوں، مجھے اپنی زندگی کا کوئی مقصد سمجھ میں نہیں آتا، میں ایک اچھا انسان بننا چاہتا ہوں، لیکن میں کیسے بنوں؟ کسی کے لیے ایک اچھا انسان بننے کا کیا راستہ ہے، کیا اس کے لیے کسی کی بیعت کرنی چاہیے؟ (عبداللہ)

جواب: اپنے بارے میں آپ کا یہ احساس بتاتا ہے کہ آپ کے اندر زندگی موجود ہے۔ داخل کی یہ زندگی خدا کا بڑا فضل ہوتی ہے۔

انسان اس دنیا میں ایک مسافر ہے۔ راہ، ہم سفر اور منزل، یہ تینوں چیزیں طے کرنے کے بعد ہی خدا نے انسان کو اس دنیا میں بھیجا ہے۔

ہماری راہ، صراط مستقیم ہے۔ چنانچہ فرمایا: 'اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ' ((اے اللہ) تو ہمیں سیدھی راہ پر چلا)۔

ہمارے ہم سفر خدا کے نبی اور صالحین ہیں۔ چنانچہ فرمایا: 'وَاَلۡحِقۡنِىۡ بِالصّٰلِحِيۡنَ' (اور تو

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

مجھے نیک لوگوں سے جوڑ دے (دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی)۔

اور ہماری منزل خدا ہے۔ چنانچہ فرمایا: 'فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰی رَبِّہٖ مَاٰبًا' (پس جس کا جی چاہتا ہے، وہ اپنے رب کی طرف اپنا ٹھکانا بنالے)، اور فرمایا: 'اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ' (بے شک، ہم اللہ کے لیے ہیں اور اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں)۔

ہم اپنے اندر جیسی تبدیلی چاہتے ہیں، اسی کے مطابق ہمیں ماحول اپنانا چاہیے۔ میں آپ سے دو گزارشات کرنا چاہوں گا: ایک یہ کہ قرآن مجید کی تلاوت کرنا اور ترجمے کے ساتھ اسے پڑھنا اپنا شغل بنا لیجیے اور دوسرا صالحین کی صحبت کو لازماً اپنائیے۔ اپنے قریبی ماحول میں جو سمجھ دار نیک آدمی آپ کو نظر آئے، اس کے ساتھ اس کی نیکی کے پہلو سے متعلق ہو جائیے۔ اگر کسی استاد یا بزرگ کی صحبت میسر آ جائے تو اسے ضرور اپنائیے اور ان کی نصیحت کو دل کی آمادگی سے قبول کیجیے۔ ہمارے خیال میں اصل چیز صالحین سے تعلق ہے۔ روایتی بیعت وغیرہ کو باقاعدہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں۔

گناہ کبیرہ اور معافی

سوال: اگر کسی آدمی سے زنا ہو جائے تو آخرت میں اس جرم کی معافی کے لیے اسے دنیا میں کیا کرنا چاہیے؟ (جوناتھن سٹو)

جواب: آخرت میں اس کی معافی کے لیے یہ ضروری نہیں کہ دنیا میں آدمی لازماً سزا پا چکا ہو، بلکہ محض سچی توبہ اور اصلاح سے بھی یہ آخرت میں معاف ہو سکتا ہے۔

کالے جادو کی شرعی حیثیت

سوال: کیا کسی مسلمان کو سفلی علوم (جادو ٹونے) کے ماہر سے اپنی بیماری یا مصیبت

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کا علاج کرانا چاہیے؟ (آصف حسین)

جواب: سفلی علوم (جادو ٹونے) کے عاملوں سے لازماً بچنا چاہیے، کیونکہ یہ لوگ شیاطین کو خوش کرنے کے لیے کئی طرح کے مشرکانہ اور کافرانہ عمل کرتے ہیں۔ جو لوگ ان سے اپنا کوئی کام کراتے ہیں، وہ دراصل خدا کو چھوڑ کر ان کے شیاطین کی مدد سے اپنا کام کراتے ہیں۔

رہی ان لوگوں کی یہ بات کہ ہم تو اپنا عمل کرتے ہیں، شفا تو اللہ ہی دیتا ہے تو یہ بس ان کے منہ کی بات ہے جو شاید یہ مسلمانوں کو مطمئن کرنے کے لیے کہہ دیتے ہیں، ورنہ جادو کرنا کرانا تو صریح کفر ہے۔ ان کے اس قول کی مثال یہ ہے کہ کوئی چور بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ میں تو بس چوری کرتا ہوں، رزق تو مجھے اللہ ہی دیتا ہے۔ یقیناً چور اللہ کے اذن ہی سے چوری پر قادر ہوتا اور جادو کرنے والا اللہ کے اذن ہی سے جادو کر پاتا ہے اور اس کا جادو اللہ کے اذن ہی سے کامیاب ہوتا ہے، لیکن اللہ کی رضا اچھے کام کرنے میں ہے اور ناراضی برے کام کرنے میں ہے گو برے کام بھی اللہ کے اذن کے بغیر نہیں ہو سکتے۔ چنانچہ آپ ان کے اس جملے سے دھوکا نہ کھائیں۔

”سروگیٹ مدر“ سے اولاد کا حصول

سوال: میری بیوی اولاد پیدا نہیں کر سکتی تو کیا اس صورت میں ”سروگیٹ مدر“ کے ذریعے سے اپنے اور اپنی بیوی کے لیے اولاد حاصل کر سکتا ہوں؟ (عبداللہ خان)

جواب: اس کے بارے میں غامدی صاحب کی راے یہ ہے کہ ”سروگیٹ مدر“ سے اولاد حاصل کرنے میں کوئی حرج نہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ اسے رضاعت ہی پر قیاس کرنا چاہیے۔ جیسے کوئی عورت کسی میاں بیوی کی اولاد کو دودھ پلا سکتی ہے، اسی طرح کوئی عورت ان کے لیے اولاد کو جنم بھی دے سکتی ہے۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com www.al-mawrid.org

استمنا بالید کی شرعی حیثیت

سوال: استمنا بالید (masturbation) کے جواز و عدم جواز کے بارے میں آپ کی کیا رائے ہے؟ (اسفند یار یوسف)

جواب: یہ مکروہ عمل ہے اور تزکیہ اور پاکیزگی حاصل کرنے کی ذہنیت کے خلاف ہے۔ اس سے بچنے ہی کی کوشش کرنی چاہیے۔ البتہ، کسی خاص صورت حال میں اس شخص کے لیے یہ عمل جائز ہوگا جو کسی بڑے گناہ سے بچنے کے لیے اسے اختیار کرتا ہے۔

شریعت میں چونکہ اس کی حرمت کا ذکر نہیں ہے، اس لیے ہم اسے حرام قرار نہیں دے سکتے۔

حدود آرڈی نینس

سوال: غامدی صاحب کے نزدیک حدود آرڈی نینس کا نیا بل شرعاً صحیح ہے یا نہیں؟
(عاقب خلیل خان)

جواب: غامدی صاحب اس بل سے متفق نہیں ہیں۔ ان کے نزدیک اس بل میں شریعت کی رہنمائی سے شدید انحراف موجود ہے۔ وہ اس بل میں موجود جن باتوں کو شریعت کی رہنمائی سے مختلف محسوس کرتے ہیں، ان میں چند درج ذیل ہیں:

۱۔ اس بل میں مسلم اور غیر مسلم کی گواہی میں اور مرد و عورت کی گواہی میں فرق کیا گیا ہے، ان کے خیال میں یہ چیز شریعت سے ثابت نہیں ہے۔

۲۔ اس بل کے مطابق زنا کی سزا سو کوڑے اور زنا بالجبر کی سزا موت ہے، جبکہ غامدی صاحب کے نزدیک جرم کی دو نوعیتیں ہیں: ایک اس کی سادہ شکل ہے، جیسے زنا یا چوری اور دوسری وہ شکل ہے جس میں مجرم قانون کے خلاف قوت کے ساتھ اٹھ کھڑا ہوتا ہے۔ اس صورت میں زنا، زنا

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

بالجبر کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور چوری، ڈاکے کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ چنانچہ ان کے نزدیک زنا بالجبر کی صورت میں مجرم کو دو سزائیں دی جائیں گی: ایک زنا کی سزا سو کوڑے اور دوسری حرابہ کی سزا جو سورۂ مائدہ کی آیت ۳۳-۳۴ کے تحت اسے دی جائے گی۔

۳۔ غامدی صاحب کے نزدیک زنا کا مقدمہ رجسٹر کرنے کے لیے چار گواہوں کی شرط لازم ہے، جبکہ اس بل کے مطابق دو گواہوں کے ملنے پر بھی مقدمہ رجسٹر کر لیا جائے گا۔

ایسے کچھ اور اختلافات بھی ہیں۔ مزید تفصیل کے لیے آپ غامدی صاحب کی کتاب ''میزان'' کے باب ''حدود و تعزیرات'' کا مطالعہ کر سکتے ہیں۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

یوسف علیہ السلام اور حکومت مصر

سوال: یوسف علیہ السلام اپنے زمانۂ حکومت میں کیا حکومت مصر کے ملازم تھے یا وہ ملک چلانے کے لیے پورے اختیارات رکھتے تھے؟ (عبدالحمید)

جواب: یوسف علیہ السلام کو مصر میں ملک چلانے کے پورے اختیارات حاصل تھے۔ اس کی دلیل درج ذیل آیات ہیں:

''اور بادشاہ نے کہا، اُس کو میرے پاس لاؤ، میں اُس کو اپنا معتمد خاص بناؤں گا۔ پھر جب اُس سے بات چیت کی تو کہا: اب تم ہمارے ہاں با اقتدار اور معتمد ہوئے۔ اس نے کہا: مجھے ملک کے ذرائع آمدنی پر مامور کیجیے، میں متدین بھی ہوں اور باخبر بھی۔ اور اِس طرح ہم نے یوسف کو ملک میں اقتدار بخشا، وہ اُس میں جہاں چاہے متمکن ہو۔'' (یوسف ۱۲: ۵۴-۵۶)

ان آیات سے پتا چلتا ہے کہ وہ مصری حکومت کے ملازم نہیں، بلکہ مصر کے با اقتدار فرماں روا تھے۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

غیر مسلم ممالک میں ملازمت

سوال: کیا کسی مسلمان کے لیے یہ بات جائز ہے کہ وہ کسی غیر مسلم حکومت کے تحت کام کرے۔ اگر کسی غیر مسلم حکومت کے تحت کام کرنا جائز ہے تو پھر اس کے حدود کیا ہیں اور اس میں کیا پابندیاں اختیار کرنا ہوں گی؟ (عبدالحمید)

جواب: مسلمان کے لیے غیر مسلم حکومت کے تحت کام کرنا بالکل جائز ہے۔ اس صورت میں ظاہر ہے، وہ دین و شریعت کے خلاف کوئی کام نہیں کرے گا یا ان کا کوئی ایسا حکم نہیں مانے گا جس سے خدا اور اس کے رسول کی نافرمانی ہوتی ہو، لیکن اگر اس کے لیے غیر مسلم حکومت کے تحت بحیثیت مسلمان رہنا ممکن نہ رہے تو پھر اسے لازماً وہاں سے نکل آنا چاہیے۔ اس پہلو کو غامدی صاحب نے اپنی کتاب ''میزان'' کے مقدمے ''دین حق'' میں اس طرح سے بیان فرمایا ہے:

''بندۂ مومن کے لیے اگر کسی جگہ اپنے پروردگار کی عبادت پر قائم رہنا جان جوکھم کا کام بن جائے، اُسے دین کے لیے ستایا جائے، یہاں تک کہ اپنے اسلام کو ظاہر کرنا ہی اُس کے لیے ممکن نہ رہے تو اُس کا یہ ایمان اُس سے تقاضا کرتا ہے کہ اُس جگہ کو چھوڑ کر کسی ایسے مقام کی طرف منتقل ہو جائے جہاں وہ علانیہ اپنے دین پر عمل پیرا ہو سکے۔ قرآن اِسے ''ہجرت'' کہتا ہے۔ زمانۂ رسالت میں جب اللہ اور اُس کے رسول کی طرف سے براہ راست اِس کی دعوت دی گئی تو اِس سے گریز کرنے والوں کو قرآن نے جہنم کی وعید سنائی ہے۔'' (۷۵)

آسمانی کتابوں کا نزول

سوال: تورات الواح کی شکل میں نازل ہوئی تھی اور قرآن بتدریج نازل ہوا تھا۔ سوال یہ ہے کہ انجیل کیسے نازل ہوئی تھی؟ (منور حسین اصغر)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جواب: تورات کا کچھ حصہ الواح کی شکل میں نازل ہوا تھا، باقی تورات قرآن ہی کی طرح بتدریج نازل ہوئی تھی۔

قرآن مجید میں تورات، انجیل اور خود قرآن تینوں کے لیے نازل کرنے کا لفظ بولا گیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا:

''اور وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اس پر جو نازل کیا گیا تیری طرف اور جو تجھ سے پہلے نازل کیا گیا۔'' (البقرہ ۲:۴)

''اس نے تم پر کتاب اتاری حق کے ساتھ، مصداق اس کی جو اُس کے آگے موجود ہے اور اُس نے تورات اور انجیل اتاری اس سے پہلے لوگوں کے لیے ہدایت بنا کر اور پھر فرقان اتارا۔'' (آل عمران ۳:۳-۴)

یہ آسمانی کتب اصلاً فرشتوں کے ذریعے سے نازل کی گئی ہیں، جیسا کہ قرآن مجید کی سورۂ نحل میں ارشاد فرمایا:

''اپنے بندوں میں سے وہ جس پر چاہتا ہے، اپنے حکم کی وحی کے ساتھ فرشتے اتارتا ہے کہ لوگوں کو خبردار کرو کہ میرے سوا کوئی الٰہ نہیں، اِس لیے تم مجھی سے ڈرو۔'' (۱۶:۲)

چنانچہ اس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انجیل بھی فرشتے کے ذریعے سے بتدریج ہی نازل ہوئی ہوگی۔

اسلام میں تصویر اور موسیقی

سوال: تصویر اور موسیقی کے بارے میں اسلام کا نقطۂ نظر کیا ہے؟ (عدنان اکرم)

جواب: اسلام میں تصویر اور موسیقی بذات خود حرام نہیں ہیں۔ البتہ، ان کے ساتھ اگر کوئی آلایش لگی ہوئی ہو تو وہ انھیں مکروہ یا حرام بنا دیتی ہے۔

مثلاً، فحش تصاویر بنانا حرام ہے۔ مشرکانہ تصاویر اور مجسمے بنانا حرام ہے۔ اسی طرح وہ موسیقی جو

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

سفلی جذبات پیدا کرتی ہے یا وہ جس کے ساتھ شراب و کباب کی محفلیں برپا ہوتی ہیں، وہ حرام ہے۔ تصویر اور موسیقی کے بارے میں حدیثوں میں جو کچھ آیا ہے، وہ اسی حوالے سے آیا ہے۔

لغو اور جلق

سوال: ''لغو'' کا کیا مطلب ہے؟ اور کیا جلق (masturbation) ایک لغو عمل ہے؟ (اسفندر یار یوسف)

جواب: مولانا مودودی رحمہ اللہ لغو کو واضح کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

'''لغو' ہر اس بات اور کام کو کہتے ہیں جو فضول لایعنی اور لاحاصل ہو۔ جن باتوں یا کاموں کا کوئی فائدہ نہ ہو، جن سے کوئی مفید نتیجہ برآمد نہ ہو، جن کی کوئی حقیقی ضرورت نہ ہو، جن سے کوئی اچھا مقصد حاصل نہ ہو، وہ سب لغویات ہیں۔'' (تفہیم القرآن ۳/۲۶۲)

جلق لغو سے کہیں آگے بڑھا ہوا عمل ہے، یہ انسان کے تزکیے اور پاکیزگی کے حوالے سے بڑی خرابی کا باعث بنتا ہے۔

جرم اور گناہ

سوال: جرم اور گناہ میں کیا فرق ہے؟ دونوں میں کیا اشتراک ہے اور کیا اختلاف ہے؟ (عالیہ انور)

جواب: گناہ خدا کے حکم کو نہ ماننا ہے۔ خواہ یہ حکم کسی کام کو سرانجام دینے کا ہو یا کسی کام سے رکنے کا ہو اور خواہ یہ حکم شریعت سے ثابت ہو یا فطرت سے مثلاً، انکار نبوت، نماز میں کوتاہی، ماں باپ سے بدسلوکی، وعدہ خلافی اور جھوٹ بولنا وغیرہ۔

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org
"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جرم کا لفظ جب آخرت کے زاویے سے بولا جاتا ہے تو اس سے مراد کسی گناہ پر ہٹ دھرمی کے ساتھ اصرار و استمرار ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جہنمیوں سے کہا گیا کہ 'اِنَّکُمۡ مُّجۡرِمُوۡنَ '، ''یقیناً تم مجرم ہو'' (المرسلٰت ۷۷:۴۶) اور 'اِنَّ الۡمُجۡرِمِیۡنَ فِیۡ ضَلٰلٍ وَّ سُعُرٍ '، ''بے شک مجرم گمراہی میں ہیں اور جہنم میں ہوں گے'' (القمر ۵۴:۴۷) اور 'وَ کَانُوۡا یُصِرُّوۡنَ عَلَی الۡحِنۡثِ الۡعَظِیۡمِ '، ''اور وہ سب سے بڑے گناہ (شرک) پر اصرار کرتے رہے'' (الواقعہ ۵۶:۴۶)۔

اور جب قانون وفقہ کے زاویے سے بولا جاتا ہے تو اس سے مراد وہ گناہ ہیں جن پر شریعت نے دنیا میں سزا دی ہے، مثلاً قتل، چوری، قذف اور زنا وغیرہ۔

بہتان اور طلاق

سوال: اگر کوئی شخص اپنی بیوی پر شک کرتے ہوئے یہ الزام لگائے کہ وہ اس کے بعض رشتہ داروں پر جادو کر رہی ہے یا کرا رہی ہے، پھر وہ خاتون قرآن پر ہاتھ رکھ کر اپنی معصومیت کی قسم کھا لے کہ اس نے اس طرح کا کوئی جادو وغیرہ نہیں کیا تو کیا مذکورہ خاوند اپنی بیوی پر جادو کا یہ بہتان لگانے کے بعد اس کے ساتھ رہ سکتا ہے؟ (عبداللہ خان)

جواب: کیوں نہیں رہ سکتا، بالکل رہ سکتا ہے۔ جب بیوی سے قسم لے لی ہے تو اس کے بعد خاوند کا اعتماد بحال ہو جانا چاہیے اور میاں بیوی کی باہمی محبت واپس لوٹ آنی چاہیے۔

یہ بات ذہن میں رہے کہ اس واقعے میں بے شک خاوند نے بیوی پر شک کیا ہے اور اس پر ایک بہتان لگایا ہے، لیکن اس طرح کی کسی بات کا اثر ان کے نکاح پر نہیں پڑتا، لہٰذا اس پہلو سے پریشانی کی کوئی بات نہیں ہے۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

جادو اور اس کا روحانی علاج

سوال: کیا جادو یا کالا علم کوئی حقیقت رکھتا ہے؟ اور کیا اس کا روحانی علاج کرانا درست ہے؟ اور کیا ہم عملیات پر یقین رکھ سکتے ہیں؟ (ارشد اسلام)

جواب: ارشاد باری ہے: 'وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ،'' (یعنی میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں) گرہوں میں پھونک مارنے والیوں کے شر سے۔'' (الفلق ۱۱۳:۴)

اس آیت سے یہ پتا چلتا ہے کہ جادو کرنے والوں کا ایک شر ہے جس سے بچنے کے لیے ہمیں یہ کلمہ سکھایا گیا ہے۔

اور ارشاد باری ہے:

''اور یہ (یہودی) ان چیزوں کے پیچھے پڑ گئے جو سلیمان کے عہد حکومت میں شیاطین پڑھتے پڑھاتے تھے، ...یہی (شیاطین) لوگوں کو جادو سکھاتے تھے۔'' (البقرہ ۲:۱۰۲)

چنانچہ جادو یا کالا علم ایک حقیقت ہے، اس کا انکار نہیں کیا جا سکتا۔

عام مشاہدے میں جو چیز آئی ہے، وہ یہ ہے کہ جس شخص پر کالا جادو کر دیا جائے، وہ شدید توہمات میں گھر جاتا ہے، بعض صورتوں میں وہ سخت بیمار ہو جاتا ہے اور اسے عام علاج معالجے سے بھی کوئی شفا نہیں ہوتی۔

جادو وغیرہ کے لیے روحانی علاج کرانا درست ہے۔ البتہ، تعویذ گنڈے کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مکروہ جانا ہے۔ ابو داؤد کی ''کتاب الخاتم'' میں ایک مفصل حدیث بیان ہوئی ہے جس میں یہ بتایا گیا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم دس چیزوں کو مکروہ جانتے تھے، ان باتوں میں سے ایک تعویذ باندھنا بھی ہے۔

خود دین نے اس کے توڑ کے لیے جو روحانی علاج بتایا ہے، وہ معوذتین کا پڑھنا ہے۔ یہ دونوں سورتیں دراصل، جادو اور بعض دوسرے شرور سے خدا کی پناہ حاصل کرنے کی دعا ہیں۔ یہ اگر پورے یقین کے ساتھ پڑھی جائیں تو ان سے بڑھ کر اور کوئی چیز نہیں ہے۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

اس کے علاوہ اگر آپ کسی روحانی عامل سے علاج کرانا چاہیں تو کرا سکتے ہیں، بس یہ دیکھ لیں کہ وہ کوئی شرکیہ عمل اختیار کرنے والا نہ ہو اور دھوکا باز نہ ہو۔

عملیات پر یقین رکھنے کے الفاظ درست نہیں ہیں، کیونکہ اس میں وہ سب کچھ بھی آ جاتا ہے جو انسانوں کی ایجاد ہے۔

البتہ، اشیا اور کلمات کے خواص اور ان کی تاثیرات کا علم ایک حقیقت ہے۔ قرآن مجید میں ہاروت و ماروت کے حوالے سے جس علم کا ذکر کیا گیا ہے، عام طور پر اسے جادو سمجھا گیا ہے، لیکن مولانا امین احسن مرحوم نے واضح کیا ہے کہ وہ اشیا اور کلمات کے خواص اور ان کی تاثیرات کا علم تھا۔

البتہ، ہر مسلمان کے لیے یہ یقین رکھنا ضروری ہے کہ جادو ہو یا روحانی علم، ان میں تاثیر اللہ ہی کے اذن سے پیدا ہوتی ہے۔ خدا کے علاوہ کوئی چیز بھی بذات خود کوئی تاثیر نہیں رکھتی۔

اسبال ازار

سوال: کیا نماز سے پہلے ٹخنوں سے اوپر شلوار کرنا نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے؟ (عرفان محمود)

جواب: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب یہ دیکھا کہ لوگ اپنا ازار، یعنی تہ بند متکبرانہ انداز میں ٹخنوں سے نیچے لٹکائے زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلتے ہیں تو آپ نے اپنے صحابہ کو یہ حکم دیا کہ وہ اپنا تہ بند ٹخنوں سے اوپر رکھا کریں اور یہ بتایا کہ جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنا تہ بند زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلتا ہوگا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف دیکھے گا بھی نہیں اور اس کا جو کپڑا ٹخنوں سے نیچے ہوگا، وہ آگ میں ہوگا۔

چنانچہ صحابۂ کرام نے نہ صرف لباس کی اس متکبرانہ صورت کو بالکل ترک کیا، بلکہ تکبر کے ذہن

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

کے بغیر بھی اس صورت کو اختیار کرنے سے مکمل گریز کیا، کیونکہ یہ، بہر حال اظہار تکبر ہی کی ایک صورت ہے۔

آج بھی اگر کوئی شخص اپنا تہ بند متکبرانہ انداز میں ٹخنوں سے نیچے لٹکائے زمین پر گھسیٹتا ہوا چلتا ہے تو وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی وعید کا مخاطب ہے۔

لیکن سوال یہ ہے کہ آج کل شلوار کا ٹخنوں سے ذرا نیچے رکھا جانا کیا متکبرانہ لباس کی شکل ہے؟ ہمارا خیال ہے کہ ایسا نہیں ہے۔ تہ بند کو نیچے لٹکانا اور زمین پر گھسیٹتے ہوئے چلنا لباس کی واقعۃً متکبرانہ صورت اور علامت ہے، جبکہ شلوار کی عام رائج صورت کا معاملہ بالکل یہ نہیں۔

چنانچہ ہمارے خیال میں تہ بند لٹکا کر گھسیٹتے ہوئے چلنے سے متعلق حکم شلوار وغیرہ کی عام رائج صورت پر لاگو نہیں ہوتا۔

امت کا گمراہی پہ اکٹھا نہ ہونا

سوال: غامدی صاحب نے 'لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیُ عَلَی الضَّلَالَۃِ' (میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی) کو ضعیف کیوں قرار دیا ہے، یعنی کیا اس کی سند ضعیف ہے یا اس کا متن صحیح نہیں ہے؟ کس پہلو سے یہ حدیث کمزور ہے؟ (علی اسد)

جواب: روایت 'لَا یَجْمَعُ اُمَّتِیُ عَلَی الضَّلَالَۃِ' اور اسی طرح کے الفاظ پر مبنی دوسری روایات کی اسناد کمزور ہیں۔

ان اسناد میں مجموعی طور پر موجود درج ذیل راوی ضعیف یا ناقابل قبول ہیں:

۱۔ ابو وہب الخولانی

۲۔ رجل (غیر متعین شخص)

۳۔ سلیمان المدنی

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

چنانچہ زیر بحث متن کی کسی سند میں ان تین راویوں میں سے ایک ضعیف راوی موجود ہے اور کسی میں دو۔

مجبوراً رشوت لینا

سوال: کیا کوئی غریب ملازم اپنے ضروری اخراجات پورے کرنے کے لیے رشوت لے سکتا ہے؟ اسلام کی رہنمائی کے مطابق اپنے نقطۂ نظر سے آگاہ کیجیے۔ (عبداللہ)

جواب: رشوت کی اجازت دینا قانون کو بیچنے کی اجازت دینا ہے۔ اسلام میں اس کی کوئی گنجایش نہیں۔ ہاں، اگر کسی مجبور شخص سے ایسی غلطی ہو جائے تو ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے عذر کو قبول کر کے اسے معاف فرما دیں۔

اس رشوت لینے کو کسی جاں بلب بھوکے شخص کو حرام غذا کھانے کی اجازت پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیونکہ حرام جانور نہ کھانا خدا کا حق ہے جسے وہ (اللہ) بھوکے شخص کے لیے چھوڑ دیتا ہے، جبکہ رشوت لینا لوگوں کے یا قوم کے حقوق بیچنا ہے۔ اس کی اجازت اس وقت تک نہیں ہو سکتی، جب تک وہ لوگ یا قوم اجازت نہ دے۔

انسان کو چاہیے کہ وہ آمدنی بڑھانے کے دوسرے ذرائع اختیار کرنے کی کوشش کرے اور خدا سے برکت کی دعا کرے۔

کافر اور غیر مسلم کا اطلاق

سوال: کافر اور غیر مسلم کا اطلاق کس شخص پر ہوتا ہے؟ (عبدالعزیز)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جواب: کافر سے مراد وہ شخص ہے جو جان بوجھ کر حق کا انکار کرتا ہے، یعنی جس کے سامنے اسلام پیش کیا گیا یا اس نے خود اسے پڑھا اور قرآن وغیرہ کا مطالعہ کیا اور اسے اس بات کی سمجھ آ گئی کہ یہ حق ہے اور اسے قبول کرنا اس کے لیے ضروری ہے، لیکن اس نے جان بوجھ کر اس حق کو جھٹلا دیا اور اسے نہیں مانا تو یہ شخص خدا کے نزدیک کافر شمار ہو گا، لیکن ہم چونکہ اس کے دل میں جھانک کر یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ اس نے جان بوجھ کر جھٹلایا ہے یا وہ معذور تھا، اس لیے ہم اسے کافر نہیں کہہ سکتے۔ جبکہ غیر مسلم سے وہ شخص مراد ہے جو مسلمان نہیں ہے۔ اس نے جان بوجھ کر کسی حق کا انکار نہیں کیا کہ اسے کافر کہا جائے۔

سزا کا نفاذ

سوال: جرم کی سزا پانے کے لیے آدمی کس سے رابطہ کرے تاکہ وہ اس پر سزا نافذ کر دے؟ (جوناتھن سٹو)

جواب: اگر انسان کے کسی گناہ پر اللہ تعالیٰ پردہ ڈال دیتا ہے تو خود انسان کو بھی چاہیے کہ وہ اسے مشہور نہ کرے اور بس اللہ سے سچی توبہ کرے اور آیندہ کے لیے اپنی اصلاح کر لے۔ چنانچہ اسے نہ کسی شخص کے سامنے اپنے گناہ کا اقرار کرنے کی کوئی ضرورت ہے اور نہ اپنے اوپر لازماً سزا نافذ کرانے ہی کی کوئی ضرورت ہے۔

غیر حلال گوشت بیچنا

سوال: کیا غیر حلال گوشت بیچنا جائز ہے؟ (عاطف اعجاز)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

جواب: غیر حلال گوشت بیچنا جائز نہیں، یعنی جس جانور پر اللہ کا نام نہیں لیا جاتا، اس کا گوشت نہ صرف یہ کہ کھانا ناجائز ہے، بلکہ اسے بیچنا بھی ناجائز ہے۔

حلال و حرام گوشت کو ایک ساتھ پکانا

سوال: مغربی ممالک میں حلال اور حرام گوشت کو ایک بڑے سے توے پر آئل ڈال کر ایک ساتھ تلا جاتا ہے اور اسے ایک ہی کانٹے (fork) کے ساتھ الٹتے پلٹتے ہوئے پکاتے ہیں اور پھر انھیں الگ الگ کر کے گاہکوں کو دے دیا جاتا ہے۔ کیا اس طرح سے پکا ہوا حلال گوشت کھانا جائز ہے؟ (عاطف اعجاز)

جواب: اس طرح سے حلال گوشت کو پکانا صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ یقینی بات ہے کہ ایک ہی توے پر ایک ہی تیل میں پکنے کے نتیجے میں حلال اور غیر حلال گوشت، دونوں کے ذرات، ذائقہ اور رس ایک دوسرے میں رچ بس جائے گا، جس کے نتیجے میں حلال گوشت خالص حلال نہیں رہے گا۔ چنانچہ ہمارے نزدیک اس طرح سے پکایا ہوا گوشت کھانا صحیح نہیں ہے۔

www.javedahmadghamidi.com
www.almawrid.org

ذبح کے وقت تکبیر کی کیسٹ چلانا

سوال: مغرب کے بعض ممالک میں حلال گوشت بیچنے والے اداروں میں ذبح کرنے کے طریقے میں دو مسائل سامنے آئے ہیں، ان پر آپ اپنی رائے دیں۔

۱۔ مرغیوں کو ذبح کرنے سے پہلے بجلی کا جھٹکا دیتے ہیں تا کہ وہ زیادہ بھاگ نہ سکیں، بعض اوقات کچھ جانور اس جھٹکے سے مر بھی جاتے ہیں۔

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

۲۔ جب انھیں ذبح کیا جاتا ہے تو اس وقت ذبح خانے میں تکبیر کے الفاظ پر مشتمل کیسٹ چلائی جاتی ہے۔

کیا ایسے اداروں کا تیار کردہ گوشت حلال ہے؟ (نثار احمد)

جواب: پہلی بات یہ ہے کہ اگر واقعۃً بجلی کے جھٹکے سے مر جانے والے جانوروں کو ذبح ہونے والے جانوروں سے الگ نہیں کیا جاتا، بلکہ انھی میں ڈال دیا جاتا ہے تو پھر اس ادارے کا تیار کردہ گوشت استعمال نہیں کرنا چاہیے۔

جہاں تک ذبح خانے میں ذبح کے وقت تکبیر کی کیسٹ چلانے کا تعلق ہے تو یہ کوئی صحیح بات تو نہیں ہے، لیکن ذبح کرنے والا ادارہ چونکہ جانور کو اسی ذات کے نام پر ذبح کر رہا ہے جس کے نام پر اسے ذبح ہونا چاہیے، لہٰذا جانور کو ذبیحہ قرار دینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ البتہ، اگر مسلمانوں کا کوئی گروہ یہ طریقہ اختیار کرتا ہے تو اسے اس سے منع کرنا چاہیے۔

اہل کتاب کا ذبیحہ

سوال: قرآن مجید میں اہل کتاب کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے جائز قرار دیا گیا ہے۔ کیا آج کل کے اہل کتاب جو مشرکانہ عقائد رکھتے ہیں، ان کا ذبیحہ بھی مسلمانوں کے لیے جائز ہے؟ (نثار احمد)

جواب: اہل کتاب آج جس شرک میں مبتلا ہیں، اس میں وہ نزول قرآن کے زمانے میں بھی تھے۔

ارشاد باری ہے:

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ نِ ابْنُ اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ. (التوبہ۹: ۳۰)

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."

''یہود نے کہا: عزیر اللہ کا بیٹا ہے، اور نصاریٰ نے کہا: مسیح اللہ کا بیٹا ہے۔ یہ سب ان کے منہ کی باتیں ہیں۔''

اہل کتاب اپنے دین کو دین توحید ہی کی حیثیت سے پیش کرتے اور اپنے شرک کی توجیہ کرتے ہیں، لہٰذا قرآن نے انھیں عرب کے ان مشرکین کی صف میں کھڑا نہیں کیا جو دین توحید کے بجائے دین شرک کے علم بردار تھے۔

لہٰذا آج بھی اہل کتاب کا ذبیحہ کھانا صحیح ہو گا بشرطیکہ وہ ذبیحہ ہو۔

---

www.javedahmadghamidi.com
www.al-mawrid.org

"All rights of this book are reserved for the publisher and the author. This copy is for reading purpose only. This copy cannot be uploaded on any website except those of the publisher and the author."